اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِکْمَۃً وَّاِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا

حیاتِ سعدی

یعنی

شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح عمری اور انکی تصنیفات

نظم و نثر پر ریویو

مرتبہ

جناب شمس العلماء مولوی الطاف حسین متخلص بہ حالی

بہ فرمائش جناب میر ولایت حسین صاحب بی۔ اے۔ آنریری منیجر بک ڈپو

مدرسۃ العلوم علیگڈہ

مطبع مفید عام آگرہ میں باہتمام محمد قادر علیخان صاحب چھپی

(۲۰۰۰ جلد) (اڈیشن دوم)

"تمہارے اور دوسرے اہل قبلہ کے درمیان لڑائی کا آغاز ہو گیا ہے۔ ایسے میں رہنمائی کا پرچم وہی اٹھا سکتا ہے جو بصیرت رکھنے والا، صبر و استقامت والا اور حقائق سے واقف ہو"۔ نہج البلاغہ، خطبہ 172

پاکستان میں فرقہ واریت کا تاریخی جائزہ

ڈاکٹر حمزہ ابراہیم

منصور حیدر راجہ

عزیز احمد

لندن۔ ستمبر ۱۹۶۵ء

اِنَّ مِنَ الشِّعرِ لَحِکمَۃً وَاِنَّ مِنَ البَیَانِ لَسِحرًا

حیات سعدی

یعنی

شیخ سعدی شیرازی (رحمۃ اللہ علیہ) کی سوانح عمری اور انکی تصنیفات

نظم و نثر پر ریویو

مرتبہ

جناب شمس العلماء مولوی الطاف حسین متخلص بہ حالی

حسب فرمائش جناب میر ولایت حسین صاحب۔ بی۔ اے۔ آنریری منیجر بک ڈپو

مدرسۃ العلوم علیگڈہ

مطبع مفید عام آگرہ مین باہتمام محمد قادر علیخان صوفی چھپی

(۲۰۰۰ جلد)

(اڈیشن دوم)

إنّ من الشعر لحكمة وإنّ من البيان لسحرا

حیات سعدی

یعنی

شیخ سعدی شیرازی (رحمۃ اللہ علیہ) کی سوانح عمری اور اُنکی تصنیفات

نظم ونثر پر ریویو

مرتبہ

جناب شمس العلماء مولوی الطاف حسین متخلص بہ حالی

حسب فرمایش جناب میر ولایت حسین صاحب۔ بی۔ اے۔ آنریری منیجر بک ڈپو

مدرستہ العلوم علیگڈہ

مطبع مفید عام آگرہ میں باہتمام محمد قادر علیخان کے چھپی

(۲۰۰۰ جلد)

(ایڈیشن دوم)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

مشہور آدمیون کا حال لکھنا جسکو یونانی مین بیوگرفی اور عربی مین ترجمہ یا تذکرہ کہتے ہین کم وبیش قدیم زمانہ سے چلا آتا ہے - اگرچہ اُسوقت زیادہ تر بہادرون کے معرکے اور دیوتا ؤن کے کرشمے لوگون کو اکثر زبانی یاد ہوتے تھے جو مناسب موقعون پر بیان کیے جاتے تھے - لیکن یہودیون کے ہان قدما کی سرگذشتین بھی لکھی جاتی تہین - یہودیون کے بعد یونانیون اور رومیون نے اس طرف توجہ کی - چنانچہ یونان کے مشہور بیوگرافر پلوٹارک کی بیوگرفی جو دوسری صدی عیسوی مین لکھی گئی اُس عہد کے تذکرون مین ممتاز اور برگزیدہ ہے -

اور عیسائیون کے مذہبی لٹریچر مین اُس زمانہ کے اولیا، شہدا اور مجتہدون کی سوانح عمری جو کسیقدر مکمل ہین کثرت سے موجود ہین - زمانہ متوسط مین مسلمانون کی بیوگرفی سب سے زیادہ وقعت کے قابل ہے - لیکن ان دونون زمانون مین تذکرہ لکھنے کا عام طریقہ یہ تھا کہ لوگون کے حالات محض بطور روایت کے بیان کرتے تھے درایت کو اس مین کچھ دخل نہ دیتے تھے اور

بیان مین مبالغہ کو زیادہ کام مین لاتے تھے - مسلمانون کی بیوگرفی مین بہی یہی عام خاصیت پائی جاتی ہے - صرف رجال حدیث کے حالات جو محدثین نے لکھے ہین اون مین البتہ بہت احتیاط کی گئی ہے ہر ایک شخص کے اخلاق اور خصائل راست راست بے کم وکاست لکھے گئے ہین اور اون کے عیب اور خوبیان پوست کندہ بیان کی گئی ہین - باقی علما اور شعرا وغیرہ کے تذکرے اکثر ایسے نہین ہین - اور چونکہ تذکرہ نویسی کا مدار محض نقل اور روایت پر تھا اسلیئے اُن لوگون کے سوا جنکے حالات تاریخ مین مفصل لکھے گیے ہین (جیسے خلفا، سلاطین، وزرا اور سپہ سالار وغیرہ) باقی تمام اہل کمال کے حالات مختصر طور پر تحریر ہوئے ہین - اور مشہور سے مشہور مصنف کی لائف بہی جداگانہ نہین لکھی گئی - زمانہ حال مین یورپ کے مورخون نے خاص کر سترہوین صدی سے بیوگرفی کو بے انتہا ترقی دی ہے - یہان تک کہ تاریخ کی طرح بیوگرفی نے بہی فلسفہ کی شکل اختیار کی ہے - حال کی بیوگرفی مین اکثر مورخانہ تدقیق کی جاتی ہے اور واقعات سے منطقی طور پر نتائج استخراج کیے جاتے ہین - مصنف کے کلام پر غوض کیا جاتا ہے اور اوسکے عیب اور خوبیان صاف طور پر ظاہر کی جاتی ہین - اکثر ایک ایک شخص کی لائف کئی کئی ضخیم جلدون مین لکھی جاتی ہے -

بیوگرفی اُن بزرگون کی ایک لازوال یادگار ہے جنھون نے اپنی نمایان کوششون سے دنیا مین کمالات اور نیکیان پہیلائی ہین اور جو انسان کی آیندہ نسلون کے لیے اپنی مساعی جمیلہ کے عمدہ کارنامے چھوڑ گیے ہین - خصوصاً جو قومین کہ علمی ترقیات کے بعد پستی اور تنزل کے درجہ کو پہنچ جاتی ہین اُن کے لیے بیوگرفی ایک تازیانہ ہے جو اُن کو خواب غفلت

بیدار کرتا ہے - جب وہ اپنے اکابر واسلاف کی زندگی کے حالات اور اُنکے کمالات دریافت
کرتے ہین تو اُنکی غیرت کی رگ حرکت مین آتی ہے - اور اپنی کھوئی ہوئی عزت اور برتری کے دوبارہ
حاصل کرنے کا خیال اُن کے دلون مین پیدا ہوتا ہے - دنیا مین اکثر لوگ ایسے گذرے
ہین جنھون نے بڑے بڑے آدمیون کی زندگی کے حالات صرف کتابون مین پڑھ پڑھ کر اپنے
تئین انسانیت کے اعلیٰ درجہ تک پہنچایا تھا چنانچہ لکھا ہے کہ لوتھر[۵۱] کے دل مین جو ایک
غیر معمولی تحریک پیدا ہوئی اور بنجمن[۵۲] فرینکلن نے نہایت پست حالت سے اعلیٰ درجہ تک ترقی
اور شہرت حاصل کی اُس کا بڑا سبب یہی بیوگرفی کا مطالعہ تھا - بیوگرفی علم اخلاق کی نسبت
ایک اعتبار سے زیادہ سودمند ہے - کیونکہ علم اخلاق سے صرف نیکی اور بدی کی ماہیت معلوم
ہوتی ہے اور بیوگرفی سے اکثر نیکی کرنے اور بدی سے بچنے کی نہایت زبردست تحریک
دل مین پیدا ہوتی ہے - اور اسلاف کے ستودہ کامون کی ریس کرنے کا شوق دامنگیر
ہوتا ہے - انگلستان کے ایک مشہور مصنف کا قول ہے کہ "بیوگرفی چلا چلا کر اور
سمندر کے طوفان کی طرح غل مچا کر یہ آواز دیتی ہے کہ جاؤ اور تم بھی ایسے ہی کام
کرو" ہمارے ملک مین بیوگرفی کی طرف ابتک کچھ توجہ نہین ہوئی - ملک کی عام زبان یعنی اُردو

---

۵۱ - لوتھر جرمنی کا رہنے والا عیسائی مذہب کا ایک مشہور مصلح اور تمام یورپ کو پوپ کے پنجہ سے نجات دینے والا ہے
۱۴۸۳ء مین پیدا ہوا - اور ۱۵۴۶ء مین فوت ہوا -

۵۲ یہ شخص امریکہ کا ایک مشہور فاضل ہے جس نے سب سے اول علم برق کے اصول دریافت کیئے ہین ۱۷۰۶ء
مین بمقام بوسٹن پیدا ہوا اور ۱۷۹۰ء مین فوت ہوا -

مین ابتک یا تو یورپ کے بعض مشہور لوگون کے حالات انگریزی سے ترجمہ ہوئے ہین - یا ایسے لوگون کے سوانح لکھے گیے ہین - جنکے حالات پڑہ کر کوئی عمدہ تحریک دل مین پیدا نہین ہوتی - ہمارے نزدیک ہندو مسلمانون کے اکابر و اسلاف مین بہی ایسے بہت سے افراد نکلین گے جن کے بڑے بڑے کام اور اُن کے کمالات قوم کے لیے سرمایہ افتخار ہین اور موجودہ نسلون کا فرض ہے کہ اُن کا نام زندہ کرنے اور آیندہ نسلون کا دل بڑہانے کے لیے اُنکے فضائل اور کمالات دنیا مین شایع کرین - مگر مشکل یہ ہے کہ قدما مین جو سب سے زیادہ مشہور ہین اُن کے بہی مفصل حالات دستیاب ہونے سخت دشوار بلکہ ناممکن ہین صرف تذکرون مین کچہہ کچہہ مختصر حال درج ہے لیکن اُس کے کسی کی لائف ترتیب وار لکہنی ہرگز ممکن نہین -

ہمنے اس خیال سے کہ **شیخ سعدی** شیرازی کا نام حد سے زیادہ مشہور ہے شاید اُن کے مفصل حالات بہم پہونچ جائین - اُن کی سوانح عمری لکھنے کا ارادہ کیا تہا اور اس غرض سے اکثر فارسی تذکرے جو یہان مل سکتے ہین دیکھے اور انگریزی تذکرہ **سر گور اوسلی**[1] صاحب کا بہی دیکہا مگر اِن تمام تذکرون مین زیادہ تر وہی شیخ کی مشہور نقلین اور حکایتین جو زبان زد

---

[1] - یہ صاحب ۱۸۰۰ء مین جبکہ مارکوئس آف ولزلی صاحب گورنر جنرل تہے بطریق سیاحت ہندوستان مین آئے تہے - شدہ شدہ لکھنؤ مین نواب سعادت علیخان کے ہان نوکر ہو گیے - پہر گورنمنٹ کی طرف سے ایران مین سفیر ہو کر گیے - سفارت کے زمانہ مین ایک تذکرہ ایران کے مشہور شاعرون کا جن مین شیخ بہی شامل ہے انہون نے بہت کوششون سے لکہا تہا -

خاص وعام مین تہوڑے تہوڑے تفاوت کے ساتہہ مندرج پائین - شیخ کی تصنیفات پر بہی اجمالی تعریف کے سوا کسی نے کوئی بات ایسی نہین لکہی جس سے اوسکے کلام کی عظمت اور واقعی خوبیان معلوم ہون - اگرچہ یہ تمام باتین مایوس کرنیوالی تہین مگر سب ہمنے اپنے ارادہ کو جس طرح ہوسکا پورا کیا - جسقدر صحیح اور معقول باتین تذکرون سے معلوم ہوسکتی تہین اُن کے علاوہ بعض حالات خود شیخ کے کلام سے استنباط کیے - اور نیز اُس عہد کی تاریخ مین اکثر واقعات کا سراغ لگایا اور کچہہ باتین علی بن احمد جامع کلیات شیخ کے دیباچہ سے اخذ کین - اور کچہہ کچہہ انگریزی کتابون سے بہی مدد لی - اور اس تمام معلومات کو جہان تک ممکن تہا لائف کی صورت مین مرتب کیا - اور شیخ کی تصنیفات کے بیان مین زیادہ تر اپنی ناچیز راے اور تفحص پر بہروسہ کرکے یہ مضمون ختم کیا گیا - اگرچہ شیخ کی اصل سرگزشت مین جسقدر کہ وہ اب تک معلوم ہوئی ہے، کوئی عظیم الشان واقعہ نہین ہے لیکن جس ترتیب کے ساتہہ اُس کے پراگندہ حال جمع کرکے اس کتاب مین لکہے گیے ہین اور جس طریقہ سے اُسکی عمدہ تصنیفات اور پاکیزہ خیالات پر بحث کی گئی ہے اُس سے اُمید کیجاتی ہے کہ عام ناظرین کے لیے اس کا مطالعہ لطف سے خالی نہوگا - اور خاصکر شعرا کو اس سے کسی قدر بصیرت اور نصیحت بہی حاصل ہوگی -

اِس کتاب کے دو باب اور ایک خاتمہ ہے **پہلے باب** مین شیخ کی سوانح عمری کا بیان ہے اور **دوسرے باب** مین اُسکی تصنیفات کا مفصل ذکر ہے اور **خاتمہ** مین اوسکے عام حالات اور عام شاعری پر بالاجمال نظر کی گئی ہے - اگرچہ اسلام کے قدیم مصنفون

ہین بے شمار لوگ ایسے گذرے ہین جن کی عظمت اور جلالت کے سامنے شیخ کو کچھ رتبہ نہین ہے مگر ہمنے سب سے اول شیخ کا حال اسلیئے لکھا ہے کہ ہندوستان مین اُس سے زیادہ کوئی مسلمان مصنّف مقبول اور مشہور نہین ہے اور خاصکر فارسی زبان کے شعرا مین میرے نزدیک کوئی شاعر اُسکے رتبہ کو نہین پہنچا - لیکن اگر زمانہ نے فرصت دی تو ہمارا ارادہ ہے کہ اور بھی چند مشہور اور ذی وقعت مصنفون کی سوانح عمری اور اُن کی تصنیفات کا بیان جدا جدا لکھین گے۔

اَلسَّعیُ مِنِّی وَالْاِتْمَامُ مِنَ اللّٰہِ ؕ

پہلا باب

شیخ کی سوانح عمری

شیخ کی سرگزشت بیان کرنے سے پہلے اُس مردم خیز خطہ کا مختصر حال لکھنا شاید بے محل نہوگا جسکی خاک سے ایسا مفید اور مقبول مصنّف پیدا ہوا - اورجہان سے علما و شعرا اور جلیل القدر مصنفون کی ایک جماعت کثیر عروج اسلام کے ہر طبقہ اور ہر صدی مین ظہور کرتی رہی ہے -

فارس اور شیراز کا حال

ایران کے جنوب مغربی حصہ مین خلیج فارس کے کنارہ پر پارس[۱] ایک خطہ ہے جسکو عرب فارس کہتے ہین - قدیم زمانہ مین تمام ایران کو پارس کہتے تھے لیکن اب خاص اِس حصہ کو پارس کہا جاتا ہے - اِس چھوٹی سی ولایت مین بہت سی قدرتی اور قدیم مصنوعی چیزین ایسی ہین کہ اُسکو دنیا کا نمونہ کہا جا سکتا ہے -

تقریبًا آدھا ملک پہاڑی اور آدھا میدانی ہے - اور جنوبی حد پر سمندر یعنی خلیج فارس سے ہے

---

[۱] - پارس جیسا کہ فرہنگ ناصری مین لکھا ہے ہوشنگ کے بیٹے کا نام تھا - اُسی کے نام سے قدیم زمانہ مین تمام ایران کو پارس کہتے تھے اور اہل یورپ اب بھی تمام ایران کو اسی لیے پرشیا یعنی پارس کہتے ہین لیکن جب سے کہ ایران کے ہر ایک صوبہ اور ولایت کا جدا جدا نام رکھا گیا اُس وقت سے پارس اِس خاص ولایت کو کہنے لگے -

آب وہوا کہین بہایت گرم ہے اور کہین بہایت سرد ہے - اکثر صحرا سرسبز وشاداب ہین - جابجا چشمے اور ندیان جاری ہین - صحراے شاپور مین جو کہ شیراز کے نواح مین ہے ایک وسیع قطعہ ہے جسکا نام شعب بوان ہے - عرب کے لوگ یہ سمجھتے تہے کہ دنیا مین چار تفرج گاہین ایسی ہین جنکا کہین نظیر نہین - صغد سمرقند[۱] - غوطۂ دمشق - نہر اُبلہ - اور شعب بوان اتابک ابوبکر بن سعد زنگی جسکے عہد حکومت مین شیخ نے گلستان لکہی ہے ہمیشہ فخر سے کہا کرتا تہا کہ میرے ملک مین دو چیزین ایسی ہین جو خوف اور اطمینان کی حالت مین بادشاہون کے لیے ناگزیر ہین - خوف کی حالت مین قلعہ سفید اور اطمینان کی حالت مین نزہت گاہ شعب بوان - اکثر شعراے عرب نے اِس قطعہ کی تعریف مین قصیدے لکھے ہین جن مین سے سلامی شاعر کا قصیدہ جو عضد الدولہ دیلمی کی فرمایش سے لکہا گیا تہا بہت مشہور ہے - ایک اور شاعر کہتا ہے ؎

عَلٰی شِعْبِ بَوَّانَ اسْتَرَاحَ مِنَ الْکَرْبِ		إِذَا أَشْرَفَ الْمَحْزُوْنُ مِنْ رَأْسِ قَلْعَةٍ

ترجمہ - جب غمگین آدمی قلعہ پر سے شعب بوان کی فضا کو دیکھتا ہے تو اوس کی تمام کلفتین دور ہو جاتی ہین -

فارس کے میوے عراق عجم مین جاتے ہین - گرم پانی کے چشمے اور سفید کانین فارس

[۱] صغد معرب سغد و نشیب کی زمین اور صغد سمرقند ایک نزہت گاہ سمندر کے قریب تہی غوطہ بہی نشیب کی زمین کو کہتے ہین - اور غوطہ دمشق کی ایک سیرگاہ دمشق مین تہی - اُبلہ بصرہ مین ایک پر فضا مقام تہا یہان ایک ندی تہی اُسکو نہر ابلہ کہتے تہے - یہ تینون مقام اور شعب بوان دنیا کے چار بہشت سمجھے جاتے تہے -

مین موجود ہین - فارس کے آثار قدیمہ دنیا کے اُن عجائبات مین سے ہین جنکو اگلے زمانے کے لوگ جن اور پری کے کام سمجھتے تھے - جیسے تخت جمشید نقش شاپور - دخمہ فریدون - در خانہ زردشت ان کا مفصل حال ایران کی انگریزی تاریخون مین مذکور ہے - انھی آثار قدیمہ کی نسبت عرفی شیرازی نے کہا ہے ؎

از نقش و نگار در و دیوار شکستہ		آثار پدیداست صنادید عجم را	

اسکے سوا اور بہت سی خصوصیتین ایسی ہین جنکے دیکھنے سے انسان کے قوی مین شگفتگی اور بالیدگی پیدا ہوتی ہے - یہی سبب ہے کہ فارس کے اکثر شہر مردم خیز سمجھے گیے ہین - جیسے یزد میبد - گازرون - فیروزآباد - بیضا - شیراز وغیرہ - ان شہرون مین کثرت سے علما و فضلا اور ادیب و شاعر پیدا ہوئے ہین جنکی تصنیفات مسلمانون مین ابتک موجود ہین - خصوصًا شیراز جو کہ صدہا سال ایران کا پائے تخت رہا ہے - مسلمان ایرانیون نے جس طرح قم کو دار المومنین اور یزد کو دار العباد کا خطاب دیا ہے اسی طرح شیراز کو دار العلم کے لقب سے ملقب کیا ہے اگرچہ شیراز کا علم و فضل زمانہ کے انقلاب اور سلطنت اسلامیہ کے تنزل سے اب نہایت پست حالت مین ہے لیکن اُسکی موجودہ نسلون کی حالت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی قدیم بزرگی اور برتری کے نشہ مین اب تک بدمست مین - حاجی لطف علی خان آذر نے اپنے تذکرہ مین لکھا ہے کہ شیراز کے چھوٹے بڑے جوان اور بوڑھے صحبت و مجلسون پر فریفتہ ہین - کسب معاش اس قدر کرتے ہین کہ کسی کے محتاج نہ ہون - تھوڑی سی آمدنی پر قانع رہتے ہین اور ہمیشہ سیرگاہون اور قہوہ خانون مین جمع ہوتے ہین -

شیراز کی بنیاد اسلام کے زمانہ مین پڑی ہے **محمد بن قاسم** جس نے مسلمانون مین سب سے اوّل ہندوستان پر لشکر کشی کی ہے شیراز کا بانی ہے یہ شہر پہلی صدی ہجری کے اخیر مین ایک نہایت سرسبز وشاداب قطعہ زمین پر آباد کیا گیا ہے - تقویم البلدان مین لکھا ہے کہ ”شیراز کے مکانات بہت وسیع اور بازار پُر رونق ہین اور گھر گھر نہر جاری ہے - شاید ہی کوئی مکان ایسا ہو جسمین ایک عمدہ باغ اور نہر نہ ہو“ پہر صفاریون[۵۱] اور دیلمیون[۵۲] کے عہد مین شیراز نے اور بہی زیادہ وسعت اور رونق حاصل کی - عضد الدولہ دیلمی کے زمانہ مین اُس کی آبادی اس درجہ کو پہنچی کہ شہر مین اہل لشکر کی گنجایش نہ رہی اور شہر کے باہر ایک جدید عمارت بنائی گئی جس کا نام سوق الامیر رکھا گیا اور اُسکے بیٹے صمصام الدولہ نے اس جدید عمارت کے گرد پختہ فصیل کھچوائی -

شیراز کی آب وہوا نہ زیادہ گرم ہے نہ زیادہ سرد بلکہ نہایت معتدل اور خوشگوار ہے - شیخ سعدی اور خواجہ حافظ اور اور اکثر پرانے اور نئے شاعرون نے شیراز کی تعریف مین اشعار اور قصیدے لکھے ہین ازانجملہ خواجہ حافظ کا یہ شعر مشہور ہے ؎

بده ساقی مے باقی که در جنت نخواہی یافت	کنار آب رکن باد و گلگشت مصلّی را

شیخ علی حزین نے بارہوین صدی ہجری مین جبکہ شیراز کی رونق بالکل جا چکی تہی اوسکو دیکھا ہے وہ اپنے سوانح عمری مین اُسکی بہت سی تعریف کے بعد لکھتا ہے کہ ”شیراز کی آب وہوا

[۵۱] - صفاریون مین تین بادشاہ ہوئے چالیس برس اُنکی سلطنت رہی -

[۵۲] - دیلمیون مین اٹھارہ بادشاہ ہوئے جنکی حکومت ۱۲۶ برس رہی ۱۲

دماغ کے ساتھہ نہایت مناسبت رکھتی ہے جسقدر رچا ہو کتاب کے مطالعہ اور فکر و غور مضامین
مین مصروف رہو کبھی جی نہ اُکتائے گا۔

اسمین شک نہین کہ شہر کا قدرتی موقع اور آب وہوا کی خوبی اور عمارات کی لطافت و
خوش اسلوبی باشندون کے خیالات اور قویٰ پر عجیب اثر رکھتی ہے یہی سبب ہے کہ شیراز
کے اکثر مشایخ اور علماء و شعرا پاکیزہ طبع اور لطیف و ظریف ہوئے ہین شیخ نے بوستان کے
دیباچہ مین اہل شیراز کو اُن تمام اشخاص پر ترجیح دی ہے جنسے وہ حالت سفر مین ملا تھا شیراز
سے جسقدر علما و مشایخ و شعرا و مصنّفین ابتدا سے اخیر تک اُٹھے ہین اور جنکا حال مسلمانون
کے تذکرون مین جابجا مذکور ہے اُن کی تعداد سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ اس شہر کی خاک
علم و ہنر کے ساتھہ کس قدر مناسبت رکھتی ہے اور شیخ کے کلام کی بے نظیر شہرت اور مقبولیت
سے ثابت ہے کہ شیخ کا وجود بھی شیراز کے لیے کچھہ کم باعث افتخار نہ تھا۔

شیخ کا نام ۔ نسب ۔ ولادت اور بچپن

اُس کا نام **شرف الدین** اور **مصلح** لقب اور **سعدی** تخلص ہے سر گور اوسلی
نے اُسکی ولادت[لہ] ۵۸۹ھ ہجری مطابق ۱۳۲۳ء مین لکھی ہے مگر تحقیق یہ ہے کہ وہ سال مذکور

لہ - اُسکی ولادت کا سال کسی نے نہین لکھا صرف سال وفات سب نے لکھا ہے یعنی ۶۹۱ھ ہجری اور اُسکی عمر ۱۰۲
یا ۱۱۰ یا ۱۲۰ برس کی بتائی ہے پس کم سے کم عمر ماننے سے اُسکی ولادت ۵۸۹ھ ہجری مین قرار پاتی ہے لیکن اس سے لازم
آتا ہے کہ ابوالفرج ابن جوزی جو بغداد مین اوس کا جلیل القدر اُستاد تھا اُسکی وفات کے وقت جو کہ قطعاً ۵۹۷ھ
مین ہوئی ہے شیخ کی عمر نو برس سے زیادہ نہوا ور یہ بالکل خلاف واقع ہے اسلیئے اُسکی عمر ۱۰۲ برس سے زیادہ تسلیم کرنی چاہیئے

سے بہت برسون پہلے اتابک مظفرالدین تکلہ بن زنگی کے عہد حکومت مین پیدا ہوا ہے۔ شیخ کی ولادت کے کئی برس بعد اتابک سعد زنگی اپنے بہائی تکلہ بن زنگی[ف۱] کی جگہہ تختِ شیراز پر متمکن ہوا تہا۔ چونکہ شیخ نے سعد زنگی کے عہد مین شعر کہنا شروع کیا تہا۔ اور نیز شیخ کا باپ عبداللہ شیرازی سعد کے ہان کسی خدمت پر مامور تہا اسلیے اُسنے اپنا تخلص سعدی قرار دیا۔ شیخ کا باپ جیساکہ اُسکے کلام سے معلوم ہوتا ہے ایک باخدا اور متورّع آدمی تہا۔ شیخ کے بچپن کا حال اس سے زیادہ معلوم نہین کہ نماز روزہ کے مسائل اُسکو بہت تہوڑی عمر مین یاد کرا دیے گیے تہے اور بچپن ہی مین اُسکو عبادت۔ شب بیداری اور تلاوت قرآن مجید کا کمال شوق تھا۔ عید اور تہوارون مین ہمیشہ باپ کے ہمراہ رہتا تھا اور کہین آوارہ پہرنے نہ پاتا تھا۔ باپ اُس کے افعال واقوال کی نگرانی عام باپون کی نسبت بہت زیادہ کرتا تھا اور بے موقع بولنے پر زجر و توبیخ کرتا تھا۔ شیخ نے اپنی تربیت کا بڑا سبب اسی باپ کی تادیب اور زجر و توبیخ کو قرار دیا ہے چنانچہ وہ بوستان مین کہتا ہے ؎

نہ ہامون نوشت و نہ دریا شگافت	ندانی کہ سعدی مکان از چہ یافت
خداداد ش اندر بزرگی صفا	بخوردی بخورد از بزرگان قفا

لیکن شیخ کے بعض اشعار سے ثابت ہوتا ہے کہ باپ اُسکو کم سن چہوڑ کر مر گیا تہا۔

ف۱ - بوستان مین تکلہ کو شاہان پیشین مین لکھا ہے حالانکہ سعدی اُسکے وقت مین پیدا ہولیا تہا اس کا سبب یہ ہے کہ بوستان تکلہ سے چوتہے بادشاہ یعنی ابوبکر کے عہد مین لکھی گئی ہے پس شاہان پیشین سے وہ بادشاہ مراد ہین جو ابوبکر سے پہلے تہے نہ وہ جو سعدی سے پہلے تہے۔

باپ کی وفات کے بعد غالبًا شیخ کی والدہ نے اُسکو تربیت کیا ہوگا کیونکہ اسکے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ جوانی کی حالت مین اُسکی مان زندہ تھی - کئی تذکرون مین یہ لکھا ہے کہ علامہ قطب الدین شیرازی جو کہ محقق طوسی کا شاگرد رشید اور ہولاکو خان کا مصاحب خاص تھا شیخ کا ماموں یا قریب کا رشتہ دار تھا مگر بعض تذکرون سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شیخ اور علامہ کے باہم ایسی بے تکلفانہ ہنسی اور چہل ہوتی تھی جو مامون بھانجون مین نازیبا معلوم ہوتی ہے - بہرحال شیخ اور علامہ دونون ہمعصر تھے اور شاید کچھ قرابت بھی رکھتے ہون -

شیخ کی تعلیم کا حال

اگرچہ شیخ کا باپ ایک درویش مزاج آدمی تھا اور بچپن مین شیخ کو بہ نسبت علم حاصل کرنے کے زہد عبادت اور صلاح وتقوی کی زیادہ ترغیب دی گئی تھی - اس کے سوا شیخ ابھی جوان نہ ہونے پایا تھا کہ باپ کا انتقال ہوگیا - مگر اُس نے ہوش سنبھالتے ہی شیراز اور اُسکے قرب وجوار مین علما ومشائخ اور فصحا وبلغا کی ایک جماعت کثیر اپنی آنکھ سے دیکھی تھی اور اُن سے بھی زیادہ ایک جم غفیر کا شہرہ جو خطۂ فارس مین اہل کمال ہوگزرے تھے بزرگون سے سنا تھا - قاعدہ ہے کہ بزرگون اور کاملون کے دیکھنے یا اُنکی شہرت اور ذکر خیر سننے سے ہونہار لڑکون کے دل مین خودبخود اُنکی ریس اور پیروی کرنے کا خیال پیدا ہوتا ہے - اسلیئے تحصیل علم کا شوق اُسکو دامنگیر ہوا - اگرچہ دار العلم شیراز مین تحصیل علم کا سامان مہیا تھا علمائے جلیل القدر درس وتدریس مین مشغول رہتے تھے - مدرسہ عضدیہ جو کہ عضد الدولہ دیلمی نے قایم کیا تھا اور اُسکے سوا اور مدرسے وہان موجود تھے لیکن

اُسوقت ایسی ابتری اورخرابی پھیلی ہوئی تھی کہ اہل شیراز کو ایک دم اطمینان نصیب نہ تھا - اگرچہ اتابک سعد بن زنگی نہایت عادل رحم دل بامروت اورفیاض بادشاہ تھا مگر اُس کی طبیعت مین اولو العزمی حد سے زیادہ تھی - اکثر شیراز کو خالی چھوڑ کر عراق کی حدود مین لشکر کشی کرتا رہتا تھا - اور اپنی مہمات کے شوق مین ممالک محروسہ کو بالکل فراموش کر دیتا تھا - اُس کی غیبت کے زمانہ مین اکثر مفسد لوگ میدان خالی پاکر اطراف وجوانب سے شیراز پر چڑھ آتے تھے اور قتل وغارت کرکے چلے جاتے تھے - چنانچہ ساتوین صدی کے آغاز مین اول اتابک اوزبک پہلوان نے اور پھر چندروز بعد سلطان غیاث الدین نے بہت سے لشکر کے ساتھ آکر شیراز کو ایسا تاخت وتاراج کیا کہ اُسکی تباہی اور بربادی مین کوئی دقیقہ باقی نہ رہا ایسی حالت مین تحصیل علم کی فرصت شیخ کو وطن مین ملنی دشوار بلکہ ناممکن تھی - اسکے علاوہ امن کے زمانہ مین بھی وطن کے مکروہات اور موانع ہمیشہ تحصیل علم مین رخنہ انداز ہوتے ہین - یہ اسباب تھے جنھون نے شیخ کو ترک وطن پر مجبور کیا - چنانچہ ذیل کے اشعار مین اُس نے شیراز سے تنگ آکر بغداد جانے کا ذکر کیا ہے ؎

دلم از صحبت شیراز بکلی بگرفت سعدیا حب وطن گرچہ حدیثیست صحیح	وقت آنست کہ پرسی خبر از بغداد م نتوان مرد بسختی کہ من اینجا زادم

ترجمہ - میرا دل شیراز کی صحبت سے تنگ آگیا - اب وہ وقت ہے کہ مجھسے بغداد کا حال پوچھو - اسے سعدی وطن کی محبت اگرچہ صحیح بات ہے - مگر اس ضرورت سے کہ مین یہان پیدا ہوں سختی سے مرا نہین جاتا -

اُس زمانہ مین مسلمانون کے بشیمار مدرسے بلادِ اسلام مین جا بجا کہلے ہوئے تہے جہان دور دور سے طالبعلم آ آکر علم تحصیل کرتے تہے - ہرات - نیشاپور - اصفہان - بصرہ اور بغداد مین خواجہ نظام الملک طوسی وزیر الپ ارسلان کے بنائے ہوئے مدرسے آباد اور معمور تہے اِن کے سوا شام[۵] - عراق اور مصر وغیرہ جگہہ جگہہ مدرسے جاری تہے لیکن سب سے زیادہ شہرت نظامیۂ بغداد نے حاصل کی تہی جسکو خواجہ نظام الملک طوسی نے ۴۵۹ھ مین بنوایا تہا ہزارون جلیل القدر عالم اور حکیم اِس مدرسہ سے تعلیم پاکر نکلے ہین جنکی تصنیفات اب تک مسلمانون مین موجود ہین - یہ مدرسہ اسقدر نامور تہا کہ جو علماء یہان کے پڑہے ہوئے مشہور ہو جاتے تہے پہر اُن کے مستند اور ذی اعتبار ہونے مین کسیکو شبہ نہ رہتا تہا - امام ابو حامد غزالی - شیخ عراق عبد القاہر سہروردی - استاد الائمہ ابو حامد عماد الدین موصلی اور اور بڑے بڑے جلیل القدر عالمون نے اسی مدرسہ مین تعلیم پائی تہی - شیخ کو اس مدرسہ مین آنے کی ترغیب اس سبب سے اور بہی زیادہ ہوئی ہوگی کہ اوس کا ہموطن شیخ ابو اسحاق شیرازی

---

[۵] - اِن مین سے مدرسہ ناصریہ ملک الناصر صلاح الدین کا بنایا ہوا قبرس مین اور مدرسہ رواحیہ رواحہ کے پوتے زکی ابو القاسم ہبۃ اللہ کا - اور نیز مدرسۃ الشام خاتون بنت ایوب خواہر صلاح الدین کا اور دار الحدیث ملک عادل بن ایوب کا دمشق مین اور مستنصریہ خلیفہ مستنصر باللہ کا بغداد مین اور صاحبیّہ وزیر صفی الدین کا قاہرہ مین اور نوریہ نور الدین ارسلان شاہ صاحب موصل کا موصل مین بہت مشہور تہے - انکے سوا جیسا کہ تاریخ ابن خلکان سے معلوم ہوتا ہے اور بہت سے مدرسے جیسا مدرسہ ثقفیہ - قاہریہ - عزیزیہ - عزیّہ - زینیہ - نفیسیہ - علآنیہ وغیرہ وغیرہ بیت المقدس - موصل - بغداد - دمشق اور اسکندریہ وغیرہ مین موجود تہے -

جس کا علم وفضل شہرہ آفاق تھا مدت تک اس مدرسہ کا متولی رہا تھا - جبوقت نظام الملک نے
بغداد مین یہ مدرسہ قایم کیا تھا توسب سے اول یہان کا متولی شیخ ابواسحاق کو مقرر کیا تہا اور
اس سبب سے اہل شیراز کو اس مدرسہ سے ایک خاص نسبت اور لگاؤ تھا -

الغرض شیخ نے مدرسہ نظامیہ مین جاکر تحصیل علم شروع کی - اور جیسا کہ بوستان مین
اُس نے تصریح کی ہے وہان سے اُسکے لیے کچھہ وظیفہ بھی مقرر ہوگیا تھا - بغداد مین
جن لوگون سے شیخ نے پڑہا تھا اون مین سب سے زیادہ مشہور اور نامور شخص علامہ ابوالفرج
عبدالرحمٰن ابن جوزی ہے جسکا لقب جمال الدین ہے - یہ شخص حدیث اور تفسیر مین اپنے
وقت کا امام تہا - بیشمار کتابین اسکی تصنیفات سے ہین - لکھتے ہین کہ اوس نے مرتے وقت
وصیّت کی تہی کہ مینے جن قلمون سے حدیث لکھی ہے اُن کا تراشہ میرے حجرے مین ہے - مرنیکے
بعد جب مجھکو نہلائین تو غسل کیلئے اُس تراشہ سے پانی گرم کرین - چنانچہ اسکی وصیت کے مطابق
عمل کیا گیا - اور پانی گرم ہو کر کچھہ تراشہ بچ رہا -

جس زمانہ مین شیخ بغداد مین علامہ ابن جوزی سے پڑہتا تھا اُسوقت شیخ کی جوانی کا
آغاز تھا - دولت شاہ سمرقندی اور سرگور اوسلی نے لکہا ہے کہ ابن جوزی سے تحصیل علم
کرنے کے بعد شیخ نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رح سے بیعت کی تہی اور اُن سے علم
تصوف اور طریق معرفت وسلوک حاصل کیا - اور پہلی مرتبہ انہین کے ساتھہ بیت المقدس کے
حج کو گیا - مگر یہ بات بالکل غلط ہے - کیونکہ شیخ سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی وفات
سنہ ۵۶۱ھ ہجری مین یعنی شیخ سعدی کی ولادت سے بہت پہلے ہوچکی تہی - البتہ اس مین شک

نہین کہ شیخ شہاب الدین سہروردی سے اُسکو صحبت رہی ہے اور ایک بار سفر دریا مین وہ اُنکے ساتھ رہا ہے -

شیخ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ طالب علمی کے زمانہ مین اُسکے ہم عمر اور ہمسر لوگ اُسکی خوش بیانی اور حُسن تقریر پر رشک کرتے تھے - چنانچہ ایک بار اُسنے اُستاد سے شکایت کی کہ فلان طالب علم مجھ کو رشک کی نگاہ سے دیکھتا ہے جب مین آپس مین بیٹھکر مسائل علمیہ بیان کرتا ہون تو وہ حسد سے جل جاتا ہے اُستاد یہ سنکر شیخ پر غصے ہوا اور یہ کہا کہ اورون کے رشک وحسد کی تو شکایت کرتے ہو اور اپنی بدگوئی اور غیبت کو بُرا نہین سمجھتے - تم دونون اپنی عاقبت خراب کرتے ہو وہ رشک وحسد سے اور تم بدگوئی وغیبت سے -

شیخ کو بچپن سے جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے فقر اور درویشی کی طرف زیادہ میلان تھا - طالب علمی کے زمانہ مین بھی وہ برابر وجد وسماع کی مجلسون مین شریک ہوتا تھا - اور علامہ ابوالفرج ابن جوزی ہمیشہ اُسکو سماع سے منع کرتا تھا مگر شیخ کو سماع کا ایسا چسکا تھا کہ اِس باب مین کسی کی نصیحت کارگر نہوتی تھی - لیکن علماء کی سوسائیٹی آہستہ آہستہ اُسکے دل مین گھر کرتی جاتی تھی - آخر ایک روز کسی مجلس مین اُسکو ایک بدآواز قوال سے پالا پڑا اور بضرورت ساری رات اُس مکروہ صحبت مین بسر ہوئی صحبت کے ختم ہونے پر آپ نے سر سے منڈا سا اوتارا اور جیب مین سے ایک دینار نکالا اور یہ دونون چیزین قوال کی نذر کین - اصحاب مجلس کو اِس حرکت سے تعجب ہوا - شیخ نے یارون سے کہا کہ مینے آج اِس شخص کی کرامت مشاہدہ کی ہے - میرا مربی اُستاد ہمیشہ سماع سے منع کرتا تھا مگر مینے اُسکے حکم کی تعمیل نہ کی

اور برابر سماع مین شریک ہوتا رہا - آج خوش قسمتی سے اس مبارک جلسے مین آنا ہوا اور اس بزرگوار قوال کے تصرف سے مین نے ہمیشہ کے لیے سماع سے توبہ کی -

شیخ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ مدرسہ کی صحبت سے عالم طالب علمی ہی مین تصوف اور درویشی کے خیالات اُس کے دل سے اُتر گیے تھے - وہ لکھتا ہے کہ ایک شخص خانقاہ کو چھوڑ کر مدرسہ مین چلا آیا - مین نے پوچھا کہ عالم اور درویش مین کیا فرق دیکھا جو اُس طریقہ کو چھوڑ کر اس کوچہ مین قدم رکھا - کہا درویش صرف اپنی جان بچانے مین کوشش کرتے ہین اور علمار یہ چاہتے ہین کہ اپنے ساتھ ڈوبتون کو بھی بچائین -

شیخ نے شعر مین اکثر یہ بات جتائی ہے کہ اُسکو کسی سرزمین کے ساتھ عراق یا بغداد سے بڑھکر تعلق نہین رہا - چنانچہ ایک جگہ لکھتا ہے ؎

بعد از عراق جائے خوش ندیدم ہوائے	ساقی بزن نوائے زان پردۂ عراقی

جس زمانہ مین شیخ نظامیہ بغداد مین پڑھتا تھا اگرچہ اُسوقت حقیقت مین عباسیون کی خلافت کا خاتمہ ہوچکا تھا مگر ظاہری شان و شوکت ہارون اور مامون کے عہد کو یاد دلاتی تھی - عباسیہ کا اخیر خلیفہ مستعصم باللہ سریر سلطنت پر متمکن تھا - اور اُسکے عہد مین گویا بغداد کی خلافت نے چند روز کے لیے سنبھالا لیا تھا - اطراف عالم کے اکابر و اشراف اور ہر علم و فن کے ماہر اور ارباب حرفت و صنعت مدینۃ السلام بغداد مین جمع تھے عیش و عشرت کے سامان حد سے زیادہ ہر طرف مہیا نظر آتے تھے - خلیفہ کی عظمت اور رعب و داب سے بڑے بڑے جلیل القدر بادشاہ لرزتے تھے - اور بڑے بڑے شہریار اور فرمان روا بارگاہ خلافت مین مشکل سے باریاب ہوتے تھے

قصر خلافت کے آستانہ پر ایک پتھر بمنزلہ حجرالاسود کے پڑا ہوا تھا۔ جسکو امرا اور اعیان سلطنت قصر خلافت مین داخل ہوتے وقت بوسہ دیتے تھے تہوارون مین جس راہ سے خلیفہ کی سواری نکلتی تھی وہان ایک مدت پہلے سے رستہ کے تمام منظر اور بالاخانے کرایہ دارون سے رک جاتے تھے۔ الغرض عباسیہ کا یہ آخری جاہ وجلال شیخ نے اپنی آنکھ سے دیکھا تھا۔ اور پھر اُسی آنکھ سے اُس دارالخلافہ کا بے چراغ ہونا جو چھ سو برس بوسہ گاہ ملوک وسلاطین رہا تھا اور اس خاندان کی بربادی جسکا سایۂ اقتدار یوروپ۔ ایشیا اور افریقہ پر برابر پڑتا تھا اور خلیفہ اور اسکی اولاد اور ہزارہا بنی عباس اور کئی لاکھ اہل لشکر اور اہل بغداد کا تاتاریون کی تیغ بیدریغ سے قتل ہونا اور عرب کے سطوت اور اقتدار کا ہمیشہ کے لیے صفحۂ روزگار سے مٹ جانا مشاہدہ کیا تھا۔ شیخ نے وہ تمام اسباب بھی دیکھے تھے جو مستعصم باللہ کی تباہی اور عباسیہ کے زوال کا باعث ہوئے اور وہ ظلم وستم بھی اُس کی آنکھون کے روبرو گزرے تھے جو ہلاکو خان کے خونخوار لشکر نے بغداد مین برپا کیے اِن حوادث وواقعات کا تماشا شیخ کے لیے ایک نہایت عمدہ سبق تھا جس نے اُسکے دل مین قوم کی دلسوزی بادشاہون کی اصلاح رعایا کی ہمدردی اور ہر طبقہ کے لوگون کی بھلائی کا خیال پیدا کر دیا تھا اور اُسی خیال کی بدولت اُس نے اپنی تمام عمر ابنائے جنس کی نصیحت اور خیراندیشی مین صرف کی۔ مستعصم باللہ کا نہایت دردناک مرثیہ شیخ نے اُسوقت لکھا ہے جب کوئی شخص اُس کا رونے والا اور خود اسلام کے سوا کوئی اُس کا ماتم دار اور سوگوار دنیا مین باقی نہ تہا۔ اِس مرثیہ کی چند ابیات اس موقع پر نقل کرنی مناسب معلوم ہوتی ہین۔

ابیات

	اشعار		ترجمہ
۱	آسمان را حق بود گر خون ببارد بر زمین بر زوال ملکِ مستعصم امیر المومنین	۱	آسمان کا فرض ہے کہ مستعصم کی تباہی پر زمین پر خون برسائے۔
۲	ای محمدؐ گر قیامت می برآری سر ز خاک سر برآور وین قیامت درمیانِ خلق بین	۲	اے محمد صلعم اگر آپ قیامت ہی کو مرقد سے باہر نکلین گے تو ابھی نکلکر قیامت دنیا مین دیکھ لیجئے۔
۳	نازنینانِ حرم را خون حلق نازنین ز آستان بگذشت و ما را خون دل از آستین	۳	محل کے نازپروردون کے حلق کا خون ڈیوڑھی سے بہ گیا اور ہمارے دل کا خون آستین سے ٹپک نکلا۔
۴	زینہار از دورِ گیتی و انقلابِ روزگار در خیال کس نگشتی کاینچنان گردد چنین	۴	زمانہ کی گردش اور دنیا کے انقلاب سے پناہ مانگنی چاہیئے یہ بات کسی کے خیال مین بھی نہ آتی تھی کہ یون سے یون ہوجائیگا۔
۵	دیدہ بردار ایکہ دیدی شوکتِ بیت الحرام قیصرانِ روم سر بر خاک و خاقان بر زمین	۵-	جنہون نے اُس بیت الحرام کی شان و شوکت دیکھی ہے جہان روم کے قیصر اور چین کے خاقان خاک پر

	اشعار		ترجمہ
			سر گڑھاتے اور زمین پر بیٹھتے تھے وہ ذرا آنکھ اُٹھا کر دیکھیں -
۶	خون فرزندان عم مصطفی است ریختہ ہم بر آن خاکی کہ سلطانان نہادندے جبین	۶	کہ پیغمبر خدا کے بنی عم کا خون اُس خاک پر بہ گیا جہان سلاطین ماتھا رگڑتے تھے -
۷-	بعد ازین آسایش از دنیا نباید چشم داشت قیر در انگشتری ماند چو برخیزد نگین	۷-	آیندہ دنیا سے آرام کی توقع رکھنی نہین چاہیئے کیونکہ انگوٹھی پر سے جب نگین جاتا رہتا ہے تو نری کلونس رہجاتی ہے -
۸	دجلہ خونابست زین پس گر نہد سر در نشیب خاک نخلستان بطحا را کند با خون عجین	۸	دجلہ کا پانی یکسر لہو ہو گیا ہے اگر اب جاری رہے گا تو نخلستان بطحا کی خاک کو خون سے رنگین کر دیگا -
۹-	نوحہ لائق نیست بر خاک شہیدان زانکہ ہست کمترین دولت مر ایشانرا بہشت برترین	۹-	شہیدون کی خاک پر نوحہ کی کیا ضرورت ہے کیونکہ اُنکے لیے ادنی نعمت فردوس برین ہے -
۱۰	لیکن از روے مسلمانی وراہ مرحمت	۱۰-	ہان مگر رحم اور اسلام کی ہمدردی کے

ترجمہ			اشعار	
سبب دوست کا دل دوست کی جدائی مین کڑھتا ہے -			مہربان رادل لبسوز ددر فراق ناز نین	
کل تک صبر کرو قیامت کے دن دیکھہ لینا کہ قبر سے اہل قبر لہو بھرا مونہ لیکر اُٹھین گے -	۱۱-		باش تا فردا کہ بینی روز داد و رستخیز کز لحد با روی خون آلودہ برخیزد دفین	۱۱
یار دنیا پر بھروسا کرنا اور اُس سے دل لگانا نہین چاہیئے کیونکہ آسمان کبھی دوست ہے اور کبھی دشمن -	۱۲		تکیہ بر دنیا نباید کرد دل بروی نہاد کاسمان گاہی مہر است ای برادر گہ کین	۱۲-
شجاعت کا زور موت پر غالب نہین آسکتا اور جب قضا آتی ہے تو رائے صائب کی قوت جاتی رہتی ہے -	۱۳		زور بازوی شجاعت بر نیاید با اجل چون قضا آید نماند قوت رای رزین	۱۳
جس بہادر کی گہات مین اجل ہوتی ہے اسکی اصیل تلوار لڑائی کے دن میان سے باہر نہین نکلتی -	۱۴		تیغ ہندی بر نیاید روز ہیجا از نیام شیر مردیرا کہ باشد مرگ پنہان در کمین	۱۴
جب نصیبہ پلٹ گیا پہر اُسکا امتحان کرنا بیفائدہ ہے اور جب زین اُلٹا گیا پہر حملہ کرنا فضول ہے	۱۵		تجربت بیفائدہ است آنرا کہ برگردید بخت حملہ آوردن چہ سود آنرا کہ بر گردید زین	۱۵

	اشعار			ترجمہ
۱۶	اگر کسانند از پے مردار دنیا جنگجوی ای برادر گر خردمندی چو سیمرغان نشین		۱۶-	یار و مردار دنیا کے لیے گِدآپس مین لڑ رہے ہین اگر تم عقلمند ہو تو سیمرغون کی طرح الگ بیٹھو۔

شیخ پر بعض امامیہ نے یہ اعتراض کیا ہے کہ مستعصم باللہ جیسے نالائق اور نا شدنی خلیفہ کا مرثیہ لکھنا شیخ کی شان سے نہایت بعید تہا - اگرچہ اس بات کا انکار نہین ہوسکتا کہ مستعصم باللہ مین دانائی - نیکی اور انصاف بالکل نتھا - تکبر اور غرور نے اُسکے دماغ کو مختل کر دیا تہا - غفلت اور بے پروائی کی نوبت یہان تک پہونچی تہی کہ ایک بار اُسکے بیٹے ابوبکر نے اہل سنت کی حمایت اور طرفداری مین کرخ کے بنی ہاشم پر نہایت سخت ظلم اور تعدی کی جس کے بیان کرنے سے رونگٹے کہڑے ہوتے ہین مگر اُس نالائق خلیفہ نے اس کا کچہہ تدارک نہ کیا - لیکن اس سے شیخ کے مرثیہ لکھنے پر کچہہ اعتراض نہین ہوسکتا - مستعصم باللہ کو کیساہی نالائق اور قابل نفرین سمجھو - مگر یہ ضرور ماننا پڑے گا کہ اُسکے بگڑنے سے نہ صرف بنی عباس کی حکومت دنیا سے اُٹھہ گئی بلکہ مشرق سے مغرب تک جہان جہان عرب کے قدم جمے ہوئے تہے ایکبارگی اُنہین تزلزل آگیا اور چندروز مین اُنکا اقتدار صفحۂ ہستی سے یک قلم محو ہوگیا - پس جس شخص کے رگ و پے مین عرب کے خون کا ایک قطرہ بہی ملا ہوا تھا یا جس کے دل مین ایک ذرہ برابر اسلام کی حمیت تہی اُسکے لیے اس سے بڑہ کر اور کیا مصیبت ہوسکتی تہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بنی عم کا خون تاتاری وحشیون کے ہاتھ سے آب باران کی طرح بہایا گیا اور جس عمارت کی بنیاد

بنیاد خلفائے راشدین کے ہنرمند ہاتھون نے ڈالی تہی وہ چشم زدن مین ایک خاک کا ڈھیر ہوگیا - شیخ نے حقیقت مین مستعصم باللہ کا مرثیہ نہین لکھا بلکہ اسلام کا مرثیہ لکھا ہے - اور اگر اس موقع پر حسان بن ثابت موجود ہوتے تو اُن کو بہی ایسا ہی مرثیہ لکھنا پڑتا - مستعصم کے حال پر یہ شعر صادق آتا ہے ؎

ہمارے بعد بہت روئے ہمکو اہل وفا	کہ اپنے مٹنے سے مہر و رفا کا نام مٹا

القصہ شیخ مدرسہ نظامیہ سے نکلکر مدت دراز تک ایشیا اور افریقہ مین برابر سیر و سیاحت کرتا رہا جب کتاب کے مطالعہ سے اُسکا جی سیر ہوگیا تو نسخہ کائنات کا مطالعہ شروع کیا - بعض تذکرون مین لکھا ہے کہ اُسنے تیس برس کی عمر تک تحصیل علم کی ہے اور تیس برس سیر و سفر مین اور تیس برس تصنیف و تالیف مین اور تیس برس عزلت نشینی مین بسر کیے ہین - اگرچہ تیس تیس برس کے چار مساوی حصے مقرر کرنے تکلف سے خالی نہین - اور غالباً یہ مضمون منوشاستر سے اخذ کیا گیا ہے جسمین عمر کو ایسے ایسے تین یا چار حصون پر تقسیم کرنے کا حکم دیا گیا ہے مگر اسمین شک نہین کہ شیخ کی عمر کا بڑا حصہ تحصیل علم اور سیر و سفر مین بسر ہوا - نفحات الانس مین لکھا ہے کہ شیخ عالم صوفیون مین سے تہا اور علوم و آداب سے بہرۂ کامل رکھتا تہا - اگرچہ اُسکی شہرت طبقہ علما رمین اسقدر نہین ہوئی جس قدر زمرۂ شعرا مین ہوئی مگر اُس کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک محقق اور سُلجھا ہوا عالم تہا - بعض موقعون پر فقہا اور قضاۃ کے مجمعون مین اُسکا بحث اور مناظرہ کا اتفاق ہوا ہے اور اخیر کو اُسکی رائے سب پر غالب رہی ہے - ایک بار غالباً شام یا عراق کے کسی شہر مین جہان اُسکے جان پہچان کم تہے کسی تقریب سے قاضی شہر کی مجلس مین اُسکا گزر ہوا - اُسوقت

شیخ نہایت شکستہ حال تہا اور مجلس مین تمام علما، وفقہا کمال تزک واحتشام سے بیٹھے ستے - شیخ سادگی سے سب کے برابر جابیٹہا - خدام نے جھڑک کر وہان سے اُٹھا دیا اور مشکل سے پائین مجلس مین جگہہ ملی - اُسوقت کسی مسئہ مین گفتگو ہورہی تہی اور کسی سے وہ عقدہ حل نہ ہوتا تھا شیخ نے دور ہی سے باآواز بلند کہا کہ اگر مجکو اجازت ہو تو اِس باب مین مین بہی کچہہ کہون - سب شیخ کی طرف متوجہ ہو گیے اور ایک کم حیثیت آدمی کی ایسی جرأت پر سب کو تعجب ہوا - شیخ نے اس مسئلہ کو بہت خوبی اور فصاحت سے بیان کیا - چارون طرف سے تحسین وآفرین ہونے لگی قاضی نے مسند چہوڑ دی اور عمامہ سر سے اُتار کر شیخ کے سامنے رکہدیا - شیخ نے کہا یہ غرور کا اوزار مجہے نہین چاہیئے - جب لوگ مجکو حقیر اور ذلیل معلوم ہونگے تو پہٹے پرانے کپڑے والون سے مین بہی تمہاری طرح ناک چڑہاؤنگا - اسیطرح اور بہت سے طعن اور ملامت کے الفاظ کہہ کر وہان سے چلدیا - شیخ نے یہ اپنی سرگذشت بوستان مین اس طرح بیان کی ہے گویا کسی غیر شخص کی سرگذشت ہے مگر اخیر کے شعر سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اُسنے خاص اپنی روداد لکہی ہے -

شیخ کی تحصیل اور مبلغ علم کا حال دریافت ہونا مشکل ہے مگر ظاہرا یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُسنے فلسفہ اور حکمت کی طرف بہت کم توجہ کی تہی - زیادہ تر اُسکی ہمت دینیات اور علم سلوک وعلم ادب کی جانب مصروف رہی اور خاصکر وعظ اور خطابت مین جسکی تعلیم مدرسہ نظامیہ مین باقاعدہ طور سے ہوتی تہی اُسکو عمدہ دستگاہ تہی - طالب علمی ہی کے زمانہ مین جیسا کہ اوپر بیان ہوچکا ہے اُسکے ہم جماعت لوگ اُسکی خوش بیانی پر رشک کرتے ستے - معلوم ہوتا ہے کہ بلاد شام مین اُس نے ملتون وعظ کہا ہے - وہ لکہتا ہے کہ مین ایک دفعہ جامع بعلبک مین وعظ کہہ رہا تہا اور اہل مجلس نہات

افسردہ دل ستے جنکو کچہہ اثر نہ ہوتا تھا۔ مین اس آیت کے معنی بیان کر رہا تھا نحن اقرب الیہ من حبل الورید۔ کہ ایک راہرو وہان سے گذرا۔ اُسنے میرا بیان سنکر ایسا پرجوش نعرہ مارا کہ اور لوگ بہی اسکے ساتھہ چیت گیے اور تمام مجلس گرم ہو گئی۔

شیخ کو علاوہ علم وفضل کے اکثر زبانون سے واقفیت تہی۔ عرب۔ شام اور مصر وغیرہ مین رہتے رہتے وہان کی زبان گویا اُسکی مادری زبان ہو گئی تہی۔ وعظ اور بحث ومباحثہ اور تمام معاملات عربی زبان مین کرتا تھا۔ اور صرف روزمرہ کی بول چال ہی پر قدرت نہ تہی بلکہ عربی قصائد فصیح اور بامزہ اُسکے کلیات مین موجود ہین۔ اِسکے سوا بتخانہ سومنات کے قصہ مین اس نے ایک جگہہ ظاہر کیا ہے کہ وہ ژند کی زبان جانتا تہا۔ سرگور اوسلی لکھتے ہین کہ ایشیاٹک جرنل کے ایک پرچہ مطبوعہ ۱۸۴۳ع مین فرانس کے مشہور محقق ام گارسن ڈی ٹیسی نے لکھا ہے کہ "سعدی پہلا شخص ہے جس نے ہندوستانی زبان یعنی ریختہ مین جبکہ وہ سومنات اور گجرات مین آیا تہا شعر کہا ہے" مگر یہ ایک مغالطہ ہے جو نہ صرف محقق مذکور کو بلکہ اس سے پہلے ہندوستان کے تذکرہ نویسون کو بہی ہوا ہے اصل یہ ہے کہ دکن مین بہی ایک شاعر سعدی تخلص اس زمانہ مین ہوا ہے جب کہ ریختہ کی بنیاد پڑنی شروع ہوئی تہی۔ یہ خیال کیا گیا ہے کہ اسکی وفات کو تقریباً چارسو برس گذرے ہین کہتے ہین کہ ریختہ مین سب سے پہلے اُس نے شعر کہا ہے اور یہ تین شعر اس کے مشہور ہین۔

اشعار

مقنعہ جو دیدم بر رخش گفتم کہ یہ کیا دیت ہے	گفتا کہ دُرائے باور ے اِس ملک کی یہ ریت ہے

ہمنا تمہین کو دل دیا تم دل لیا اور دکھ دیا		ہم یہ کیا تم وہ کیا ایسی بھلی یہ پیت ہے
سعدی بگفتا ریختہ در ریختہ دُر ریختہ		شیر و شکر آمیختہ ہم ریختہ ہم گیت ہے

مرزا رفیع سودا نے اپنے تذکرہ مین اُن اشعار کو شیخ سعدی شیرازی کے نام پر لکھا ہے مگر حکیم قدرت اللہ خان قاسم نے اپنے تذکرہ مین لکھا ہے کہ اس شخص کو سعدی شیرازی سمجھنا جیسا کہ بعض تذکرہ نویسون نے دہوکا کہایا ہے محض غلط ہے -

سر گور اوسلی نے یہ بہی لکھا ہے کہ شیخ کی ایک نظم دیکھی گئی ہے جس مین اُسنے اشارہ مختلف زبانین اُن ملکون کی لکھی ہین جہان جہان وہ سیاحی کو گیا ہے - اس بیان مین ظاہر کچھہ مبالغہ نہین معلوم ہوتا کیونکہ ایک مدت دراز تک وہ ایشیا اور افریقہ کے مختلف ملکون مین سفر کرتا رہا ہے اور اکثر جگہہ اُس نے بہت بہت دیر تک قیام کیا ہے - شام - عراق - فلسطین - مصر - یمن اور ہندوستان مین مدت دراز تک مقام کرنا خود اُسکے کلام سے ثابت ہوتا ہے پس ضرور ہے کہ وہ اِن ملکون کی زبان سے کافی واقفیت رکہتا ہو اسکے سوا اسنے اور بہت سے ملکون کی سیر کی ہے جسمین سے اکثر کا ذکر گلستان اور بوستان مین کیا ہے -

شیخ کی سیاحت کا حال

سر گور اوسلی لکھتے ہین کہ مشرقی سیاحون مین ابن بطوطا کے سوا شیخ سعدی سے بڑہکر اور کوئی سیاح ہمنے نہین سنا - اُسنے ایشیاے کوچک - بربر - حبش - مصر - شام - فلسطین - آرمینیا - عرب جملہ ممالک ایران - اکثر ممالک توران - ہندوستان - روبار - دیلم - کاشغر -

اور جیحون سے آگے تک اور بصرہ وبغداد سے تہین[۱] وال تک کی سیر کی تہی" صاحب موصوف یہ بہی لکہتے ہین کہ شیخ کو چار دفعہ ہندوستان مین آنیکا اتفاق ہوا ہے - ازانجملہ ایک دفعہ پٹھان اغلمش کے وقت مین اور دو دفعہ خاص امیر خسرو سے ملنے کو دہلی مین آیا ہے" ہمارے نزدیک یہ مضمون بالکل بے سروپا ہے - اغلمش کوئی بادشاہ ہندوستان مین نہین ہوا شاید سلطان التمش کے دہوکے مین اغلمش لکھا گیا - بیشک شیخ نے اغلمش کا ذکر گلستان مین ایک جگہہ کیا ہے جہان یہ لکھا ہے کہ "سرہنگ زادہ را بر در سراے اغلمش دیدم" مگر ہندوستان مین کوئی اغلمش یا سراے اغلمش نہین سنی گئی - سعدی اور امیر خسرو کی ملاقات بہی ثابت نہین ہوتی - اگرچہ اکثر تذکرہ نویسون کو یہ شبہ ہوا ہے - شیخ آذری نے بہی اپنی کتاب جواہر الاسرار مین لکھا ہے کہ شیخ امیر کے دیکھنے کو شیراز سے ہندوستان مین آیا ہے - مگر اسکا کچھہ ثبوت نہین ہے بلکہ شیخ اور امیر خسرو کے عصر کا مقابلہ کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ شیخ کا امیر کے ملنے کیلئے آنا خلاف قیاس ہے خسرو کی ولادت سنہ ۶۵۱ ہجری مین ہوئی ہے جبکہ شیخ کی عمر ستر برس سے زیادہ ہوچکی تہی - اب اگر امیر خسرو کی شہرت بفرض محال پچیس برس ہی کی عمر مین ایران تک پہونچ گئی تہی تو اسوقت شیخ کی عمر تقریباً سو برس کی ہونی چاہیئے - پس یہ کیونکر خیال مین آتا ہے کہ ایک سو برس کا ضعیف جو شاعری مین یگانہ وقت اور مقبول خاص وعام ہو ایک پچیس برس کے لڑکے کی شہرت سنکر ایران سے ہندوستان مین آئے - البتہ معتبر حوالون سے اسقدر ثابت ہوتا ہے کہ

[۱] تہین وال سے مراد شاید سد سکندری ہے کیونکہ شیخ نے ایک جگہہ اپنے دیوان مین تصریح کی ہے کہ مین سد سکندری تک گیا ہون ۱۲

سلطان غیاث الدین بلبن کے بیٹے قاآن محمد سلطان ناظم ملتان نے جسکو خان شہید کہتے ہین شیخ سے دو بار درخواست کی کہ آپ شیراز سے یہان آئے - اور چونکہ امیر خسرو اسوقت محمد سلطان کے مصاحبون مین تھے اسلیئے انکا کلام بھی شیخ کے ملاحظہ کے لیے بھیجا - شیخ اسوقت بہت معمّر ہوگیا تھا اس سبب سے خود نہ آسکا - لیکن دونون دفعہ اپنے دو دیوان اپنے ہاتھ سے کے لکھے ہوئے خان شہید کو بھیجے اور امیر خسرو کی نسبت یہ لکھا کہ اس جوہر قابل کی تربیت اور قدر افزائی کرنی چاہیئے -

شیخ کا ہندوستان مین چار دفعہ آنا بھی ثابت نہین ہے - صرف بوستان سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے سومنات سے نکلکر ایکبار مغربی ہندوستان کا دورہ کیا ہے اور وہان سے بحر ہند اور بحر عرب کی راہ یمن اور حجاز مین پہنچا ہے -

شیخ کے سفر جسقدر گلستان اور بوستان سے ثابت ہوتے ہین اُنکی تفصیل یہ ہے کہ مشرق مین خراسان ترکستان اور تاتار تک گیا ہے اور بلخ و کاشغر وغیرہ مین مقیم رہا ہے جنوب مین سومنات تک آیا اور ایک مدت تک یہان ٹھیرا اور سومنات سے مغربی ہندوستان مین پھر کر دریا کی راہ سے عرب کو چلا گیا - شمال و مغرب کی طرف عراق عجم - آذربیجان - عراق عرب شام - فلسطین - اور ایشیائے کوچک مین بارہا اُسکا گذر ہوا ہے - اصفہان - تبریز - بصرہ کوفہ واسطہ - بیت المقدس - طرابلس الشرق - دمشق - دیار بکر - اور اقصائے روم کے شہرون اور قریون مین مدت دراز تک اُسکی آمد و رفت رہی ہے - مغرب کی جانب عرب اور افریقہ مین اوس کا بار بار جانا اور وہان ٹھیرنا معلوم ہوتا ہے - ہندوستان سے مراجعت کے وقت یمن مین

جانا۔صنعا مین ایک مدت تک قیام کرنا۔حجاز مین پہنچنا۔اسکندریہ۔مصر اور حبش کے واقعات اُسکے کلام مین مذکور ہین۔

شیخ نے دریا مین بھی بارہا سفر کیا ہے۔خلیج فارس۔بحر عمان۔بحر ہند۔بحر عرب۔بحر قلزم اور بحر روم مین اُسکے متعدد سفر ثابت ہوتے ہین چیمبرز انسائکلوپیڈیا مین لکھا ہے کہ وہ یوروپ کے اکثر ملکون مین پہرا ہے لیکن شیخ کے کلام سے کہین یہ بات ثابت نہین ہوتی۔اکثر تذکرہ نویس لکھتے ہین کہ شیخ نے چودہ حج پیادہ پا کیے ہین اور خود شیخ کے کلام سے بھی ایسا ہی ثابت ہوتا ہے وہ ایک سفر کا حال بوستان مین اِس طرح لکھتا ہے کہ بیابان فید مین ایک رات نیند کا ایسا غلبہ ہوا کہ مین چلتے چلتے سر راہ پڑکر سو رہا پیچھے سے ایک شتر سوار آیا اور اُس نے اونٹ کی نکیل میرے سر پر مار کر کہا کہ کیا تو نے مرنے کا ارادہ کیا ہے جو جرس کی آواز سنکر بھی نہین اُٹھتا بیابان فید جبکا اس حکایت مین ذکر ہے ایک صحرا ہے لق و دق چھہ سو میل لمبا اور چار سو میل چوڑا ہے۔جو حجاج کوفہ سے مکہ معظمہ کو جاتے ہین اُنکے رستہ کے بیچون بیچ فید ایک بستی ہے جس کے نام سے یہ صحرا مشہور ہے۔فید کوفے سے تقریبًا تین سو پچیس میل ہے اور اسیقدر مسافت پر وہان سے مکہ معظمہ ہے۔اِس صحرا مین پانی نہایت کمیاب ہے اور آبادی کہین نظر نہین آتی ایسی راہ سے پیادہ پا حج کو جانا ظاہر کرتا ہے کہ شیخ نے کیسی کیسی صعوبتین سفر مین اُٹھائی ہین۔

کریم خان زند نے اپنے عہد حکومت مین شیراز کے قریب ایک احاطہ بنوایا ہے جو ہفتن کے نام سے مشہور ہے اُسمین سات مجہول الاسم درویشون کی قبرین بنی ہوئی ہین اور احاطہ کے

دروازہ پر شیخ سعدی اور خواجہ حافظ کی شبیہین نصف قد کی لگی ہوئی ہین - کپتان کلارک نے جو بوستان کا ترجمہ انگریزی مین چھاپا ہے - اُس مین شیخ کی اُس تصویر[۵] کا فوٹوگراف بھی چھاپا ہے - شیخ کی شبیہ مین ایک کشکول اُسکے ہاتھہ مین اور ایک تبر اُسکے کندہے پر ہے جو کہ اُس ملک کے سفر کرنے والون کی خاص علامت ہے -

شیخ کے کلام سے بھی جا بجا یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہمیشہ بے سروسامان اور متوکل درویشون کی طرح سفر کرتا رہا ہے - اور بعض موقعون پر اُسکو حالت سفر مین نہایت سخت تکلیفین اور ایذائین پہنچی ہین -

ساتوین صدی ہجری اور بارہوین صدی عیسوی کے وسط مین جبکہ صلیبی لڑائیون کا سلسلہ فلسطین مین ختم نہوا تھا اور مسلمان اور عیسائیون کے باہم سخت خصومت اور عداوت ہو رہی تھی شیخ پر ایک سخت واقعہ گزرا ہے جسکا ذکر گلستان کے دوسرے باب مین کیا ہے - خلاصہ یہ ہے کہ ایکبار اہل دمشق سے ناراض ہوکر اُسنے بیابان قدس یعنی فلسطین کے جنگلون مین رہنا اختیار کیا تھا اور آدمیون سے ملنا جلنا چھوڑ دیا تھا - آخر وہان کے عیسائیون نے اُسکو پکڑ کر قید کرلیا - اُسوقت طرابلس الشرق یعنی مشرق کی تیپولی مین شہر کے استحکام اور حفاظت کے لیے شہر مین خندق تیار ہو رہی تھی اور یہودی اسیرون سے (جنکو یورپ کے عیسائی بلگیریا اور ہنگری وغیرہ سے گرفتار کرکے لائے تھے) مزدوری کا کام لیا جاتا تھا - شیخ کو بھی یہودیون کے ساتھہ خندق کے کام پر لگایا - مدت کے بعد حلب کا ایک معزز آدمی جو شیخ کا واقفکار

[۵] یعنی صاحب ایک سیاح نے اپنے ایران کے سفرنامہ مین اس تصویر کا حال مفصل لکھا ہے -

تہا اُس طرف سے گزرا اور شیخ کو پہچان کر اُس سے پوچھا کہ یہ کیا حالت ہے - شیخ نے کچھ درد انگیز اشعار پڑہے اور یہ کہا کہ خدا کی قدرت ہے - جو شخص یگانون سے کوسون بہاگتا تھا وہ آج بیگانون کے پنجہ مین گرفتار ہے - رئیس حلب کو اُسکے حال پر رحم آیا اور دس دینار دیکر شیخ کو قید فرنگ سے چہوڑا دیا اور اپنے ساتہہ حلب مین لے گیا - اسکی ایک بیٹی نا کتخدا تہی شیخ کا نکاح سو دینار مہر پر مقرر کر کے اُس کے ساتہہ کر دیا - کچھہ مدت وہان گذری - مگر بیوی کی بدمزاجی اور زبان درازی سے شیخ کا دم ناک مین آگیا - ایک بار اُس نے شیخ کو یہ طعنہ دیا کہ آپ وہی نہین جسکو میرے باپ نے دس دینار دیکر خریدا ہے ؟ شیخ نے کہا ہان بیشک مین وہی ہون دس دینار دیکر مجھے خریدا اور سو دینار پر آپکے ہاتہہ بیچا -

نفحات الانس مین لکھا ہے کہ شیخ نے بہت مدت تک بیت المقدس اور شام کے شہرون مین سقائی کی ہے - غالبًا یہ وہی زمانہ ہے جس کا ذکر اس حکایت مین کیا گیا ہے معلوم ہوتا ہے اُسپر ایسی ایسی تکلیفین اور سختیان اکثر گذری ہین - وہ گلستان مین ایک جگہہ لکھتا ہے کہ مینے کبھی زمانہ کی سختی اور آسمان کی گردش کا شکوہ نہین کیا - مگر ایک موقع پر دامن استقلال ہاتہہ سے چہوٹ گیا کہ نہ میرے پاؤن مین جوتی تہی اور نہ جوتی خریدنے کا مقدور تہا - اسی حالت مین غمگین اور تنگدل کوفہ کی جامع مسجد مین پہنچا - وہان ایک شخص کو دیکھا کہ جس کے پاؤن ہی سرے سے نہ تہے - اُسوقت مینے خدا کا شکر ادا کیا اور اپنے ننگے پاؤن غنیمت سمجھے -

عالم غربت مین کبھی کبھی عُسرت اور تنگی کا ہونا ایک لازمی امر تہا مگر شیخ ایسے موقعون پر خودداری کو ہاتہہ سے نہ دیتا تھا - ایک سال اسکندریہ مین جب کہ شیخ وہان موجود تھا نہایت

سخت قحط پڑا اور درویشون پر بہت سختی گذرنے لگی - اُس زمانہ مین وہان ایک ہیجڑا نہایت دولتمند تھا - غریبون اور پردیسیون کو اُسکے ہان سے کہانا یا نقدی ملتی تھی - کچہہ درویش جو غالبًا شیخ کے رفقا مین سے تے شیخ کے پاس آے اور اُس ہیجڑے کے ہان دعوت مین چلنے کی تحریک کی - شیخ نے اُنکے ساتھہ دعوت مین چلنے سے انکار کیا اور یہ کہا کہ شیر بہوک سے مارے مر ہی جائے تو بہی کتے کا جہوٹا نہین کہانا -

شیخ کے وقایع سفر مین جو کہ اُس نے گلستان اور بوستان مین بیان کیے ہین سب سے زیادہ عجیب سومنات کا واقعہ ہے جو بوستان کے آٹھوین باب مین مذکور ہے یعنی شیخ لکھتے ہین کہ جب مین سومنات مین پہنچا اور ہزارون آدمیون کو دیکھا کہ ایک بت کی پرستش کیلئے دور دور سے وہان آتے ہین اور اُس سے مرادین مانگتے ہین تو مجکو تعجب ہوا کہ جاندار ایک بیجان چیز کی کس لیے پرستش کرتے ہین - اس بات کی تحقیق کے لیے مینے ایک برہمن سے ملاقات پیدا کی - ایکروز اُس سے پوچہا یہ لوگ اس بیحس مورت پر کیون اسقدر فریفتہ ہین - اور اُس کے سامنے مورت کی سخت مذمت اور حقارت کی - برہمن نے مندر کے پوجاریونکو خبر کردی - سب نے مجکو آن کر گہیر لیا - مین نے مصلحتًا اُنکے سرگروہ سے کہا کہ مینے کوئی بات بداعتقادی سے نہین کہی - مین خود اس مورت پر فریفتہ ہون - لیکن چونکہ مین نووارد ہون اور اسرار نہانی سے ناواقف ہون اسلیے اسکی حقیقت دریافت کرنی چاہتا ہون تاکہ سمجھہ بوجہہ کر اسکی پوجا کرون - اُس نے یہ بات پسند کی اور کہا کہ آج رات کو تو مندر مین رہ - تجہہ کو اصل حقیقت معلوم ہوجائیگی - مین رات بہر وہان رہا صبح کے قریب تمام بستی کے مرد و عورت وہان جمع ہو گئے

اوراس مورت نے اپنا ہاتھہ اٹھایا جیسے کوئی دعا مانگتا ہے یہ دیکھتے ہی سب جے جے پکارنے لگے جب وہ لوگ چلے گیئے تو برہمن نے ہنسکر مجھسے کہا "کیون اب توکچھہ شبہ باقی نہین رہا"؟ مین ظاہرداری سے رونے لگا اوراپنے سوال پر شرمندگی اور انفعال ظاہر کیا۔ سب برہمنون نے مجھپر مہربانی کی اور میرا ہاتھہ پکڑکر اس مورت کے سامنے لیگئے۔ مینے مورت کے ہاتھہ پر بوسہ دیا اور بظاہر چند روز کے لیے برہمن بنگیا۔ جب مندر مین میرا اعتبار بڑہ گیا تو ایک روز رات کو جب سب چلے گیئے مینے مندر کا دروازہ تو بند کردیا اور مورت کے تخت کے پاس جاکر غور سے اِدہر اودہر دیکہنا شروع کیا۔ وہان مجھے ایک پردہ نظر آیا جسکے پیچھے ایک پوجاری چہپا ہوا بیٹہا تھا اوراوس کے ہاتھہ مین ایک ڈور تہی۔ معلوم ہوا کہ جب اُس ڈور کو کہینچتا ہے فوراً اُس مورت کا ہاتھہ اُٹھہ جاتا ہے اسی کو عام لوگ اُس کا کرشمہ سمجھتے ہین۔ اُس پوجاری نے جب دیکہا کہ راز فاش ہوگیا وہ کہسیانا سا ہوکر وہان سے بہاگا۔ مین بہی اُسکے پیچھے دوڑا اوراس خوف سے کہ کہین مجکو پکڑوا کر مروانہ ڈالے اُسکو پکڑ کر ایک کنوے مین گرادیا۔ اِس کے بعد فوراً مین وہان سے بہاگ نکلا اور ہندوستان ہوتا ہوا یمن کے رستہ حجاز مین پہنچا۔

اِس حکایت پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ ایک ایسے بڑے مندر مین جہان ہزار دن پوجاری اور سینکڑون بہجن گانیوالے مرد اور عورت اور سینکڑون جاتری شب و روز موجود رہتے تہے وہان ایک مشتبہ آدمی کو ایسا موقع کیونکر ملا کہ تمام مندر مین اُسکے سوا کوئی متنفس باقی نہ رہا اِسکے سوا ایسے سناٹے کے وقت جبکہ مندر مین کوئی متنفس موجود نہ تہا پردہ کے پیچھے ایک پوجاری کا ڈور تہام کر بیٹھنا کس غرض سے تھا اور کیون تہا۔

اِس اعتراض کے جواب مین صرف یہ کہا جا سکتا ہے کہ شاید اصل واقعہ لیعنی سومنات مین جانا اور
مندر مین ہندو بنکر رہنا اور ایک شخص کو اپنی جان کے خوف سے کنوے مین ڈہکیل کر بہاگ
جانا صحیح ہو مگر اُس صورت مین یہ ضرور ماننا پڑے گا کہ اس واقعہ کے تمام جزئیات کی تصویر
شیخ سے پوری پوری نہین کہچ سکی - اصل یہ ہے کہ جب کوئی واقعہ نظم مین بیان کیا جاتا ہے
تو شاعر کو اکثر وزن و قافیہ کی ضرورت سے کہین کہین اصل مدعا مین ضرور کمی بیشی کرنی پڑتی
ہے اور بعض اوقات وہ شاعرانہ خیالات کی رو مین بہکر اصل واقعہ سے دور جا پڑتا ہے - پس
اگر اس واقعہ سے کسی کی غرض متعلق نہین ہوتی تو کسی کی اُسکی طرف التفات نہین ہوتا - ورنہ
اہل غرض کو اسپر اعتراض کرنے کا موقع ملتا ہے - مثلاً شیخ نے بوستان کے اِسی باب مین
ایک بادشاہ زادہ کی حکایت صرف گیارہ بیت کی لکھی ہے - مطلب یہ ہے کہ گھوڑے سے گرکر
اسکی گردن کو ایسا صدمہ پہنچا تھا کہ وہ پہر نہ سکتی تہی مگر ایک حکیم کے علاج سے اچھی ہوگئی کسی
قدر صحت کے بعد جب طبیب ملنے کو آیا تو اُسکی طرف کچھ التفات نہ کیا - طبیب وہان سے دل
مین ناخوش ہو کر اُٹھہ کھڑا ہوا - دوسرے روز ایک دوا بہیجی کہ اسکی دہونی سے بالکل آرام ہو جائیگا
اوس سے بادشاہ کو ایک چھینک آئی اور اوسکی گردن جیسے چوٹ لگنے پر ہوگئی تہی ویسی ہی پہر
ہوگئی - اسی حکایت کو شیخ نے ایک اور ۴۳ بیت کی مثنوی مین جو بحر ہزج مین ہے بیان کیا ہی
اور یہ اُسکی کلیات مین موجود ہے - ان دونون مثنویون مین قصہ کے جزئیات مختلف ہین مختصر
حکایت مین سرزمین یونان کا حکیم اور طولانی حکایت مین صرف حکیم لکھا ہے - ایک جگہہ لکھا ہے
کہ ایک بوٹی بہیجی تہی اور دوسری جگہہ ایک تخم بہیجا تہا - ایک جگہہ بادشاہ کا قصہ لکھا ہے اور

دوسری جگہہ ایک بنرد آزما کا - ایک جگہہ لکھا ہے کہ اُسی دوا کی دہونی سے چھینک آئی دوسری جگہہ چھینک وغیرہ کا کچہہ ذکر نہین -

اِس سے صاف ظاہر ہے کہ نظم مین بشرطیکہ ناظم کو حسن بیان اور زینت الفاظ کا پورا پورا خیال ہو قصہ کے جزئیات کا اپنی اصلی حالت پر باقی رہنا نہایت دشوار ہے - پس بہ نسبت اسکے کہ شیخ پر غلط بیانی کا الزام لگایا جائے یہ بہتر ہے کہ اس کے بیان کو اس مقام پر ادائے مطلب مین قاصر سمجھا جائے -

شیخ کا سفر کے بعد وطن مین آنا

ہم اوپر لکھہ چکے ہین کہ شیخ نے سعد زنگی کے ابتدائے حکومت مین تحصیل علم کے لیے ترک وطن اختیار کیا تھا - سعد زنگی چھٹی صدی کے آخر مین تخت نشین ہوا اور ۶۲۳ھ ہجری مین وفات پائی - غالبًا شیخ شیراز سے نکلکر سعد زنگی کے زمانہ مین وطن نہین آیا - کیونکہ اُس نے شیراز سے چلتے وقت وہان کی حالت نہایت ابتر و خراب دیکھی تہی - اتابک اوزبک پہلوان اور سلطان غیاث الدین کے حملے اور شہر کا تاخت و تاراج ہونا اپنی آنکھ سے دیکھہ گیا تھا - مگر جب سعد زنگی کا بیٹا قتلغ خان ابوبکر اپنے باپ کی جگہہ تخت سلطنت پر متمکن ہوا تو اُس نے فارس کو جو دو سو برس سے مورد آفات و حوادث تھا چند روز مین سرسبز و شاداب کردیا - اگرچہ مورخین نے اسکی تعریف مین بہت مبالغے کیے ہین مگر اس مین شک نہین کہ اُسنے اپنی خوبیون کے سبب بے انتہا شہرت اور نیکنامی حاصل کی تہی - اطراف و جوانب سے مشائخ و

زہاد اُسکی شہرت سنکر آتے اور اُنکی کمال تعظیم واحترام کیا جاتا تہا۔ شیراز کی خانقاہین۔ عبادتخانے مدرسے اور مسجدین جو ویران ہوگئی تہین اُسکے عہد مین آباد کی گئین۔ اور ایسی عمارتون کی امداد کے لیے گانو اور جاگیرین وقف کین۔ ایک شفاخانہ شیراز مین بنوایا اور بڑے بڑے حاذق طبیب اُسپر مامور کیے۔ اپنی دانشمندی اور حسن تدبیر سے ملک فارس کو ہمیشہ مغول تاتار کے سیلاب بلا سے جسکی کہین پناہ نہ تہی محفوظ رکہا۔ اور ۶۲۳ھ سے ۶۵۸ھ تک سلطنت کی۔ مدت تک اُسکے عہد مین بہی شیخ نے شیراز کا رُخ نہین کیا اور اطراف وجوانب مین سیر وسیاحت کرتا رہا۔ مگر جب ابوبکر کا شہرہ دور ونزدیک برابر سننے مین آیا اور وطن کا اشتیاق بہی حد سے زیادہ گزرگیا اور وطن مین قرار واقعی امن وامان قایم ہوگیا تب شام سے عراق عجم ہوتا ہوا اور اصفہان مین ٹہیرتا ہوا جیسا کہ بوستان کی ایک حکایت سے مفہوم ہوتا ہے شیراز مین پہنچا۔ شیخ کی کلیات مین ایک قطعہ ملا ہے جس سے ثابت ہے کہ اُسنے ایک مدت دراز کے بعد ابوبکر سعد کے عہد مین شیراز کی طرف معاودت کی تہی۔ وہ قطعہ بجنسہ یہان نقل کیا جاتا ہے۔

قطعہ

	اشعار			ترجمہ
۱	ندانی کہ من در اقالیم غربت چرا روزگارے بکردم درنگے			تجکو معلوم نہین؟ کہ مین نے پردیس مین ایک مدت تک کیون توقف کیا۔

	اشعار		ترجمہ
۲	برون فتم از تنگ ترکان که دیدم جهان درهم اُفتاده چون موی زنگی	۲	مین ترکون کی چپقلش سے نکل بہاگا کیونکہ ملک حبشی کے بالون کی طرح ژولیدہ ہورہا تہا۔
۳	همه آدمی زاد بودند لیکن چو گرگان بخونخوارگی تیز چنگی	۳	سب آدمی کے بچے تہے لیکن خونخواری مین بہیڑیون کی طرح تیز ناخن رکہتے تہے۔
۴۔	درون مردمی چون ملک نیک محضر برون لشکرے چون هژبران جنگی	۴	شہر کے اندر فرشتہ خصلت لوگ تہے اور باہر شہر کے لوگ جنگی مانند شیرون کے تہے۔
۵۔	چو باز آمدم کشور آسوده دیدم پلنگان رها کرده خوئے پلنگی	۵	جب مین پلٹ کر آیا تو ملک کو آسودہ پایا کہ درندون نے درندگی کی خصلت چہوڑ دی تہی۔
۶	چنان بود در عهد اول که دیدم جهان پر ز آشوب و تشویش و تنگی	۶	اگلے زمانہ مین جبکہ ملک کو آشفتہ اور پریشان اور تنگ دیکھا تہا ملک کا وہ حال تہا۔
۷۔	چنین شد در ایام سلطان عادل	۷۔	اور اب بادشاہ عادل ابوبکر بن سعد

ترجمہ			اشعار	
زنگی کے عہد مین یہ حال ہوگیا ہے -			اتابک ابوبکر بن سعد زنگی	

شیراز مین پہنچکر ظاہرا شیخ نے جامۂ علم وفضیلت اُتار کر بالائے طاق رکھدیا تہا کیونکہ
اتابک ابوبکر مین باوجود اُن تمام خوبیون کے جو اوپر مذکور ہوئین ایک نہایت سخت عیب بہی
تہا - وہ ہمیشہ علما وفضلا سے بدگمان رہتا تہا اور جاہل فقیرون اور درویشون کو بہت کچھہ دیتا
اور اون کے ساتھہ کمال ارادت وعقیدت ظاہر کرتا - اسی بدگمانی کے سبب سے چند جلیل القدر
آئمہ وعلما کو اُس نے جبراً شیراز سے نکلوا دیا تھا - ازانجملہ امام صدر الدین محمود واعظ اور
امام شہاب الدین توروپشتی اور مولانا عزالدین ابراہیم قلیبی کو کہ اقسام علوم مین یگانۂ روزگار
تھے بہت زجرو تہدید کے ساتھہ شیراز سے نکلوا دیا - قاضی عزالدین علوی جو کہ سندی سید
اور دارالملک کا قاضی القضاۃ تھا اُس کا تمام مال واسباب ضبط کرلیا - صاحب سعید عمید الدین
اسعد کو جو کہ بے مثل ادیب تھا اور سعد زنگی کا نہایت عالی مرتبہ وزیر تھا ماخوذ کیا اور معہ
اُسکے بیٹے تاج الدین محمد کے ایک قلعہ مین قید کردیا یہان تک کہ وہ قید ہی مین مرگیا -

اسی سبب سے اہل علم اپنا کمال علمی ظاہر کرنیسے ڈرتے تہے اور اکثر جہلا مشائخ کے
لباس مین جلوہ گر ہوتے تہے - تاریخ وصاف مین لکھا ہے کہ ایک جاہل آدمی مشیخت مآب بنکر ابوبکر
کے دربار مین آیا - اتابک نے اُسکی بہت تعظیم وتکریم کی اور جب نماز مغرب کا وقت آیا تو اسی کو
امام بنایا - شاہ صاحب نے قرأت غلط پڑہی مگر جسقدر اُنہون نے قرأت مین غلطیان کین اُسیقدر

آتابک کو اُن کے ساتھہ زیادہ عقیدت ہوئی اور بہت کچھہ دیکر اُنہین رخصت کیا۔

پس شیخ کے لیے علما کے لباس مین رہنا زیادہ خطرناک تھا کیونکہ بہت سی صفات اُس مین ایسی جمع تہین جنکے سبب سے اُس کا مرجع خلایق بننا ایک ضروری امر تھا۔ مثلاً علم و فضل شاعری۔ لطیفہ گوئی و بذلہ سنجی فقر و درویشی وغیرہ وغیرہ اور اہل علم کے مرجع خلائق بنے سے ابوبکر ہمیشہ خائف رہتا تھا۔ اِسکے علاوہ بادشاہون اور عالمون کے چال چلن پر خوردہ گیری کرنی ریاکار فقیرون اور جاہل درویشون کی قلعی کہولنے اور اسی طرح کے اور بہت سے مفید خیالات اپنی نظم و نثر مین ظاہر کرنے شیخ کا اصلی مقصد تھا اور اس غرض کے لیے علما اور واعظین کے لباس مین رہنا ہرگز مناسب نہ تھا ظاہراً وہ اسی سبب سے جیسا کہ گلستان کے دیباچہ مین مذکور ہے ابوبکر کے دربار مین بہت کم جاتا تھا۔ زیادہ تر سعد بن ابی بکر کو جس کا نہایت دردناک مرثیہ شیخ کے کلیات مین موجود ہے۔ اس سے ارادت اور عقیدت تہی اور اُسی کے نام پر گلستان لکہی گئی ہے۔

خودمختار سلطنتون مین کوئی شے رائے کی آزادی اور خاصکر بادشاہون کے چال چلن پر آزادانہ رائے دینے سے زیادہ خطرناک نہین ہوتی۔ مگر شیخ نے جسکے وقت مین ہر بادشاہ حاکم علی الاطلاق تھا اس فرض کو پورا پورا ادا کیا۔ سلاطین عہد کے اخلاقی عیب اور اُنکی بدخصلتین جس طرح اُس نے بیان کی ہین آزاد سلطنتون مین بہی اس سے زیادہ لکہنی مشکل ہین مگر اُس نے ایسے لطیف پیرایون مین اُنپر چوٹین کی ہین کہ کسیکو اُسپر گرفت کا موقع نہین ملا۔ اکثر سلاطین سلف کی حکایتون کے ضمن مین موجودہ بادشاہون کے چال چلن پر اس نے

تعریفین کی ہین - کہین مدحیہ قصائد بین اول مدح و ستایش کی تہوڑی سی چاٹ دیکر نصیحت و
پند کا دفتر کہولا ہے اور اون کو ظلم اور تعدی کے بُرے نتایج سے متنبہ کیا ہے اور طرح طرح سے
رعیت کے حقوق جتائے ہین اور اون کی بے اعتدالیان ظاہر کی ہین - اتابک جو علما کا مخالف
اور مشایخ و زہاد کا حد سے زیادہ معتقد تہا اسکی تنبیہ کے واسطے گلستان اور بوستان مین اُسنے
بہت سی حکایتین لکہی ہین - مثلاً گلستان کی ایک حکایت مین کسی درویش کا حال لکہا ہے جو کہ جنگل
مین رہتا تھا اور درختون کے پتے کہاتا تھا - ایک بادشاہ اُسکی زیارت کو گیا اور اُسکو شہر مین لے آیا
اور ایک عمدہ بستانسرا مین اُتارا - چند روز جو اچہے اچہے کہانے کہانیکو اور نفیس کپڑے پہننے
کو اور خوبصورت لونڈیان خدمت کرنے کو ملین اور ہر طرح کے آرام و آسایش پائی شاہ صاحب
نے خوب رنگ و روغن نکالا - ہیئت و صورت بالکل بدل گئی - ایک دن بادشاہ قدمبوسی
کے لیے حاضر ہوا اور کہا جسقدر کہ مجکو علما اور زہاد سے محبت ہے ایسی اور کسی گروہ سے نہین فیلسوف
وزیر نے عرض کیا حضور! شرط دوستی یہ ہے کہ دونون کے ساتھ بہلائی کی جائے اور اسلیئے
علما کو روپیہ دینا چاہیئے تاکہ اطمینان سے درس اور تصنیف مین مصروف رہین اور زاہدون کو
کچہہ نہ دینا چاہیئے تاکہ وہ اپنے زہد پر قایم رہین -

ایک اور اس سے زیادہ لطیف اور چہبتی ہوئی حکایت اسی باب مین لکہی ہے جو بالکل
اتابک ابوبکر کی حالت کے مناسب ہے یعنی "ایک بادشاہ کو سخت مہم پیش آئی اُسنے منت مانی کہ
اگر اس مین کامیابی ہوگی تو اسقدر روپیہ زاہدون کی نذر کرونگا جب اُسکی مراد پوری ہوگئی تو اپنے
عہد کے موافق روپیون کی تہیلی غلام کو دی کہ زاہدون کو جا کر دے آئے غلام بہت ہوشیار اور

زیرک تھا۔ سارے دن ادہر اُدہر پہرا اور شام کو تہیلی ہاتھ مین لیے جیسا گیا تہا ویسا ہی چلا آیا اور عرض کیا حضور! ہرچند ڈہونڈا مگر کوئی زاہد نہین ملا۔ بادشاہ نے کہا تو کیا بکتا ہے! میرے نزدیک اس شہر مین چارسو زاہد سے کم نہونگے کہا حضور! جو زاہد ہین وہ لیتے نہین اور جو لیتے ہین وہ زاہد نہین۔ بادشاہ یہ بات سنکر ہنس پڑا اور فرمایا کہ جتنی مجکو درویشون اور خدا پرستون سے عقیدت ہے اُسی قدر اس مردود کو اِن سے عداوت ہے مگر کہتا سب سچ ہے" اسی طرح کی اور بہت سی حکایتین گلستان اور بوستان مین موجود ہین۔ گلستان کی ایک حکایت مین جو کہ جدال سعدی کے نام سے مشہور ہے اُسنے نہایت خوبصورتی سے سلاطین عہد اور مشائخ روزگار کے عیب اور برائیان بیان کی ہین۔ اِس حکایت مین اُسنے اپنا اور ایک درویش کا غالبًا فرضی مناظرہ لکھا ہے جسمین مخالف کو درویشون کا اور اپنے کو امیرون اور بادشاہون کا طرفدار اور مداح قرار دیا ہے مخالف بار بار درویشون کی تعریف اور دولتمندون کی مذمت کرتا ہے اور شیخ ہر دفعہ اُسکی تردید مین درویشون کے عیب اور امیرون کی خوبیان بیان کرتا ہے۔ مگر جیسی مضبوط دلیلین اپنے دعوے پر قایم کرتا ہے ویسی ہی مضبوط دلیلین خصم کی طرف سے لکھتا ہے۔ اور اِس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک فرضی مناظرہ ہے جو محض درویشون اور تونگرون کی تنبیہ اور اصلاح کے لیے لکھا گیا ہے۔

بادشاہون کے جور و ظلم اور بیباکی و سفاکی دیکہتے دیکہتے شیخ کے دل مین فی الواقع بنی نوع کی خیرخواہی کا سچا جوش پیدا ہوگیا تہا جسکو کوئی خوف اور اندیشہ روک نہ سکتا تہا۔ ایکبار جبکہ وہ حج کرکے تبریز مین پہنچا اور وہان کے علما اور صلحا سے ملاقات کی اُسنے یہ ارادہ کیا کہ خواجہ

شمس الدین جوینی صاحب دیوان اور اُسکا چھوٹا بہائی خواجہ علاء الدین جوینی جوکہ سلطان اباقا خان[۱] کے معتمد وزیر تھے اور شیخ کے ساتھہ خاص ارادت رکھتے تھے اُنسے بھی ملاقات کرے ایک روز اُن سے ملنے کا ارادہ کرکے چلا - راہ مین دیکھا کہ اباقا خان کی سواری آتی ہے اور اُسکے دونون وزیر اسکے ہمراہ سوار ہین - شیخ نے چاہا کہ وہان سے کترا کر نکل جاے - مگر دونون بہائیون نے اُسکو پہچان لیا اور فوراً گہوڑون سے اتر کر شیخ کی طرف آئے اور بہایت تعظیم اور ادب سے شیخ کو سلام کیا اور اُسکے ہاتھہ اور پاؤن پر بوسے دیئے بادشاہ نے جو یہ حال دیکھا حاضرین سے کہنے لگا کہ شمس الدین نے کبھی ہماری تعظیم بھی اِس راہ سے آدمی کی برابر نہین کی یہ کون شخص ہے ؟ جب دونون بہائی شیخ سے ملکر واپس آئے تو اباقا خان نے خواجہ شمس الدین سے پوچھا کہ یہ کون شخص تھا جسکی تمنے اسقدر تعظیم کی صاحب دیوان نے عرض کیا حضور یہ ہمارا شیخ ہے حضور نے سنا ہوگا شیخ سعدی اسی کا نام ہے اور اس کا کلام ایک عالم مین مشہور و معروف ہے - اباقا خان نے کہا کہ اس سے ہمکو بھی ملواؤ - چنانچہ دونون بہائی ایک روز شیخ کی خدمت مین گیے اور اُسکو بادشاہ کے حضور مین لائے - کسی قدر صحبت کے بعد جب شیخ چلنے لگا تو بادشاہ نے کہا کہ مجکو کچھہ نصیحت کرو - شیخ نے کہا دنیا سے آخرت مین کوئی چیز ساتھہ نہ جائیگی - مگر نیکی یا بدی - اب تمکو اختیار ہے جو منظور ہو سو لیجاؤ - اباقا خان نے کہا اِس مضمون کو نظم کردو تو بہتر ہو - شیخ نے اسی وقت یہ قطعہ نظم کرکے پڑہا ؎

شہے کہ پاس رعیت نگاہ میدارد	حلال باد خراجش کہ مزد چوپانی است
وگرنہ راعی خلق است - زہر مارش باد	کہ ہرچہ میخورد از جزیہ مسلمانی است

[۱] ہلاکو خان کا بیٹا جو اُسکے بعد بادشاہ ہوا ۱۲ -

اباقاخان قطعہ سنکر آبدیدہ ہوگیا اور کئی بار شیخ سے پوچھا کہ مین راعی ہون یا نہین - شیخ ہر بار یہی جواب دیتا تھا کہ اگر آپ راعی ہین تو پہلی بیت آپ کے مناسب حال ہے ورنہ دوسری بیت - اباقاخان شیخ کی اس آزادانہ پند و موعظت سے نہایت خوش ہوا اور شیخ کو بہت عزت سے رخصت کیا -

علی بن احمد جامع کلیات شیخ اس مقام پر لکھتا ہے کہ ہمارے زمانہ کے مشایخ و علما ایسی بیباکانہ نصیحت ایک بقال یا قصاب کو بھی نہین کر سکتے اور اسی لیے زمانہ کا جو حال ہے وہ سب پر روشن ہے -

مین کہتا ہون کہ شیخ کے یہ کلمات اُسوقت اور بھی زیادہ قدر کے لایق ہوجاتے ہین جب یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اباقاخان ہلاکوخان کا بیٹا اور چنگیزخان کا پوتا تھا جو اسلام اور مسلمانون کے جانی دشمن تھے - اگرچہ اباقاخان کو مسلمانون سے ویسی نفرت نہ تھی لیکن وہ بہرحال اسلام سے بیگانہ تھا اور ایک مسلمان شیخ یا واعظ کو اوسکے سامنے ایسی جرأت کرنی نہایت دشوار تھی ایسا کام اُسی شخص سے ہوسکتا ہے جسکو نہ جان کا خوف ہو نہ فائدہ کی اُمید جیسا کہ شیخ نے گلستان مین خود لکھا ہے "نصیحت بادشاہان گفتن کسے را مسلم است کہ بیم سر ندارد و اُمید زر"

سرداُانکیانو جو بعد زوال خاندان اتابکیہ کے ۶۶۲ھ ہجری مین سلطان اباقاخان کے حکم سے صوبہ فارس کی امارت اور حکومت پر مقرر ہوا تھا - ایک مغل صاحب ہیبت و شان نہایت رعب داب والا اور اپنے مذہب مین نہایت پختہ تھا - اور ہمیشہ علماے اسلام سے

مذہبی بحثین کیا کرتا تھا - اور اُسکی ہیبت سے بڑے بڑے اہل منصب لرزتے تھے - غالبًا اُس نے شیخ سے درخواست کی تہی جس کے موافق شیخ نے نثر مین ایک پندنامہ جو اُسکے کلیات مین موجود ہے سردار مذکور کے نام لکھکر بہیجا ہے - اِس پندنامہ کے دیکہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ کے بادشاہ - حاکم اور عامل شیخ کے کلام کی نہایت تعظیم کرتے تھے اور اوسکی تلخ نصیحتون کو شہد سے زیادہ شیرین سمجھتے تھے - سردار انکیانو کی شان مین شیخ نے قصائد بہی لکھے ہین جو سراسر نصیحت و پند سے بہرے ہوئے ہین یہانتک کہ بعض قصائد دو تین مدحیہ اشعار کے سوا سراسر پند و موعظت ہی مین ختم کردیے ہین -

شیخ کی عقیدت و ارادت ممالک ایران کے سوا شام وغیرہ مین بہی ایسی ہی تہی جیسی فارس اور عراق عجم مین - چنانچہ ایک دفعہ شیخ دمشق کی جامع مسجد مین حضرت یحیی کی تربت پر معتکف تھا - عرب کا ایک بادشاہ جو ظلم اور بے انصافی مین مشہور تہا مسجد مین آیا اور نماز و دعا سے فارغ ہوکر شیخ کے پاس گیا اور کہا مجکو ایک سخت دشمن سے حملہ کا اندیشہ ہے آپ میرے لیے دعا کرین - شیخ نے کہا کمزور رعیت پر رحم کرتا کہ زبردست دشمن سے محفوظ رہے جس نے بدی کا بیج بویا اور نیکی کی امید رکہی اُس نے ایک لغو خیال پکایا اور بیہودہ امید باندہی ہے -

اگرچہ سلطنت عہد کے اعیان و ارکان مین شیخ کے معتقد اور ارادتمند بیشمار تھے لیکن خواجہ شمس الدین صاحب دیوان جسکے نام پر شیخ نے اپنے ایک مجموعہ نظم کا نام صاحبیہ رکہا ہے اور اُس کا بہائی علاء الدین جس نے سب سے اول مغول تاتار کی فتوحات کے بیان مین

تاریخ جہان کشا لکہی ہے شیخ کے ساتھ ایک خاص قسم کا خلوص اور محبت یا عقیدت رکہتے تھے - اس مقام پر کچہہ مختصر حال اِن دونون بہائیون کا لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہی -

جوین جو کہ خراسان مین ایک سرسبز او رمعمور خطہ تہا - یہ دونون بہائی وہان کے سندی سادات مین سے ہین - انہون نے اپنے علم و فضل اور عقل و دانش کے ذریعہ سے خانان تاتار کے عہد حکومت مین اپنا مرتبہ وزارت تک پہنچایا تہا - ہلاکو خان نے وزیر سیف الدین کی شہادت کے بعد اپنی وزارت بالاستقلال خواجہ شمس الدین جوینی کو عطا کی تہی اور اُسکے چہوٹے بہائی علاء الدین کو ملک بغداد اور اُس کے مضافات پر حاکم مقرر کیا تہا - ہلاکو خان کے بعد اباقا خان باپ کا جانشین ہوا تو اُس نے پہلے سے بہی شمس الدین کا زیادہ مرتبہ بڑہا دیا - اور سلطنت کی باگ بالکل اُسکے قبضہ مین دیدی - اب اُس نے مہمات سلطنت کے انصرام سپاہ و رعیت کی دلجوئی اور تمام ملکی خرابیون کی اصلاح مین حد سے زیادہ کوشش کی - عراق - خراسان بغداد - شام اور آرمینیہ کے بادشاہ اور حاکم سب اُسکے مطیع اور فرمانبردار تہے - اُس کی فیاضی اور سخاوت کی دہوم دور و نزدیک پہنچی تہی - باوجودیکہ اُس کا حکم کنارۂ جیحون سے شام اور ایشیاے کوچک تک نافذ او رجاری تہا - اسپر وہ علما و فضلا کے ساتھہ کمال تواضع اور انکسار سے پیش آتا تھا اور اُنکے ساتھہ حد سے زیادہ سلوک کرتا تھا - کبہی کسی پر اُسنے احسان نہین جتایا ہر طبقہ اور ہر درجہ کے لوگون کی تعظیم و مدارات اُنکے مرتبہ کے موافق کرتا تھا اور علاوہ کمالات علمی کے علم ادب اور شعر مین بہی اُسکو ید طولیٰ حاصل تہا - زیادہ تر اُسی کی بدولت تاتاریون مین دین اسلام شایع ہوا اور اُسی کے فیض صحبت سے اباقا خان کے بہائی

سلطان احمد[۱] نے اپنے گھرانے مین سب سے اول اسلام قبول کیا آخر ارغون خان برادر
سلطان احمد کے ہاتھ سے ۶۶۳ھ ہجری مین شہید کیا گیا - شہادت سے چند ساعت پہلے
اُس نے تہوڑی سی مہلت چاہی تہی اُس نازک وقت مین نہایت اطمینان کے ساتھ اپنے بیٹون
کے نام ایک وصیت نامہ تحریر کیا اور ایک خط فضلاے تبریز کو لکہا جو کہ تاریخ وصاف مین بجنسہ
منقول ہے اور جس سے اُسکا کمال استقلال اور فراخ حوصلگی پائی جاتی ہے -

اُس کے چہوٹے بہائی علاء الدین جوینی نے بغداد کی حکومت کے زمانہ مین اُس
اُجڑے اور ویران شہر کو جو کہ ہلاکو خان کے ظلم و بیداد سے بالکل پامال ہو گیا تہا چند روز مین اپنے
عدل اور شفقت اور دلجوئی رعایا سے از سر نو معمور کر دیا - نجف اشرف مین نہر کہدوائی
جسمین ایک لاکہہ دینار سے زیادہ صرف ہوا اور فرات کا پانی کوفہ کی مسجد مین لے گیا
تاریخ مین لکہا ہے کہ جو کام بڑے بڑے خلیفہ اور بادشاہون سے نہو سکے تہے وہ اِس
فیاض اور دانشمند وزیر کی کوشش سے ظہور مین آئے تاریخ جہان کشا جو اُسنے تاتاریون
کی فتوحات کے بیان مین لکہی ہے وہ اُن تمام تاریخون کا ماخذ ہے جو اس باب مین لکہی
گئی ہین -

الغرض یہ دونون بہائی جو کہ دنیوی جاہ وافتدار کے علاوہ کمالات علمی مین بہی امتیاز

[۱] - سلطان احمد کا نام اسلام سے پہلے نکودار تہا تاتاریون مین اِس سے پہلے صرف برکہ خان جوجی خان کا بیٹا اور
چنگیز خان کا پوتا مسلمان ہوا تہا جس کے پاس خوارزم و دشت قبچاق اور روس وغیرہ کی
حکومت تہی ۱۲

رکھتے تھے اور نیک سیرتی اورحسن اخلاق کے لحاظ سے بیمثل تے شیخ سعدی کے ساتھ ان کو حد سے زیادہ خلوص اور اعتقاد تھا اور شیخ کو بھی جیسا کہ اوسکے قصائد و قطعات اور دیگر تحریرات سے ظاہر ہوتا ہے ان دونون سے انتہا درجہ کی محبت اور الفت تہی - ظاہرا جب سے شیخ نے سفر ترک کر کے شیراز مین اقامت اختیار کی تہی اُسکے تمام اخراجات اور انکی خانقاہ کے مصارف کے متکفل خواجہ شمس الدین اور خواجہ علاءالدین تے - ایک بار خواجہ شمس الدین نے پانسو دینار بطور نذر کے اپنے غلام کے ہاتہ دارالسلطنت تبریز سے شیخ کی خدمت مین بہیجے - راہ مین غلام نے شیخ کے معمولی اغماض اور چشم پوشی کے بہروسے پر اُس مین سے ڈیڑہ سو دینار نکال لیے اور ساڑہے تین سو شیخ کے حوالے کیے - شیخ نے دیکہا کہ صاحب دیوان کے خط مین پانسو لکہے ہین اور غلام نے ساڑہے تین سو دیے ہین اُس کی رسید مین یہ قطعہ لکہہ بہیجا ؎

خواجہ تشریفم فرستادی و مال	مالت افزون باد و خصمت پائمال
ہر بدیناریت سالے عمر باد	تا بمانی سیصد و پنجاہ سال

ترجمہ - تمنے مجکو عزت دی اور نقد بہی بہیجی - تمہاری دولت زیادہ اور تمہارے دشمن پائمال ہون - تمہاری عمر فی دینار ایک برس کے حساب سے ہو جیسا کہ تم ساڑہے تین سو برس دنیا مین رہو صاحب دیوان نے یہ مضمون دریافت کر کے غلام کو بہت زجر و توبیخ کی اور رقم کی بابت تدارک مافات کر کے شیخ سے معافی چاہی - اس قسم کے مزاح آمیز اشعار اور بہی کئی[1]

[1] - برندق بخارائی جو ایک زبردست شاعر ہے اُسکو بہی یہ اتفاق پیش آیا ہے - بادشاہ نے اُسکو پانسو تومان انعام

موتعون پر شیخ نے صاحب دیوان کو لکھے ہین ایک بار اوس نے اپنی نظم و نثر کا مجموعہ خواجہ کو حسب الطلب بہیجا تھا - جب ایک مدت تک وہان سے رسید نہ آئی تو اوسکے تقاضے کے سیلے یہ قطعہ لکھ بہیجا - **قطعہ**

سفینہ حکمیات و نظم و نثر لطیف — کہ بارگاہ ملوک و صدور را شاید
بصدر صاحب صاحبقران فرستادم — مگر بعین عنایت قبول فرماید
سفینہ رفت و ندانم رسید یا نرسید — بدان دلیل کہ آیندہ دیر می آید
بپارسائے ازین حال مشورت بردم — مگر ز خاطر من بند بستہ بکشاید
چہ گفت - گفت ندانی کہ خواجہ دریائیست — نہ ہر سفینہ کہ زو دیا درست باز آید

ایک بار خواجہ علاء الدین نے جلال الدین ختنی کو جو کہ شیراز مین کسی جلیل القدر منصب پر مامور تھا تبریز سے یہ حکم بہیجا کہ اس قدر دینار شیخ کی خدمت مین بہیجدو مگر اُسوقت جلال الدین کا انتقال ہوچکا تہا اسیلئے وہ رقم شیخ کے پاس نہ پہنچی جب شیخ کو اس حال کی اطلاع ہوئی تو اُسنے ہنسی سے خواجہ علاء الدین کو یہ قطعہ لکھ بہیجا **قطعہ**

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۹ - مین بہیجے تے مگر اُسکو دو سو پہنچے اُس نے یہ قطعہ بادشاہ کو لکھ بہیجا قطعہ

شاہ دشمن گداز دوست نواز — آن جہانگیر کو جہان دار است
سہ صد از جملہ غائب است دکنون — در برآتم دو صد پدیدار است
بش یوز آلتون کرم نمودی بمن — لطف سلطان بہ بندہ بسیار است
یا مگر من غلط شنودستم — یا کہ پروانچی طلبگار است
یا مگر در عبارت ترکی — بش یوز آلتون دو یست دینار است

مگر اس قطعہ مین جیسا کہ ظاہر ہے شیخ کے قطعہ کی سی شوخی اور لطافت نہین ہے - بش یوز آلتون کو بش یز آلتن پڑہنا چاہیئے - یہ ترکی الفاظ ہین

۱ ہ جنکا ترجمہ پانسو تومان ہے -

پیام صاحب دیوان علای دولت و دین	کہ وین بدولت ایام اوہمی نازد
رسید و پایۂ حرمت فزود سعدی را	بسے نماند کہ سر بر فلک برافرازد
مثال داد کہ صدر ختن جلال الدین	قبول حضرت او را لتعہد سے سازد
ولیک بر سر او خیل مرگ تاختہ بود	چنانکہ بر ہمہ ابناے دہر مے تازد
جلال زندہ نخواہد شدن درین دنیا	کہ بندگان خداوندگار بنوازد
طمع بریدم از و در سرائے عقبے نیز	کہ از مظالم مردم بمن نہ پردازد

ترجمہ صاحب دیوان علاء الدین جسکے عہد دولت پر دین کو ناز ہے اُسکی تحریر پہنچی اور سعدی کو عزت بخشی - قریب تھا کہ اُسکا سر آسمان تک پہنچ جائے - اُس مین حکم تھا کہ امیر جلال الدین اُسکے فرمان کی تعمیل کرے مگر اُسپر لشکر اجل کی چڑہائی ہوچکی تھی جیسی کہ سب پر ہوا کرتی ہے - اب جلال الدین دنیا مین تو آنیوالا ہے نہین کہ خدا کے بندون کی خبر لے - مین نے آخرت مین بہی اُس سے امید قطع کی کیونکہ وہان لوگون کے استغاثے اوسکو میری طرف کاہے کو متوجہ ہونے دینگے -

خواجہ علاء الدین نے فورًا اُسکی تلافی کی اور عذر چاہا - شیخ کی خانقاہ جہان اب اُسکی قبر ہے یہ بہی صاحب دیوان کے روپیہ سے بنی تہی - اس کام کے لیے پچاس ہزار دینار اُس نے شیخ کو دئے تہے - شیخ نے ہر چند اُنکے لینے سے انکار کیا مگر صاحب دیوان نے بہزار منت و سماجت اُسکو راضی کیا اور شیخ کی زندگی ہی مین اس رقم سے ایک عالیشان مدرسہ یا خانقاہ پہاڑ کے نیچے جو کہ گوشۂ شمال و مغرب مین شہر سے ملا ہوا ہے بنوائی گئی اور شیخ آخر

عمر تک وہین عزلت نشین رہا۔

شیخ سے اکثر اہل علم حقائق و معارف کے دقائق و غوامض پوچھتے تے اور وہ ہر ایک کا جواب تحریر یا تقریر مین دیتا تہا۔ ازانجملہ علی بن احمد نے ایک قطعہ مولانا سعدالدین کا جو کہ علم و فضل کے سوا شاعری مین بہی مشاق و ماہر تہا نقل کیا ہے جس مین یہ استفسار کیا گیا ہے کہ سالک کی رہنما عقل ہے یا عشق۔ چونکہ اِس قطعہ سے اُس زمانہ کے علما کی راے شیخ کی نسبت اچھی طرح ظاہر ہوتی ہے اسلیے وہ قطعہ یہان نقل کیا جاتا ہے۔ قطعہ

سالک راہ خدا پادشہ ملک سخن	اے زالفاظ تو آفاق پراز در یتیم
اختر سعدی و عالم ز فروغ تو منیر	واضع عقلی و گیتی ز نظیر تو عقیم
پیش اشعار تو شعر دگران راچہ محل	سحر بے وقع نماید بر اعجاز کلیم
بندہ را از تو سوالی است کہ توجیہ سوال	نکند مردم پاکیزہ سیر جز بہ کریم
مرد را راہ بحق عقل نماید یا عشق	این در بستہ تو بکشاے کہ بابیت عظیم
گرچہ این ہر دو بیک شخص بنایند فرود	در دماغ و دل بیدار تو ہستند مقیم
پایۂ منصب ہر یک ز کرم باز نمای	تا ز الفاظ خوشت تازہ شود جان سقیم
باد آسودہ و فارغ ز بد و نیک جہان	خاطر آئینہ کردار تو چون نفس حکیم

شیخ نے اُسکے جواب مین ایک طول طویل بحث نثر مین لکہی ہے جو اُس کے کلیات مین موجود ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ شیراز مین جو شخص حاکم ہوتا تھا وہ شیخ کا نہایت ادب اور تعظیم اور اطاعت

کرتا تھا - مگر اتابک انکیانو کو وہ برابر قصائد اور پند نامہ وغیرہ مین اس طرح خطاب کرتا ہے جیسے بڑے اور بزرگ چھوٹون کو کیا کرتے ہین - اُسکے سوا ملک عادل شمس الدین جو کہ غالباً انکیانو کے بعد شیراز کا حاکم ہوا تھا وہ بھی حد سے زیادہ شیخ کی تعظیم اور عزت کرتا تھا - ایک بار ایسا ہوا کہ شیراز مین فوج کے سپاہیون اور افسرون نے چوری سے سرکاری کھجورین جو زمین کے محصول مین زمیندارون سے وصول کی تہین سبزی فروشون کے ہاتھون جبراً کسی وعدہ پر مہنگے نرخ سے بیچنی شروع کین اور بہت سے بوجھ شیخ کے بہائی کی دوکان پر بہی جو کہ خاص بادشاہی ڈیوڑہی کے پاس بقالی کی دوکان کرتا تھا بھجوائے - شیخ اس زمانہ مین حضرت ابو عبد اللہ ابن خفیف[۵۱] کی خانقاہ مین مجاور رہتا - اُسکو بہی اس واقعہ کی خبر پہنچی - اُس نے ملک شمس الدین کو جو کہ اس حال سے بیخبر تہا ایک قطعہ لکھ بہیجا جس مین اہل فوج کی شکایت اور اپنے بہائی کی دوکانداری اور بینوائی کا حال لکھا تھا شمس الدین نے فوراً اسکا تدارک کیا اور خود شیخ کے پاس آیا اور معافی چاہی اور ہزار درم پیش کر کے کہا کہ یہ حقیر رقم آپکے بہائی کے خرچ کے لیے ہے اسکو قبول کیجئے - شیخ نے لیکر بہائی کو بہیجدی -

شیخ کی وفات[۵۲] شیراز مین جبکہ اتابکان فارس کے خاندان کا خاتمہ ہو چکا تھا اور نہ کہ ایت

---

۵۱ - یہ بزرگوار چوتھی صدی ہجری کے اکابر صوفیہ مین سے ہین جنکی نسبت خواجہ عبد اللہ انصاری نے لکھا ہے کہ حقائق و معارف مین کسی کی تصنیفات ابن خفیف کی برابر نہین ہین ۱۲

۵۲ - سر گور اوسلی نے اوسکی وفات اتابک محمد شاہ ابن مظفر سلغر شاہ بن سعد زنگی کے عہد مین لکھی ہے - مگر یہ بالکل غلط ہے - اتابک محمد شاہ سنہ ٦٦٠ھ مین تخت پر بیٹھا تھا اور آٹھ مہینے سلطنت کر کے مرگیا - پھر اُسکا بہائی سلجوق شاہ تخت نشین ہوا

فارس خانان تاتار کی حکومت مین آگئی تھی سنہ ۶۹۱ ہجری مین واقع ہوئی ہے - کسی شاعر نے اُسکے مرنے کی تاریخ اس طرح کہی ہے ؎

دُرِ بحرِ معارف شیخ سعدی	کہ در دریاے معنی بود غواص
مہ شوال روز جمعہ روحش	بدان درگاہ رفت از روی اخلاص
یکے پرسید سال فوت گفتم	زخاصان بود ازان تاریخ شد خاص

شیخ کی عمر کسی نے ایک سو دو برس کی اور کسی نے ایک سو دس برس اور اکثر نے ایک سو بیس برس کی لکھی ہے - ہمارے نزدیک یہی پچھلا قول صحیح معلوم ہوتا ہے - کیونکہ شیخ جیسا کہ بوستان کی ایک حکایت سے معلوم ہوتا ہے جوانی کے زمانہ مین شیراز سے باہر گیا اور بغداد مین اُس نے مدتون امام ابن جوزی سے تحصیل علم کیا ہے - امام ابن جوزی کی وفات سنہ ۵۹۷ھ مین ہو چکی تھی - اور شیخ کی وفات اُس سے ۹۴ برس بعد واقع ہوئی پس اگر شیخ کی تمام عمر ایک سو دو برس کی سمجھی جاے تو لازم آتا ہے کہ شیخ زیادہ سے زیادہ نو برس کی عمر مین امام ابن جوزی سے تحصیل علم کر چکا تھا اور اگر ایک سو دس برس کی عمر قرار دی جائے تو یہ لازم آتا ہے کہ وہ سترہ برس کی عمر مین تحصیل علم سے فارغ ہو چکا تھا اور شیراز سے بچپن ہی کے زمانہ مین نکل گیا تھا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۳ سے - ہوا اور سنہ ۶۶۲ھ مین قتل کیا گیا پھر سعد زنگی کی بیٹی آبش خاتون کے نام کا خطبہ اور سکہ جاری ہوا اور سنہ ۶۶۷ھ مین اُسکو معزول کر کے سلطان اباقا خان نے سرکار ہنکیانو کو جو کہ شیخ کا ممدوح ہے حاکم فارس مقرر کیا - اب آگے کوئی متنفس اتابکان فارس کے خاندان کا حکمران نہین ہوا - پس شیخ کی وفات جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا خاندان اتابک کے زوال سے چوبیس برس بعد اور اتابک محمد شاہ کے عہد سے تیس برس بعد واقع ہوئی ہے ۱۲ -

بس جس طرح پہلی بات خلاف قیاس ہے اُسی طرح دوسری بات خلاف واقع ہے۔
سر گور اوسلی نے انگلستان کے ایک سیاح ولیم فرنیکلن کے سفرنامہ سے جو کہ ۱۷۸۶ء مین فارس گیا تھا شیخ کے مدفن کا حال اِس طرح لکھا ہے کہ شیخ کا مزار مقام دلکشا سے ایک میل جانب شرق پہاڑ کے نیچے واقع ہے - عمارت اُسکی بہت بڑی اور مربع ہے اور قبر سنگین بنی ہوئی ہے - جس کا طول چھہ فٹ اور عرض ڈہائی فٹ ہے - قبر کے تمام ضلعون پر کچھہ عبارت قدیم نسخ خط مین کندہ ہے جسمین شیخ کا اور اُسکی تصنیفات کا حال درج ہے - قبر ایک سیاہ رنگ کے چوبی قبرپوش سے جسپر سنہری کام ہو رہا ہے ڈہکی رہتی ہے اور اُسپر شیخ ہی کا ایک شعر خط نستعلیق مین لکھا ہوا ہے - جب اِس قبرپوش کو ہٹاتے ہین تو قبر کا تعویذ دکہائی دیتا ہے - اکثر اہل اسلام جو اطراف وجوانب سے شیخ کے مزار پر آتے ہین وہ پہول اور دیگر اقسام کے چڑہاوے چڑہاتے ہین اور زائرین کے مطالعہ کے لیے ایک نسخہ شیخ کے کلیات کا نہایت خوشخط لکھا ہوا مزار پر رکہا رہتا ہے - مقبرہ کی دیوارون پر بہت سے فارسی اشعار لکھے ہوئے ہین جو لوگ دور دست مقامات سے وہان زیارت کو آئے ہین یہ اشعار اُنہون نے لکھے ہین - شیخ کے مقبرہ کی عمارت اب روز بروز گرتی جاتی ہے اور اگر اب اُسکی خبر جلد نہ لی گئی تو بالکل کہنڈر ہو جائیگی - نہایت افسوس کی بات ہے اور زمانہ کا عجیب انقلاب ہے کہ کسی شخص کو اُسکی مرمت کرانیکا خیال نہین - اِس مقبرہ کے متصل اکثر دیندارون اور بزرگون کے مزار ہین جنہون نے اپنی خواہش سے یہان دفن ہونا چاہا ہے - اِسکے بعد سر گور اوسلی صاحب لکھتے ہین کہ ۱۸۱۱ء کے شروع مین جبکہ مین

جارج سوم بادشاہ انگلستان کی طرف سے بعنوان سفارت فتح علی شاہ قاچار کے پاس پیغام لیکر طہران کو جاتا تھا اُسوقت کئی مہینے شیراز مین میرا مقام رہا۔ جب تک مین وہان رہا اکثر شیخ کے مزار پر جاتا تھا۔ مسٹر فرینکلن کے لکھنے کی تصدیق شیخ کے مزار پر جا کر ہوتی ہے۔ اُسکی قبر حقیقت مین بالکل بوسیدہ ہوگئی ہے اور تمام عمارت عنقریب منہدم ہوا چاہتی ہے۔ باغ اور درخت جو زمانہ سابق مین وہان تھے اُن کا اب نام و نشان تک باقی نہین رہا۔ میرے دل مین یہ خیال آیا کہ اگر تھوڑا سا روپیہ خرچ کیا جائے تو اِس مقبرہ کی مرمت بخوبی ہوسکتی ہے اور میرے حسن عقیدت نے جو کہ مین شیخ اور اوس کے کلام کے ساتھ رکھتا تھا مجکو آمادہ کیا کہ اپنے پاس سے روپیہ صرف کر کے شیخ کے مقبرہ کی مرمت کرا دون۔ مگر شاہ ایران کا پانچوان بیٹا حسین علی مرزا جو اُس وقت فارس کا گورنر تھا اُس نے مجکو اس ارادہ سے باز رکھا اور نہایت سرگرمی سے کہا کہ مین اپنے روپیہ سے مزار کی مرمت کرا دونگا آپ کیون اسقدر تکلیف اُٹھاتے ہین۔ اُس نے کہا کہ مین شیخ کے مزار کی مرمت اُسی خوبی اور اسلوب اور عمدگی سے کراؤنگا جیسے کریم خان زند نے خواجہ حافظ کے مزار کی کرائی تھی۔ لیکن افسوس ہے کہ اُس نے اپنا وعدہ پورا نہ کیا۔

نہایت تاسف کا مقام ہے کہ عنقریب وہان کوئی نشان ایسا باقی نرہیگا جس سے معلوم ہو کہ وہ خطۂ ایران کا فخر جو زہد و تقویٰ اور ذہن و جودت اور علم و فضل مین اپنا مثل نہ رکھتا تھا کہان اور کس جگہ دفن ہوا ہے۔

سبحان اللہ کیا عبرت کا مقام ہے کہ ایک عیسائی مذہب زمین کے اُس کنارہ کا

رہنے والا جہان دنیا کی آبادی ختم ہوتی ہے باوجود اختلاف مذہب - اختلاف قوم اور اختلاف ملک کے ایک مسلمان مصنف کی ایسی قدر کرے کہ عالم سفر مین اُسکے مقبرہ کی درست کرانے پر آمادہ ہو اور اپنے پاس سے روپیہ خرچ کرنے کو موجود ہو - اور ایک مسلمان شاہزادہ سے باوجود اتحاد زبان - اتحاد مذہب - اتحاد قوم و ملک کے ایسی بیقدری اور بے اعتنائی ظہور مین آئے -

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِی الْاَبْصَارِ ۵
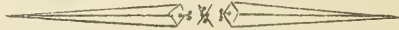
دوسرا باب

شیخ کی تصنیفات

شیخ کی شاعری کی شہرت اُس کی زندگی مین

شیخ کی جادو بیانی اور فصاحت و بلاغت کا چرچا اُسکی زندگی ہی مین تمام ایران - ترکستان تاتار اور ہندوستان مین اسقدر پہیل گیا تھا کہ اُس زمانہ کی حالت پر لحاظ کرنیکے بعد اُسپر مشکل سے یقین آتا ہے - خود شیخ بہی گلستان کے دیباچہ مین کہتا ہے ”ذکر جمیل سعدی کہ در افواہ عوام افتادہ و صیت سخنش کہ در بسیط زمین رفتہ“ شیراز اور کاشغر مین کچہہ کم ١٦ سو میل کا فاصلہ ہے پہلے اس سے کہ شیخ کاشغر مین پہنچے وہان کے چہوٹے بڑے اُس کے کمالات سے واقف تہے -

جس زمانہ مین شیخ کاشغر پہنچا ہے - غالبًا یہ وہ زمانہ ہے کہ چنگیز خان چینی تاتار کو خوارزمیون سے فتح کر چکا ہے اور سلطان محمد خوارزم کے ساتہہ چند روز کے لیے اُسکی صلح ہو گئی ہے - جب شیخ کاشغر کی جامع مسجد مین گیا تو وہان ایک طالب علم مقدمہ زمخشری[۵۱] ہاتہہ مین لیے زبان سے یہ کہہ رہا تہا کہ ”ضرب زید عمروا“ شیخ اُس سے جہل کی باتین کرنے لگا اور کہا کیون صاحب خوارزم و خطا مین صلح ہو گئی مگر زید و عمرو کی خصومت بدستور چلی جاتی ہے - طالبعلم ہنس پڑا

[۵۱] علامہ جار اللہ زمخشری صاحب تفسیر کشاف نے عربی زبان کی نحو مین ایک مختصر متن لکہا ہی اُسکا نام مقدمہ زمخشری ہے -

اور شیخ کا وطن پوچھا - فرمایا خاک پاک شیراز - اُس نے کہا کچھہ سعدی کا کلام یاد ہے؟ شیخ نے بطریق مزاح اُسیوقت دو عربی شعر کہکر پڑھے - اُس نے کسی قدر تامل کے بعد کہا سعدی کا زیادہ تر کلام فارسی ہے اگر کچھہ اُس مین سے یاد ہو تو پڑھیئے - آپ نے ویسے ہی دو فارسی شعر پڑھے جن مین سے ایک یہ ہے

شعر

اے دل عشاق بدام تو صید	ما بتو مشغول و تو با عمرو زید

صبح کو جب شیخ نے کاشغر سے چلنے کا ارادہ کیا کسی نے اس طالب علم سے کہدیا کہ سعدی یہی شخص ہے - وہ بھاگا ہوا شیخ کے پاس چلا آیا اور نہایت افسوس کیا کہ پہلے سے آپ نے اپنا نام نہ بتایا کہ مین آپ کی خدمت گزاری سے سعادت حاصل کرتا - اگر اب بھی چند روز شہر مین چلکر قیام کیجئے تو ہم لوگ خدمتگزاری سے مستفید ہون اسکے جواب مین آپ نے یہ اشعار پڑھے -

اشعار

بزرگے دیدم اندر کوہسارے	قناعت کردہ از دنیا بہ غارے
چرا گفتم بہ شہر اندر نیائی	کہ بارے بند از دل برکشائی
بگفت آنجا پریرویان نغزند	چو گل بسیار شد پیلان بلغزند

اسی طرح ملتان سے جو کہ شیراز سے چودہ سو میل ہے دو بار خان شہید سلطان محمد قاآن نے شیخ کی شہرت سنکر اوسکو وطن سے بلایا مگر وہ بڑھاپے کے سبب نہ آسکا -

تبریز کے حمام مین جو شیخ اور مشہور شاعر ہمام[1] تبریزی کی نوک جھوک ہوئی ہے وہ نہایت

[1] - خواجہ ہمام الدین باوجود نسبت باطنی اور کمالات علمی کے تبریز کے امرا مین سے تھا اور شاعری مین تمام معاصرین

مشہور قصہ ہے۔ جب تک ہمام نے یہ نہ جانا کہ یہ شخص سعدی ہے تب تک اُس سے چھیڑ چھاڑ کرتا رہا۔ لیکن جب معلوم ہوا کہ یہ سعدی شیرازی ہے فوراً نہایت شرمندگی سے عذر معذرت کرکے اپنے مکان پر لے گیا اور جب تک شیخ تبریز مین رہا کمال تعظیم اور ادب سے اسکی مہمانداری کی۔

سرگور اوسلی نے کتاب مجالس العشاق سے ایک حکایت نقل کی ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ حکیم نزاری قہستانی (جو کہ خراسان کا ایک مشہور شاعر اور حکیمانہ مزاج آدمی تھا اور اسمعیلی مذہب رکھتا تھا) شیراز کے حمام مین شیخ سے ایک اجنبی صورت مین ملا۔ معلوم ہوا کہ یہ شخص خراسان کا رہنے والا ہے شیخ نے پوچھا کہ سعدی کو کوئی خراسان مین جانتا ہے؟ کہا اسکا کلام وہان عموماً زبان زد خلائق ہے۔ اور پھر شیخ کی درخواست سے اُسکے چند اشعار پڑھے جنکو سنکر شیخ محظوظ ہوا اور سمجھا کہ یہ شخص شعر کا عمدہ مذاق رکھتا ہے۔ آخر دونون پر ایک دوسرے کی حقیقت کھل گئی۔ شیخ نزاری کو اپنے مکان پر لے گیا۔ اور بہت دن تک اُسکو جانے نہ دیا اور بہت خوشی سے دل کھول کر اسکی مہمانداری کی۔ حکیم نزاری نے وہان سے رخصت ہوتے وقت اپنے نوکر سے کہا کہ اگر ہمارا میزبان کبھی خراسان مین آیا تو ہم اُسکو دکھا دینگے کہ مہمانو کی تواضع اور مدارات کس طرح کیا کرتے ہین۔ یہ جملہ شیخ کے کان تک بھی پہنچ گیا۔ اُسکو کمال افسوس ہوا اور یہ سمجھا کہ حکیم نے ہماری مہمانداری مین شاید کوئی قصور دیکھا۔ حسن اتفاق سے شیخ کا گذر قہستان مین ہوا اور حکیم نزاری سے ملاقات ہوئی۔ حکیم بہت محبت اور اخلاق سے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۹۔ اُسکے استاد تھے۔ محقق طوسی سے تحصیل علم کی تھی اور ۷۱۳ھ مین وفات پائی۔

پیش آیا مگر دعوت مین کچھہ زیادہ تکلف نہین کیا - پہلے روز جو کہانا دسترخوان پر آیا وہ محض رسمی اور سیدہا سادہ تھا - دوسرے وقت ایک بہنے ہوئے تیتر کے سوا اور کچھہ نہ تہا تیسرے وقت ایک گوشت کا اُبلا ہوا پارچہ اور خشکا تھا - چلتے وقت حکیم نے شیخ سے معافی چاہی اور کہا کہ جس طرح آپ نے میری ضیافت مین تکلفات کیے تہے اُس طرح سے مہمان آخر کو بار خاطر ہوجاتا ہے لیکن ہمارا طریقہ ایسا نہین ہے شیخ کو اُس جملہ کا مطلب جو نزاری نے شیراز سے چلتے وقت کہا تہا اب معلوم ہوا -

اِس حکایت سے شیخ کی شہرت اور بلند آوازگی کے علاوہ یہ بہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ مذہبی تعصبات سے مبرّا تہا - فرقہ اسمعیلیہ کے لوگ اُس زمانہ مین عموماً ملحد اور بیدین سمجھے جاتے تہے اور کوئی فرقہ مسلمانون کے نزدیک اسمعیلیون سے زیادہ مبغوض اور مردود نہ تہا پس شیخ کی کمال بے تعصبی تہی کہ اُس نے ہمارے عہد کے مولیون اور واعظون کے برخلاف ایک غریب اسمعیلی کی اپنے وطن مین اسقدر خاطر اور مدارات کی اور خراسان مین خود اُس سے جا کر ملا اور اُسکا مہمان رہا - الغرض یہ حال شیخ کی شہرت کا خود اُسکے زمانہ مین تہا اور اُسکے مرنیکے بعد جو عام قبولیت اُسکے کلام نے حاصل کی اُسکے بیان کرنے کی کچھہ ضرورت نہین -

شیخ کے کلام پر اور لوگون کی رائین

اکثر جلیل القدر شعرا نے شیخ کی نسبت ایسے اشعار کہے ہین جن سے اُنکی اصلی رائے شیخ کے کلام کی نسبت ظاہر ہوتی ہے - مولانا عبدالرحمن جامی نے بہارستان مین کسی شاعر کا

قطعہ نقل کیا ہے جس مین فردوسی کو مثنوی کا - انوری کو قصیدہ کا اور سعدی کو غزل کا پیمبر قرار دیا ہے اور وہ قطعہ یہ ہے -

قطعہ

در شعر سہ کس پیمبرانند ابیات و قصیدہ و غزل را	ہر چند کہ لا نبی بعدی فردوسی و انوری و سعدی

نیز مولانا جامی نے نفحات الانس مین امیر خسرو دہلوی کی کثرت تصانیف اور جامعیت کے ذکر کے بعد شیخ کو باعتبار مقبولیت کلام کے امیر پر اس پیرایہ مین ترجیح دی ہے کہ امیر نے بہی خضر کی ملاقات کے وقت یہ درخواست کی تہی کہ اپنا آب دہن اُسکے موہنہ مین ڈالے حضرت خضر نے فرمایا کہ یہ دولت سعدی کے نصیب کی تہی -

حضرت امیر خسرو دہلوی نے بہی شیخ سعدی اور ہمام تبریزی کو اپنی مثنوی نہ سپہر مین غزل کا اُستاد مانا ہے لیکن دیگر اصناف سخن مین کنایتًا اپنے کو ترجیح دی ہے - مگر ایک اور شعر مین مطلقًا شیخ کے اتباع پر خود فخر کیا ہے چنانچہ فرماتے ہین **شعر**

خسرو سرمست اندر ساغر معنی برِیخت	شیرہ از میخانہ مستی کہ در شیراز بود

حضرت امیر حسن دہلوی نے بہی جنکو اُسکے زمانہ کے اہل مذاق سعدی ہندوستان کہتے تھے شیخ کے تتبع پر افتخار کیا ہے وہ کہتے ہین **شعر**

حسن گلے ز گلستان سعدی آوردہ است	کہ اہل معنی گلچین ازین گلستان اند

خواجہ مجد الدین ہمگر جو کہ شیخ کا جلیل القدر معاصر ہے اُس سے چار نامی گرامی فاضلون

نے جن مین سے دو شخص علاوہ علم و فضل کے ہلاکو خان کے رکن سلطنت بہی تہے یعنی خواجہ شمس الدین صاحب دیوان - امیر معین الدین پروانہ حاکم روم - ملک افتخار الدین کرمانی اور ملا نور الدین صدری نے باتفاق ہمگر ایک قطعہ مرتب کر کے مجد ہمگر کے پاس بہیجا تہا جسمین امامی ہروی اور سعدی شیرازی کے کلام پر محاکمہ کی درخواست کی گئی تہی - اُسکے جواب مین مجد ہمگر نے یہ رباعی لکہکر بہیجی -

رباعی

ماگرچہ[۱] بہ نطق طوطی خوش نفسیم		بر شکر گفتہ ہاے سعدی مگسیم	
در شیوہٗ شاعری باجماع امم		ہرگز من و سعدی بہ امامی نرسیم	

اِس رباعی مین اگرچہ ہمگر نے شیخ کو اپنے سے بہتر بتایا ہے مگر امامی کو اپنے اور شیخ دونون پر ترجیح دی ہے -

حاجی لطف علی خان آذر نے مذکورہ بالا حکایت پر جو کچہ لکہا ہے وہ ملاحظہ کے قابل ہی وہ لکہتا ہے کہ بعض مدعیان شعر نے مجد الدین ہمگر سے کہ بعنایت آلہی پستی طبع مین آج اُنکا کوئی نظیر نہین ہے سعدی اور امامی کی بابت محاکمہ چاہا تہا اُنہون نے جواب مین یہ رباعی تحریر فرمائی مین نے اس رباعی کو پڑہ کر خدا تعالی کا شکر ادا کیا کہ ہمارے زمانہ مین ایسا اشتباہ کسی کو نہین ہے (جیسا کہ محاکمہ چاہنے والون کو تہا) اہل مذاق جانتے ہین کہ ہمگر کی تحقیق کیسی بہینڈی ہی

[۱] شیخ نے بہی اس رباعی کو سنکر ایک رباعی لکہی ہے جو اسکے کلیات مین موجود ہے یعنی "ہر کس کہ ببارگاہ سامی نرسد از بخت سیاہ و بدکلامی نرسد ؛ ہمگر کہ بعمر خود نہ کردہ است نماز ؛ شک نیست کہ ہرگز بہ امامی نرسد" ۱۲

ہان انھون نے اپنی نسبت بالکل صحیح فرمایا ہے کہ مین امامی کے درجہ کو نہین پہنچتا - بیشک امامی کا مرتبہ جناب صاحب رباعی سے بہت بالاتر ہے لیکن کسی طرح اُسکو شیخ بزرگوار سے نسبت نہین ہے بلکہ تین شخصون[1] کے سوا اور کسی کی مجال نہین جو شیخ کی مساوات کا دم مار سکے - مین اکثر یہ سوچا کرتا تھا کہ جیسا ہمارا زمانہ دانشمندون پر سخت گزرتا ہے ایسا زمانہ پہلے سخنورون پر بھی گزرا ہے یا نہین - جب یہ حکایت میری نظر سے گزری تو مجکو صبر آگیا" حاجی موصوف نے اِس مقام پر مجد ہمگر کی شان مین ایک قطعہ بھی لکھا ہے اور وہ یہ ہے -

قطعہ

یکے گفت - امامی امام ہری را	ز سعدی فزون یافتہ مجد ہمگر
درین ماجرا چیست رائے تو - گفتم	ستمگر بود مجد ہمگر ستمگر

ہمارے نزدیک اگر مجد ہمگر اُس عصر مین جس مین سعدی اور امامی گزرے ہین نہوتا بلکہ سو پچاس برس بعد پیدا ہوتا تو اُسکو بھی شیخ اور امامی کے رتبہ مین ہرگز یہ اشتباہ نہوتا معاصرت نے لوگون کے حالات پر اکثر ایسے پردے ڈالے ہین مگر جسقدر راون کا زمانہ گزرتا گیا اُسی قدر وہ پردے مرتفع ہوتے گیے اور رفتہ رفتہ جو حق بات تھی وہ ظاہر ہوگئی - اصل یہ ہے کہ جب ایک زمانہ مین دو اہل کمال ہوتے ہین تو ہر ایک کے ساتھ ایک ایک گروہ متعصبین کا کھڑا ہو جاتا ہے کیونکہ ہر شخص کے کچھہ عزیز اور دوست اور کچھہ اُن دوستون کے دوست اور اسی طرح کچھہ مخالف اور اُن مخالفون کے دوست اور بیگانے ضرور ہوتے ہین اور اس طرح

[1] شاید تین شخصون سے مراد فردوسی - انوری اور نظامی ہین -

بڑہتے بڑہتے دوبڑے گروہ پیدا ہوجاتے ہین - لیکن جب وہ طبقہ ختم ہوجاتا ہے اور اُنکے ساتھ کسی کو لاگ یا لگاؤ باقی نہین رہتا تو جو ٹہیک بات ہوتی ہے وہ بغیر بحث وحجت کے خودبخود دلون پر نقش ہوجاتی ہے - شیخ اور امامی کے عہد مین یہ کسکو معلوم تھا کہ عنقریب ایک کا کلام اطراف عالم مین پہیل جائیگا اور دوسرے کا نام صرف کتابون مین لکھا رہ جائیگا -

کلام شیخ کی مقبولیت کے ذکر مین اکثر یہ حکایت بیان کی جاتی ہے کہ مشائخ وقت مین سے ایک بزرگ شیخ کے منکر تہے - ایک رات اُنہون نے خواب مین دیکھا کہ آسمان کے دروازے کہولے گیے ہین اور فرشتے نور کے طبق لیکر زمین پر نازل ہوئے ہین - اُن بزرگ نے پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے ؟ کہا سعدی شیرازی نے ایک بیت کہی ہے جو جناب آلہی مین مقبول ہوئی یہ اس بیت کا صلہ ہے اور وہ بیت یہ ہے ؎

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار	ہر ورقے دفتریست معرفتِ کردگار

جب وہ بزرگ خواب سے بیدار ہوئے تو رات ہی کو شیخ کے عزلت خانہ پر یہ مژدہ سنانیکے لیے گیے - وہان جاکر شیخ کو دیکہا کہ چراغ روشن کیے ہوئے جہوم جہوم کر یہ شعر پڑہ رہے ہین شاید اس حکایت کا مضمون بادی النظر مین مستبعد معلوم ہو - لیکن ہمکو اسمین کوئی بات عقل یا نیچر کے خلاف نہین معلوم ہوتی - خواب کا سچا ہونا اور اِن مین معمولی باتون کا غیر معمولی طور پر نظر آنا ایک ایسا مسلم امر ہے کہ آجکل کے فلسفی بہی اُس کا انکار نہین کرسکتے اسکے علاوہ ہم اس حکایت سے ہر حال مین یہ نتیجہ ضرور نکال سکتے ہین کہ شیخ کے کلام کی مقبولیت اِس درجہ کو پہنچ گئی تہی کہ معمولی پیرایے اُسکے بیان کے لیے کافی نہ سمجھے جاتے تہے -

اس حکایت کو اور زیادہ چمکانے کے لیے شیخ ابوالفیض فیضی کرمی الفون نے ایک اور دلچسپ مضمون تراشا ہے - یعنی یہ کہ فیضی نے نادہن کی توحید لکھتے وقت جب یہ شعر کہا شعر

	درہر بن مو کہ مے نہی گوش	فوارۂ فیض اوست در جوش	

تو اُس نے بھی ویسے ہی صلہ کی توقع میں جو شیخ سعدی کو ملا تھا آسمان کی طرف مونہہ کیا اتفاقاً ایک چیل نے اوپر سے پیخال کی جو فیضی کے منہ پر آکر پڑی وہ بہت جھنجھلایا اور کہا ع ”شعر فہمی عالم بالا معلوم شد“ ظاہرا یہ مضمون عبدالقادر بداونی کا جو کہ شیخ مبارک کے خاندان کا سخت دشمن ہے یا اُس کے کسی متبع کا گھڑا ہوا معلوم ہوتا ہے -

چیمبرز انسائیکلوپیڈیا مین لکھا ہے کہ ”سعدی کے کلام کی لطافت اور بذلہ سنجی روما کے مشہور شاعر ہوریس کے کلام سے بہت ملتی ہے چونکہ سعدی کو لاطینی زبان آتی تھی اس لیے ظن غالب ہے کہ وہ ہوریس کے کلام سے مستفید ہوا ہوگا“ ہم نہین کہہ سکتے کہ یہ قیاس کہانتک صحیح ہے اور واقع مین شیخ کو لاطینی آتی تھی یا نہین - ظاہرا یہ ویسا ہی قیاس ہے جیسا کہ دہلی کی جامع مسجد اور آگرہ کے روضہ تاج گنج کی نسبت کہا جاتا ہے کہ یہ دونون عمارتین اٹلی کے کاریگرون نے بنائی ہین - بات یہ ہے کہ جو قوم نہایت پستی کی حالت مین ہوتی ہے اگرچہ وہ کسی زمانہ میں کتنی ہی ترقی کر چکی ہو جس طرح اوس قوم کی موجودہ نسلیں ترقی یافتہ قومون کی نظر مین حقیر اور ذلیل اور ہیچ و پوچ معلوم ہوتی ہین اسی طرح اُن کے اسلاف کی عظمت اور برتری کا بھی بہت کم یقین آتا ہے - اور اگر اُن کی کوئی ایسی بات پیش کی

جاتی ہے جس کا کسی طرح انکار نہین ہوسکتا تو اُسکو مجبور کسی اور کی طرف منسوب کرنا پڑتا ہے
سر ولیم جونس جو کہ مشرقی زبانوں کا نہایت مشہور عالم ہے اُس نے جو شیخ اور اُس کے
کلام کی نسبت لکھا ہے وہ سر گور اوسلی نے نقل کیا ہے وہ لکھتا ہے کہ سعدی نے
تیرہوین صدی ہجری مین جبکہ اتابکان فارس وہاں کے اہل کمال کو تقویت دے رہے تھے
اپنے جوہر دکھانے شروع کیے تھے - حالانکہ اُس کی تقریبًا تمام زندگی سفر مین گذری تھی
باوجود اس کے کہ کسی ایسے شخص نے بھی جسکو عمر بھر اطمینان اور فرصت حاصل رہی ہو اپنی
عقل اور محنت کا نتیجہ شیخ سے بہتر نہیں چھوڑا'' -

انگلستان کے بعض اور مصنفوں نے اس کو مشرقی شکسپیر کہا ہے - اگرچہ یہ
تشبیہ اُن مشرقی شاعروں کی نظر مین جو شکسپیر کی شاعری سے واقف نہیں ہیں کچھ زیادہ
وقعت نہیں رکھتی - لیکن جبکہ یہ بات مسلم ہے کہ انگریز شکسپیر کو تمام دنیا کے شاعروں سے
بہتر سمجھتے ہیں تو دیکھنا چاہیے کہ جو لوگ سعدی کو مشرق کا شکسپیر کہتے ہین انہون نے
اُس کو کس درجہ کا شاعر تسلیم کیا ہے -

شکسپیر کی شاعری اگرچہ سعدی کی شاعری سے بالکل مغائر ہے لیکن بعض حیثیات سے
ایک کو دوسرے سے تشبیہ دی جاسکتی ہے - دونوں کے کلام میں عمومًا یہ بات پائی جاتی ہے
کہ وہ عقل و عادت کی سرحد سے تجاوز نہین کرتے بلکہ ہمیشہ نیچرل حالتون کی تصویر کھینچتے ہین
دونوں کے کلام میں اکثر ظرافت اور شوخی کی چاشنی ہوتی ہے اور دونوں کا بیان ہمیشہ سادہ
صاف اور دلنشین ہوتا ہے - اِس کے سوا دونوں نے اکثر کلام کی بنیاد نصیحت اور پند پر

رکھی ہے صرف فرق اسقدر ہے کہ شیخ کھلم کھلا نصیحت کرتا ہے اور شکسپیر کے پلے (یعنی ناٹک) سنکر کسی شخص کو یہ خیال نہین گزرتا کہ یہ میرے ہمجنسون کے عیب بیان ہو رہے ہین یا کسی کو نصیحت کی جاتی ہے مگر اُس کا بیان اندر ہی اندر اپنا کام کرتا ہے بلکہ یہ گپتی منتر صریح نصیحت و پند سے زیادہ کارگر ہوتا ہے - نیز دونوں کا کلام مقبول اور دلنشین ہوتے ہیں ایک دوسرے سے نہایت مشابہت رکھتا ہے - جس طرح شکسپیر کے صدہا اقوال انگریزی میں ضرب المثل ہو گیے ہین اسی طرح شیخ کی گلستان اور بوستان کے صدہا فقرے اور شعر اور مصرعے فارسی اور اُردو مین ضرب المثل ہیں - اور اس سے دونوں کے کلام کی کمال خوبی اور حُسن اور یہ بات کہ اُنہون نے جمہور کے دلون پر کس قدر تسلط کیا ہے اور اُن کا کلام کسقدر انسان کی حالتوں اور ضرورتوں کے مطابق واقع ہوا ہے ثابت ہوتی ہے اگرچہ اس کا زیادہ تر سبب یہ بھی ہے کہ ایشیا مین جسقدر گلستان اور بوستان کی تعلیم و تعلم کا چرچا ہے ایسا کسی اور کتاب کا نہین اور اسی طرح یورپ مین جسقدر شکسپیر کا کلام دائر و سائر ہے ایسا کسی اور شاعر کا کلام نہین - پس ضرور ہے کہ دونون کے اقوال سب سے زیادہ لوگون کی زبانون پر جاری ہون لیکن ظاہر ہے کہ جبتک کوئی کلام فی نفسہ مقبول اور دلنشین ہونے کے قابل نہو کسی طرح ممکن نہین کہ اس طرح تمام ملک مین مشہور اور متداول ہو سکے -

کلیاتِ شیخ

شیخ کا تمام کلام نظم - نثر - فارسی اور عربی جو اسوقت متداول ہے اور جسکو شیخ علی بن

احمد ابن ابی بکر نے شیخ کی وفات سے بیالیس برس بعد علی الترتیب جمع کیا ہے حسب تفصیل ذیل ہے -

(۱) نثر مین چند مختصر رسالے (جس مین سلوک اور تصوف کے مضامین اور مشائخ وعرفا کی حکایتین اور ملوک وحکام کے لیے نصیحتین لکھی ہین) (۲) گلستان (۳) بوستان (۴) پندنامہ (جسکو عرف عام مین کریما کہتے ہین (۵) قصائد فارسی (جن مین مرثیے ملمعات - مثلثات اور ترجیعات بھی شامل ہین) (۶) قصائد عربیہ (۷) غزلیات کا پہلا دیوان موسوم بہ طیبات (۸) دوسرا دیوان موسوم بہ بدائع (۹) تیسرا دیوان موسوم بہ خواتیم (۱۰) غزلیات قدیم جو غالباً عنفوان شباب کی لکھی ہوئی ہین (۱۱) مجموعہ موسوم بہ صاحبیہ جسمین شیخ نے قطعات - مثنویات - رباعیات - اور مفردات کو خواجہ شمس الدین صاحب دیوان کی فرمایش سے ایک جگہہ جمع کردیا ہے (۱۲) مطائبات وہزلیات -

اِن تمام کتابون اور رسالون مین سے مثنوی پندنامہ یعنی کریما کو بعض اہل مذاق شیخ کا کلام نہین سمجھتے کیونکہ اول تو کلیات کے اکثر قدیم نسخون مین یہ مثنوی نہین دیکھی گئی دوسرے شیخ کے عام کلام مین جو پختگی اور جزالت یا دلفریبی اور جادو پایا جاتا ہے اُس سے یہ مثنوی معرّا ہے مگر ہمارے نزدیک اِس مثنوی کو شیخ کی طرف نسبت کرنے مین کوئی استبعاد اور تردد کی بات نہین ہے یہ سچ ہے کہ وہ بوستان اور شیخ کی عام نظم کے مقابلہ مین نہایت کم وزن معلوم ہوتی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ شاعر کا حال بالکل اِس شعر کا مصداق ہے ۔ شعر ۔

سگے بر طارمِ اعلیٰ نشینم — گہے بر پشتِ پائے خود نہ بینم

ایک ہی شاعر کا ایک کلام معجزہ معلوم ہوتا ہے اور دوسرا ہذیان اور یہی وہ خاصیت ہے جو خدا کے کلام کو بشر کے کلام سے جدا کرتی ہے کَمَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ۔ لَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اِخْتِلَافاً کَثِیْراً

کلیات کے بعض قدیم نسخون مین اس مثنوی کا نہ پایا جانا بھی اس بات کی دلیل نہین ہوسکتی کہ وہ شیخ کا کلام نہین ہے ۔ ممکن ہے کہ علی بن احمد کے بعد کسی کو یہ مثنوی ملی ہو اور اس نے اسکو بھی کلیات مین داخل کر دیا ہو اور اس سبب سے کلیات کے نسخون مین اختلاف واقع ہو گیا ہو ۔ چنانچہ حضرت امیر خسرو کے کلیات مین اسی طرح نسخون کا اختلاف پایا جاتا ہے ۔

بہرحال ہم جسطرح اس مثنوی کے ثبوت کی کوئی قطعی دلیل نہین سمجھتے اسی طرح اسکی نفی کی بھی کوئی قوی وجہ نہین پاتے ۔

اب ہم شیخ کی بعض تصنیفات پر جو زیادہ مشہور ہین یا زیادہ لحاظ کے قابل ہین متوجہ ہوتے ہین ۔ جہان تک ہماری محدود واقفیت اور ناچیز رائے مساعدت کرے گی ہم اُن کی حقیقت ظاہر کرنے مین کوشش کرینگے ناظرین باتمکین سے یہ درخواست ہے کہ اگر کہین ہماری رائے کی غلطی ظاہر ہو تو اُس کو متعصبانہ افراط و تفریط پر محمول نفرمائین بلکہ اسکو ایک مقتضائے بشریت سمجھکر اُسی قدر مواخذہ کے قابل ٹھیرائین جسقدر کہ ایک غلط (مگر سچی) رائے پر مواخذہ ہوسکتا ہے ۔
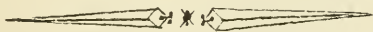
گلستان اور بوستان

اگرچہ ہر تصنیف وتالیف کی ماہیت اور اُن کے عیب وخوبیان بیان کرنی عموماً
مشکل ہین لیکن جو کلام سب کے نزدیک مقبول ہو اور جسپر کسی نے خردہ گیری نہ کی ہو اسپر
ریویو لکھنا اور اُس کی خوبی یا عیب بیان کرنا حد سے زیادہ مشکل ہے - جس طرح بدیہیات پر
استدلال کرنا نہایت دشوار ہے - اِسی طرح ایسے مقبول اور مسلم کتابون کے محاسن
بیان کرنے مشکل ہین اور اسی طرح اُن پر نکتہ چینی کرنی اور بھی زیادہ مشکل ہے - ہم پہلا
آسان کام کسی قدر اپنے ذمہ لیتے ہین اور دوسرے مشکل کام کو اپنے سے زیادہ
دقیقہ شناس اور باریک بین لوگون پر چھوڑتے ہین -

اِن دونون کتابون کو شیخ کے کلام کا خلاصہ اور لب لباب سمجھنا چاہیئے - ظاہرا فارسی
زبان مین کوئی کتاب اِن سے زیادہ مقبول اور مطبوع خاص وعام نہین ہوئی - ایران
ترکستان - تاتار - افغانستان اور ہندوستان مین اِن دونون کتابون کی تعلیم ساڑھے
چھہ سو برس سے برابر جاری ہے - بچپن مین اِن کی تعلیم شروع ہوتی ہے - اور بڑھاپے
تک مطالعہ کا شوق رہتا ہے لاکھون استادون نے اِنھین پڑھایا - اور کروڑون شاگردون
نے انھین پڑھا اِنکے بیشمار نسخے خوشنویسون کے قلم سے لکھے گئے - اور بے انتہا
اڈیشن لوہے اور پتھر پر چھاپے گئے - مشرق اور مغرب کی اکثر زبانون مین اِنکے ترجمے ہوئے مشائخ
اور علما نے انکی عزت کی - بادشاہون نے انکو سلطنت کا دستور العمل بنایا - منشیون اور شاعرون

نے انکی فصاحت اور بلاغت کے آگے سر جُھکایا اور اُن کے تتبع سے عاجز رہنے کا اقرار کیا
اِن کا نام جس طرح ایشیا مین مشہور ہے اسی طرح یورپ مین بہی عزت سے لیا جاتا ہے۔

اگرچہ یہ دونون کتابین حسن قبول - فصاحت - بلاغت - تہذیب اخلاق پند و نصیحت اور اکثر خوبیون کے لحاظ سے باہمدگر ایسی مشابہت رکہتی ہین کہ ایک کو دوسری پر ترجیح دینی مشکل ہے بلکہ اِن پر عربی کا یہ مقولہ صادق آتا ہے احدھما افضل من الآخر لیکن اگر بعض وجوہ سے گلستان کو بوستان پر ترجیح دی جائے تو کچہہ بیجا نہین ہے۔

فارسی نظم مین بوستان کے سوا اور بہی ایسی کتابین موجود ہین جو بوستان سے کم مقبول نہین سمجہی گئین بلکہ مثنوی معنوی اور شاہنامہ نے شاید اُس سے بہی بڑہ کر قبولیت حاصل کی ہے - لیکن فارسی نثر مین ظاہرا کوئی کتاب شیخ سے پہلے اور اُس کے بعد ایسی نہین لکہی گئی جو گلستان کے برابر مقبول ہوئی ہو - سر گور اوسلی نے اپنے تذکرہ مین لکہا ہے کہ سعدی کی گلستان کا ترجمہ جو کہ مشہور فاضل جنٹیس نے لاطینی مین کیا تہا اُس نے مدتون یوروپ کے اہل علم و ادب کو شیخ کے خیالات پر فریفتہ رکہا ہے۔

تذکرہ مجمع الفصحا جو کہ ابہی ایران مین تالیف ہوا ہے اُس مین یا کسی اور تذکرے مین لکہا ہے کہ فارسی نظم و نثر مین جسقدر چار کتابین ایران مین مقبول ہوئی ہین ایسی اور کوئی کتاب نہین ہوئی - شاہنامہ - مثنوی معنوی - گلستان اور دیوان حافظ -

ہندوستان مین بہی یہ چارون کتابین ایسی ہی مقبول ہوتی ہین جیسی ایران مین مگر سب کی شہرت اور قبولیت کے وجوہ مختلف ہین - اگرچہ ایک خوبی یعنی بیان کی سادگی

اور بیساختگی مین چارون کتابین کم وبیش مشترک ہین اور یہ وہ خوبی ہے جسکے بغیر کوئی کتاب مقبول نہین ہوسکتی۔ لیکن صرف اسقدر خوبی سے کوئی کتاب ایسی شہرت اور قبولیت کے درجہ کو نہین پہنچ سکتی جب تک اُسکے ساتھہ کوئی اور دلکش اور دلفریب چیز نہو کیونکہ نظم ونثر کی بیسیون کتابین جو تکلف اور تصنع سے بالکل پاک ہین ایسی بھی ہین جنکا کوئی نام بھی نہین جانتا۔

ہماری راے مین گلستان کے سوا باقی تینون کتابین زیادہ تر اس سبب سے مقبول ہوئی ہین کہ وہ اپنی سادگی اور فصاحت وبلاغت کے علاوہ زمانہ کے مذاق اور طبائع کے ساتھہ بہت مناسبت رکھتی تہین۔ سب سے اول شاہنامہ پر غور کرو۔ قطع نظر اس سے کہ قدیم زمانہ کے حالات اور گزشتہ قومون اور بادشاہون کے محاربات انسان کو ہمیشہ بالطبع مرغوب ہوتے ہین۔ جس زمانہ مین کہ شاہنامہ لکھا گیا اُسوقت وسط ایشیا کے مسلمانون کو فتوحات اور لشکرکشی وکشورکشائی کا شوق حد سے زیادہ بڑہا ہوا تھا۔ اور شجاعت وبہادری کے مضمون اُن کو دل سے پسند آتے تھے۔ پس ایک رزمیہ نظم کا جسمین رزم اور بہادری کے سوا اور مضمون بہت کم ہین ایسے وقت مین لکھا جانا اُنکی حالت کے نہایت مناسب تہا۔ یہی سبب تہا کہ شاہنامہ ختم ہونے سے پہلے ہی اُسکی صدہا داستانین کم وبیش لوگون کی زبانون پر جاری ہوگئی تہین۔ اور آخر کو اُسکا یہانتک رواج ہوگیا تھا کہ بادشاہون کے ہان شاہنامہ خوان نوکر رکہے جاتے تہے۔ اور قہوہ خانون مین جابجا گرمی صحبت کے لیے شاہنامہ پڑہا جاتا تہا۔ اِس کے سوا ہزارون عجیب وغریب قصے جیسے سیمرغ کا زال کو

پرورش کرنا۔ طہمورث دیوبند کا دیوون کا قید کرنا۔ جام جمشید کے کرشمے۔ رستم کا اپنے زور سے تنگ آکر اُسکو خدا کے پاس امانت رکھوانا اور پھر سُہراب کی لڑائی مین واپس لے لینا۔ اُس کا سیکڑون دیوون کو مارنا اور مغلوب کرنا۔ اُس کے رخش کا شیرون کو ہلاک کرنا۔ بہمن کا طلسم ٹوٹنا اور اسی طرح کے ہزارون افسانے مثل قصۂ امیر حمزہ اور بوستان خیال کے اُسمین درج تھے جو تمام دنیا کے آدمیون کو عموماً اور ایشیا والون کو خصوصاً ہمیشہ سے مرغوب رہے ہین۔ ان باتون نے شاہنامہ کو اور بھی زیادہ مقبول اور عام پسند کردیا تھا۔

مولانا روم کی مثنوی اُس زمانہ مین لکھی گئی تھی جبکہ ہمارے لٹریچر مین تصوف اور معرفت کا تسلط روز بروز بڑھتا جاتا تھا۔ شیخ محی الدین ابن العربی۔ شیخ صدرالدین قونوی شیخ شہاب الدین سہروردی۔ شیخ علاء الدولہ سمنانی۔ وغیرہم کی تصنیفات مذہب اور شاعری مین تصوف کی روح پھونک رہی تھین شعر مین حقیقت اور معرفت کے مضامین تغزل کی نسبت زیادہ جی لبھانے لگے تھے۔ شیخ اکبر اور ابن فارض کے دیوانون کے سامنے متنبی اور ابوتمام کی تشبیہین بے مزا معلوم ہونے لگی تھین۔ حدیقہ اور منطق الطیر نے رودکی اور عنصری کا کلام نظرون سے گرادیا تھا۔ ایسے وقت مین مثنوی معنوی کا جو کہ سراسر تصوف اور حقائق و معارف سے بھری ہوئی ہے مقبول ہونا ایسا ہی ضروری امر تھا جیسے غزنویہ اور سلاجقہ کے عہد مین شاہنامہ کا اور صفویہ کے عہد مین حملہ حیدری کا۔ اس کے سوا مثنوی مین بھی صدہا عجیب و غریب قصے اور فوق العادۃ نقلین اور تمثیلین جو انسان کو بالطبع مرغوب ہین درج تھین۔ اور انمین شریعت اور طریقت کے اسرار بیان کیے گئے تھے۔ پس مثنوی

ہین شعر اور تصوف کے علاوہ قصّہ کا لطف اور مذہب کی عظمت بھی شامل تھی - یہی باعث ہے
کہ مولانا روم کے حق مین "نیست پیغمبر و لے دارد کتاب" اور مثنوی کے حق مین "ہست
قرآن درزبان پہلوی" کہا گیا ہے -

خواجہ حافظ کے دیوان مین عشق وجوانی اور رندی اور شاہد بازی کے مضامین کے سوا
جو کہ ہمیشہ سے دنیا مین مرغوب رہے ہین اور انسان کے دل کو بزور اپنی طرف کھینچتے ہین اور
کوئی مضمون ہی نہ تھا - اور اس خیال نے کہ اُسمین عشق حقیقی کی واردات اور کیفیات
عشق مجازی کے پیرایہ مین ادا کی گئی ہین اُسکو اور بھی زیادہ دلچسپ اور دلربا کر دیا تھا - پس اِن تینون
کتابون کا اسقدر مقبول ہونا کچھہ زیادہ تعجب کی بات نہ تھی -

گلستان مین اِن وجوہ مین سے کوئی وجہ نہ تھی نہ اُس مین رزم تھی نہ عجیب وغریب
افسانے تھے - نہ فوق العادۃ قصے - نہ حقائق ومعارف - نہ شریعت کے اسرار - نہ طریقت
کے نکات نہ غزل عاشقانہ - نہ قول عارفانہ بلکہ اُسکی بنیاد محض اخلاق پند وموعظت پر رکھی
گئی تھی جس سے زیادہ کوئی پھیکا اور بے نمک مضمون خاصکر فارسی لٹریچر مین نہین پایا جاتا - پند و
موعظت جبتک قصہ یا ناٹک کے پیرایہ مین نہ ادا کی جائے اکثر مخاطب کی وحشت اور تنفّر کا
باعث ہوتی ہے - کیونکہ انسان کی طبیعت مین یہ بات ودیعت کی گئی ہے کہ وہ کھلی نصیحتون
سے تنفر اور چھپی نصیحتون سے متاثر ہوتا ہے - پس گلستان کا اسقدر مقبول ہونا سوا
اس کے کہ اُسکی فصاحت وبلاغت اور حسن بیان اور لطف ادا کو تمام فارسی لٹریچر مین بےمثل اور
لاجواب تسلیم کیا جائے اور کسی وجہ پر محمول نہین ہو سکتا -

گلستان کی عظمت اور بزرگی زیادہ تر اس بات سے معلوم ہوتی ہے کہ جسقدر غیر زبانون کا لباس اس کتاب کو پہنایا گیا ہے ایسا فارسی زبان کی کسی کتاب کو نصیب نہین ہوا - خود شیخ ہی کے زمانہ مین گلستان کے اکثر قطعات و ابیات اسقدر مقبول اور زبانون پر جاری ہو گیے تھے کہ اُس زمانہ کے فضلا اور اُدبا اُس کے اکثر اشعار عربی نظم مین ترجمہ کر کے اپنا زور طبع اور قدرت نظم دکھاتے تھے - چنانچہ ادیب نامدار فضل اللہ بن عبد اللہ شیرازی نے بھی جو کہ شیخ کے اخیر زمانہ مین تھا اپنی مشہور تاریخ وصّاف مین گلستان کے دو قطعون کا ترجمہ عربی مین نظم کیا ہے جو کہ مع اصل قطعات کے ذیل مین درج کیا جاتا ہے -

قطعہ سعدی

گِلے خوشبوئے در حمام روزے	رسید از دست محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری	کہ از بوئے دلاویز تو مستم
بگفتا من گلے ناچیز بودم	ولیکن مدتے با گل نشستم
جمال ہمنشین در من اثر کرد	دگرنہ من ہمان خاکم کہ ہستم

ترجمہ عربیہ

اِذا ھو فی الحمام طین مُطَیِّبٌ	توصل من ایدی کریم الی یدی
فَقُلتُ لہ ھل انت مسک وعنبرٌ	فَاِنّی مِن ریاکَ سکران معتدٍ
اَجَابَ بِانی کنت طیناً مُذَلّلاً	فجالست للورد الجنی بمعھدٍ
فاثر فی خلقی کما مجالسی	وَاِلّا انا التراب الذی کنت فی یدٍ

قطعہ سعدی

گر خردمند ز اجلاف جفائے بیند	تا دل خویش نیازارد و در ہم نشود
سنگ بدگوہر اگر کاسۂ زرین بشکست	قیمت سنگ نیفزاید و زر کم نشود

ترجمہ عربیہ

اِنَّ نالَ یَدَ مِنَ الاَنْذَالِ مَنْقَصَۃً	حاشی لہ ان یذیب النفس بالضجر
فَالتِّبْرُ من حَجَرٍ اِنْ صَارَ مُنْکَسِرًا	فالتبر تبر و ما یزداد فی الحجر

پہر ایک مدت کے بعد تمام گلستان کا ترجمہ جیسا کہ مشہور ہے عربی زبان مین ہوا جو کئی صدیون تک عرب - شام - روم اور مصر مین متداول رہا اور حال مین مصر کے ایک ادیب نے جسکا نام جبرئیل ہے - اُس کا ایک اور نہایت فصیح عربی ترجمہ کا نظم کا نظم مین اور نثر کا نثر مین چھپوایا ہے اسکے سوا استنبول کی ترکی مین بہی اُس کے متعدد ترجمے سُنے گیے ہین - جن مین سب سے اخیر ترجمہ سلطان عبد الحمید خان کے بہائی اور ولیعہد رشاد پاشا نے حال ہی مین کیا ہے یوروپ مین گلستان اور بوستان کے جسقدر ترجمے ہوئے ہین اُنکی ٹہیک ٹہیک تعداد معلوم ہونی مشکل ہے - مگر انگلش سائیکلوپیڈیا مین کسی قدر ترجمون اور اڈیشنون کا ذکر کیا گیا ہے جو سنہ ۱۸۵۲ع تک چھپے اور شائع ہوئے اُس کا خلاصہ ذیل مین درج کیا جاتا ہے -

گلستان کے ترجمے بوستان کی نسبت بہت زیادہ ہوئے ہین - سب سے پہلے جنٹس نے اصل گلستان معہ لاطینی ترجمہ اور کسی قدر حواشی کے امسٹرڈم مین چھپوائی - پہر ڈورائر نے جو کہ فرانس کی طرف سے اسکندریہ مین کانسل تہا فرنچ مین اس کا ترجمہ کیا جو کہ سنہ ۱۶۳۴ع مین بمقام

پیرس چھپا - اُسکے بعد اصل کتاب سے گارڈین نے ۱۷۸۹ع مین اور سیمالیٹ نے ۱۸۲۴ع
مین ترجمہ کیا - یہ دونون ترجمے بھی فرنچ مین ہوئے تھے - جرمن زبان مین اولی ایریس کا ترجمہ
زیادہ مشہور ہے وہ اُس کے دیباچہ مین لکھتا ہے کہ اس ترجمہ مین ایران کے ایک فاضل سے
مدد لی گئی ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ میرے ترجمہ سے پہلے ڈورائر کے فرنچ ترجمہ سے ایک
اور ترجمہ جرمن مین ہو چکا تھا - اولی ایریس کا ترجمہ نہایت ذی وقعت ہے اور اس مین جو
تصویرین چھاپی گئی ہین وہ بھی بہت عمدہ ہین - یہ ترجمہ اوّل ۱۶۵۴ع مین بمقام سلیزوگ چھپا تھا
اور اُسی سال جرمن سے ڈچ زبان مین ترجمہ ہوکر امسٹرڈم مین چھپا - اولی ایریس نے بوستان
کا بھی ترجمہ جرمن مین کیا ہے - حال مین گلستان کا ایک اور ترجمہ کے - ایچ گراف نے
جرمن مین کیا ہے جو ۱۸۴۶ع مین بمقام لیپزگ چھپا ہے - اِسی مترجم نے بوستان کا بھی
ترجمہ کیا ہے جس کا نام لسٹ گارٹن ہے اور جو ۱۸۵۰ع مین دو جلدون مین چھپا ہے
انگریزی مین گلستان کا ترجمہ ایک تو گلیڈون نے کیا ہے جو بمقام لندن ۱۸۰۸ع مین چھپا
دوسرا ترجمہ راس صاحب کا ہے جو ایشیاٹک سوسائٹی کے لیے کیا گیا تھا - ایک اور ترجمہ
ایسٹوک نے انگریزی مین کیا ہے نظم کا نظم مین اور نثر کا نثر مین جو ۱۸۵۲ع مین بمقام ہرٹفورڈ
چھپا تھا - یہ ترجمہ نہایت عمدہ ہے - سعدی کی کلیات فارسی و عربی چھوٹی تقطیع کے کاغذ
پر ہیرنگٹن نے ۱۷۹۱ع مین چھپوائی تھی - اور گلیڈون نے صرف گلستان ۱۸۰۶ع مین چھپوائی
جو دوبارہ ۱۸۰۹ع مین بمقام لندن مطبوع ہوئی - پھر ۱۸۰۷ع مین جس ڈمولن نے گلستان
معہ اپنے ترجمہ کے کلکتہ مین چھپوائی جو کہ اُسوقت سے ابتک کئی بار بہتر چھپ چکی ہے پروفیسر فالکر

ـــــے فارسی خوان طلبہ کے لیے بوستان کا نہایت عمدہ انتخاب کرکے چھپوایا ہے جسمین تقریبًا
تائی کتاب داخل ہے اور بعض حکایات کے ترجمے حواشی سمیت ایشیاٹک جرنل مین معہ متن کے
ہما ـپـے سیکے ہین - ڈاکٹر اے اسپرنگر نے ۱۸۵۱ء مین بمقام کلکتہ گلستان معہ اعراب اور علامات
وقف کے چھپوائی تہی اور ایسٹوک نے بمقام ہرٹ فورڈ ۱۸۵۰ء مین اُسکو کئی قلمی نسخون سے
تصحیح کرکے معہ فرہنگ کے شایع کیا۔

مذکورہ بالا ترجمون اور اڈیشنون کے سوا جنکا ذکر انگلش سایکلوپیڈیا مین کیا گیا ہے اور
دست سے نئے ترجمے اور اڈیشن خصوصًا ۱۸۵۲ء کے بعد شایع ہوے ہین - ازانجملہ ۱۸۷۱ء
مین جان پلیٹ انسپکٹر مدارس ممالک متوسطہ نے اصل گلستان معہ انگریزی فرہنگ کے حسن اہتمام
ور صحت کے ساتھ لندن مین چھپوائی تھی - اور کپتان ولبر فورس کلارک نے بوستان کا انگریزی
ترجمہ ۱۸۷۹ء مین کیا وہ لکھتے ہین کہ یہ ترجمہ اُس نسخہ سے کیا گیا ہے جو جرمنی کی اورنٹیل سوسائٹی
مین ۱۸۵۱ء مین چھپا تھا - بہرحال ہی مین بوستان کی چیدہ حکایتون کا ترجمہ میجر میکلن نے
نظم مین کیا ہے جسکا نام فلاورز فرودم دی بوستان رکہا ہے -

ہندوستان مین بہی متعدد زبانون مین گلستان کا ترجمہ ہوا ہے - ازانجملہ میر شیر علی افسوس
تخلص نے مارکوئس ولزلی گورنر جنرل کے عہد مین اُس کا اُردو ترجمہ نظم کا نظم مین اور نثر کا نثر مین لکھا
ہے مگر چونکہ اُسوقت تک اُردو زبان خوب منجھکر صاف نہوئی تہی اس سیلیے زمانہ حال کے ترجمے
جو اُس کے بعد ہوے ہین زیادہ صاف اور بامحاورہ اور فصیح ہین - بنگالی اور گجراتی مین بہی گلستان
کے ترجمے ہوئے ہین مگر اُن کا مفصل حال معلوم نہین ہے - بہاشا مین اول شمال مغربی

انشاء ع مین گلستان کے آٹھوین باب کا ترجمہ کیا گیا تھا جسکی اشاعت کو تقریباً تیس برس گذرے
ہون گے - اِس ترجمہ کا نام مترجم نے پشپ باٹکا (یعنی باغ کی ایک کیاری) رکھا ہے -
اِس کے بعد ہمارے دوست پنڈت مہر چند داس مہاجن اگروال جینی مذہب متوطن قصبہ
سونی پت ضلع دہلی نے حال ہی مین ساری گلستان کا ترجمہ نظم کا نظم مین اور نثر کا نثر مین نہایت
کوشش سے کیا ہے جو ۱۸۸۸ء مین چھپکر شایع ہو گیا ہے - اِس ترجمہ کا نام پشپ بن کہا ہے
جو کہ لفظ گلستان کا مرادف ہے پنڈت صاحب نے پندنامہ شیخ یعنی کریما بھی بھاشا ترجمہ چوبائی
وزن کی نظم مین لکھا ہے جس کا نام شکشا پتری ہے -

ترجمہ کے علاوہ گلستان بلکہ بوستان کی بھی بہت سی شرحین اور فرہنگین لکھی گیٔن
ہین جن مین سے خان آرزو کی خیابان گلستان اور ٹیک چند کی بہار بوستان زیادہ مشہور
ہین - علی الخصوص گلستان کی قدر و منزلت ہر طبقہ اور ہر درجہ کے لوگون نے اپنی اپنی
سمجھہ اور اپنے اپنے خیالات کے موافق کی ہے - جس طرح اہل علم نے مختلف زبانون
مین اُس کے ترجمے کیے ہین اور شرحین وغیرہ لکھی ہین یا اہل تعلیم نے فارسی تعلیم کی بنیاد اسپر
رکھی ہے یا منشیون نے اُسکے فقرات و ابیات سے اپنے منشآت کو زینت دی ہے اسیطرح
امرا نے اُسکے نسخے نہایت خوش خط لکھوا اسکھوا کر اُن کو مطلّی اور مذہب کرایا ہے یہان تک کہ
ہمارے ملک کے رئیسون نے بھی جو درس و کتاب سے کچھہ سروکار نہین رکھتے اسکی حد
سے زیادہ قدر کی ہے - بعضون نے ایک ایک نسخہ کی تیاری اور تزئین مین لاکھہ لاکھہ روپیہ کے
قریب صرف کیا ہے - اگرچہ ان باتون کو کتاب کی اصلی عظمت اور خوبی سے کچھہ تعلق نہین ہے

لیکن گلستان کی عام قبولیت پر اس سے بڑھکر اور کیا دلیل ہوسکتی ہے کہ ہندوستان کے رئیس اسکو اسقدر عزیز رکھین گویا اپنے گانے پر کبھی ایسا فخر نہین کرتا جیسا اُسوقت کرتا ہے کہ ایک اناڑیون کی مجلس مین جا پہنسے اور اُن کو محظوظ کرکے اُٹھے۔

گلستان کے ابواب کی عمدہ ترتیب۔ اُسکے فقرون کی برجستگی۔ اُسکے الفاظ کی شستگی اُسکے استعارات کی جزالت۔ اُسکی تمثیلات و تشبیہات کی طرفگی اور پہر باوجود اِن تمام باتون کے عبارت مین نہایت سادگی اور صفائی اسبات پر دلالت کرتی ہے کہ شیخ نے اپنی عمر عزیز کا ایک معتدبہ حصہ اُسکی تصنیف مین صرف کیا تھا اور اُسکی تنقیح و تہذیب مین اپنے فکر اور سلیقہ سے پورا پورا کام لیا تھا۔ چنانچہ دیباچہ گلستان کے اخیر مین اُس نے صاف کہا ہے کہ "در برخے از عمر گرانمایہ بروخرچ کردیم" مگر دیباچہ ہی کی ایک اور عبارت سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جس فصل بہار کے آغاز مین اُسکا لکھنا شروع ہوا تھا وہ ابھی ختم نہونے پائی تھی کہ کتاب تمام ہوگئی اور اکثر لوگون کا یہی خیال ہے کہ شیخ نے گلستان چند مہینے سے زیادہ مین نہین لکھی مگر یہ بالکل غلط ہے جو لوگ تصنیف کے درد سے آگاہ ہین وہ جانتے ہین کہ کلام مین لذت اور قبولیت پیدا نہین ہوسکتی جبتک کہ اُسکے ایک ایک لفظ مین مصنف کے خون جگر کی چاشنی نہو۔ اور جسقدر اوس مین زیادہ صفائی اور گھلاوٹ پائی جائے اُسیقدر سمجھنا چاہیئے کہ اُس کی درستی اور کاٹ چھانٹ مین زیادہ دیر لگی ہوگی۔ یورپ مین اکثر نامی مصنفون کے مسودے بہم پہنچاکر نہایت احتیاط اور حفاظت سے رکھے گیے ہین۔ چنانچہ اٹلی کے شمالی حصہ مین جو ویرا ایک بستی ہے وہان مشہور مصنف اریسٹو کے مسودے ابتک موجود ہین۔ اُس مصنف کا کلام سادگی

اور صفائی اور بے تکلفی مین مشہور ہے مگر اُسکے مسودے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو فقرے
لوگون کو نہایت پسند آتے ہین اور حد سے زیادہ صاف ہین وہ آٹھ آٹھ دفعہ کاٹے گیے ہین -
لارڈ مکالی جو انگلستان کا نہایت مشہور اور مقبول مصنف ہے اُس کا ایک مسودہ لندن میوزیم مین
رکھا ہے اس مین بھی جابجا کاٹ پھانس اور حک و اصلاح پائی جاتی ہے - یہانتک کہ بعض فقرے
دس دس دفعہ کاٹے گیے ہین - ظاہرا شیخ نے جو گلستان کے دیباچہ مین فصل بہار کا ذکر کیا ہے
اُس کا مطلب یہ ہے کہ گلستان کے لیے جو سرمایہ اُسنے سالہا سال مین جمع کیا تھا وہ پہلے
سے اُسکے پاس نامرتب موجود تھا جب وطن مین پہنچا تو دوستون کی تحریک سے اُسکو مرتب
کر دیا یہ ترتیب فصل بہار کے آغاز سے شروع ہوئی اور اُسکے تمام ہونے سے پہلے ختم ہوگئی
گلستان اور نیز بوستان کی ترتیب جس سلیقہ سے شیخ نے کی ہے اُس سے ثابت ہوتا ہے
کہ اُسکو اس کام مین بہت دقت اُٹھانی پڑی ہوگی - اُسنے اِن کتابون مین زیادہ تر وہ واقعات
لکھے ہین جو خود اُسپر گزرے ہین یا اُسکے سامنے پیش آئے - اور ہر ایک باب کی تکمیل کیلیے
کسیقدر حکایتین ایسی بھی لکھی ہین جو کسی سے سنین یا کتابون مین پڑھین - اس تمام مجموعہ کو گلستان
مین آٹھ باب پر اور بوستان مین دس باب پر تقسیم کیا ہے اور ہر ایک باب مین اُسکے مناسب
حکایتین درج کی ہین اور ظاہرا علم اخلاق کی کوئی فرع ایسی نہین ہے جو بقدر ضرورت اِن
مین سے ہر ایک کتاب مین بیان نہ کی گئی ہو - یہ بات تقریبًا ایسی ہی مشکل تھی جیسے کوئی شخص
سیر و سیاحت کے واقعات ایسی ترتیب سے لکھے کہ اُس مین علم اخلاق کے ہر ایک باب کا مطلب
اجمالًا یا تفصیلًا بقدر ضرورت آجائے اِس ترتیب کی قدر اُسوقت معلوم ہوسکتی ہے کہ دونون کتابونکی

اصل حکایتون کو نامرتب کر کے گڈمڈ کر دیا جائے اور پہر ایک حکایت سے جو نتیجے شیخ نے استخراج کیے ہین وہ اُن مین درج نہ کیے جائین اور پہر تمام مجموعۂ حکایت کو جدا جدا بابون پر تقسیم کرایا جائے اور پوچہا جائے کہ وہ حکایت کون سے باب سے علاقہ رکھتی ہے اور یہ کون سے باب سے

جس طرح ہر ایک ملک مین لٹریچر کی ابتدا نظم سے ہوتی رہی ہے اسی طرح ایران مین بہی اول شاعری کا ظہور ہوا تہا - اور دوسری صدی کے اخیر سے جبکہ اول ہی اول خواجہ عباس مروزی نے مامون کی مدح مین فارسی قصیدہ لکہا - کئی صدیون تک مقتضاے وقت کے موافق صرف شاعری کو ترقی ہوتی رہی - فارسی نثر لکہنا اگرچہ ایک مدت کے بعد شروع ہو گیا لیکن شیخ کے زمانہ تک اُسکی کوئی عام شاہراہ مقرر نہین ہوئی اکثر سیدہی سادی عبارت عام روزمرہ اور بول چال کے موافق لکہی جاتی تہی یا اہل علم کسیقدر خواص کے روزمرہ مین تحریر کرتے تہے چنانچہ حکیم ناصر خسرو کا سفرنامہ جو کہ پانچوین صدی مین لکہا گیا اس مین نہایت بے تکلفی سے خواص کی معمولی بول چال مین حالات تحریر کیے گیے ہین - اور بعض ادیب اور فاضل جن پر عربیت غالب تہی اُنکے قلم سے بغیر فکر اور غور کے اکثر عربی لغات اور اشعار وغیرہ فارسی تحریرون مین تراوش کرتے تہے - مگر نثر مین شاعرانہ شوخی اور جادو پیدا کرنا اور اُسکے فقرون مین ایک خاص قسم کے وزن اور تول کا لحاظ رکہنا جاری نہوا تہا - خصوصًا کوئی اخلاقی کتاب عمدہ نثر مین شیخ کے زمانہ تک ایسی نہین لکہی گئی تہی جس مین اخلاق کا بیان واقعات نفس الامری کے ضمن مین کیا گیا ہو - ۵۵۱ھ مین قاضی حمید الدین ابوبکر نے مقامات بدیعی اور مقامات حریری کی طرز پر فارسی مین مقامات حمیدی لکہی ہے اُسمین نہایت تکلف اور تصنع پایا جاتا ہے اُسکی بنیاد زیادہ تر صنائع

لفظی پر رکھی ہے اور تمام کتاب بدیعی اور حریری کی طرح مقفیٰ اور مسجع لکھی ہے اور جس طرح ان
دونون کتابون مین فرضی قصے وضع کیے گئے ہین اُسی طرح اُس مین بھی محض خیالی افسانے لکھتے ہین
جن مین گھٹانے بڑہانے اور ہر قسم کے تصرف کرنیکا اختیار مصنف کے ہاتھ مین ہوتا ہے اس
کتاب کے پڑہنے سے کوئی خیال اس کے سوا دل مین پیدا نہین ہوتا کہ مصنف کو عربی لغات
پر بہت عبور تھا اور تجنیس و ترصیع اور دیگر صنائع لفظی کے برتنے پر کافی قدرت رکھتا تھا۔

ایک اور کتاب موسوم بہ قابوس نامہ پانچوین صدی ہجری کی تصنیف ہماری نظر سے
گذری ہے جسکا مصنف قابوس[1] بن سکندر ملقب بہ عنصر المعالی ہے یہ تمام کتاب اخلاق اور آداب
معاشرت مین لکھی گئی ہے اس کا بیان بہت صاف اور سادہ ہے اور مضامین عمدہ ہین لیکن
اس کے سوا کوئی ندرت یا دلفریبی اُسکی عبارت مین نہین پائی جاتی۔

غرضکہ شیخ نے آنکھہ کھول کر نثر کا کوئی ایسا عمدہ نمونہ نہین دیکھا تھا جسکی نسبت یہ گمان کیا
جائے کہ گلستان کی بنیاد اُس پر رکھی گئی ہوگی - حق یہ ہے کہ وہ خود ہی اس روش کا موجد تھا اور
اوسی پر اُس کا خاتمہ ہوگیا۔

اُس نے اپنی دونون بے نظیر کتابون مین برخلاف ایرانی نثارون کے اپنی بلند پروازی
اور نازک خیالی ظاہر کرنی - یا اپنا تفلسف اور تبحّر علمی جتانا یا عقل و عادت کے خلاف باتین لکھہ کر
لوگون کا دل لبھانا - اور عجائبات کا طلسم باندہ کر خلقت کو حیرت مین ڈالنا نہین چاہا - اُس نے
دونو کتابون مین باستثناء چند حکایتون کے کوئی واقعہ ایسا نہین لکھا جو عقل یا عادت کے خلاف

[1] یہ شخص دیار آل زیار مین سے ایک بادشاہ ہے جسنے جرجان اور گیلان وغیرہ مین کہیں برس حکمرانی کی ہے اور ۴۲۱ھ مین وفات پائی۔

ہویا جسکو سنکر کچہہ زیادہ تعجب ہو۔ وہ اکثر اپنی آنکہہ کی دیکھی یا کان سے سنی یا کسی کتاب سے انتخاب کی ہوئی ایسی سیدہی سادہی معمولی باتین لکہتا ہے جو صبح سے شام تک ہر انسان پر گزرتی ہین۔ عام حکایتین جو اِن دونون کتابون مین درج ہین وہ اس قبیل کی ہین کہ مثلاً ایک بدمعاش سائل نے اپنے کو قرضدار ظاہر کر کے ایک بزرگ سے دو دینار حاصل کیے۔ لوگون نے کہا یہ تو مکار تہا۔ اس کو کچہہ دینا نہ چاہیے تہا۔ فرمایا اگر مکار تہا تو مین اُسکے شر سے بچا ورنہ وہ اورون کے شر سے بچا۔

یا یہ کہ ایک بادشاہزادہ کے تاج کا لعل اندہیری رات مین ایک پتہریلی جگہہ گر پڑا بادشاہ نے بیٹے سے کہا کہ پتہر یونہین سی لعل پانا چاہتا ہو تو ہر پتہری کو لعل سمجہہ کر غور سے دیکہہ۔

یا یہ کہ مین چند درویشون کے ساتہہ روم مین پہونچا اور ہم سب ایک ذی مقدور شیخ کے ہان اُترے۔ اُسنے ہماری ہر طرح سے خاطر کی مگر کہانے کو کچہہ نہ دیا۔

اِن سیدہی سادی حکایتون کو وہ ایسے لطیف اسلوب سے بیان کرتا ہے اور اُن سے ایسے پاکیزہ نتیجے استخراج کرتا ہے کہ ایک نہایت بے حقیقت بات حقیقت مین ایک نکتہ یا ایک دلچسپ قصہ معلوم ہوتا ہے۔

گلستان اور بوستان کو پڑہ کر دو باتون مین سے ایک بات کا ضرور اقرار کرنا پڑتا ہے۔ یا تو یہ کہ انتخاب کرنے مین شیخ کا مذاق ایسا صحیح تہا کہ جو حکایت وہ اِن کتابون مین درج کرنی چاہتا تہا اُس مین کوئی نہ کوئی لطیف اور چہبتی ہوئی بات ضرور ہوتی تہی اور یا یہ کہ وہ اپنی خوش سلیقگی اور حسن بیان سے ایک مبتذل اور پیش پا افتادہ مضمون کو بہی اُسی قدر دلاویز طور پر بیان کرسکتا تہا جیسے ایک نرالے اور اچہوتے خیال کو۔

تعجب ہے کہ شیخ کی گلستان جو آیندہ نسلون کے لیے نثر فارسی کا ایک لاجواب نمونہ تھی
ایران مین اُسکے تتبع کا کسی نے خیال نہین کیا یا یون کہنے کہ کسی سے اُسکا تتبع نہین ہو سکا۔ اگرچہ
شیخ کے بعد نثر فارسی کی ترقی یا وسعت انتہا کے درجہ کو پہنچ گئی اور نثر لکھنے پر ایسے ایسے
جلیل القدر فاضلون نے کمر باندہی جنکا علم وفضل شیخ سے بمراتب فائق تر تھا مگر سب کی ہمت
زیادہ تر الفاظ اور صنائع لفظی پر مقصود رہی۔

ایران مین سب سے بڑا انشا پرداز فضل اللہ بن عبد اللہ شیرازی سمجھا جاتا ہے جو شیخ کے اخیر
زمانہ مین ہوا ہے اُسکی مشہور کتاب تاریخ وصاف ہے بیشک اُس کا کمال علمی اور عربی و فارسی
دونون زبانون کی نظم ونثر پر بڑی قدرت معلوم ہوتی ہے لیکن ساری کتاب مین شاید ہی کوئی فقرہ
ایسا نکلے جو متوسط درجہ کی استعداد کا آدمی ڈکشنری کھولے بغیر سمجھ سکے یا جسکا انداز بیان دل
مین جا کرے جب ۷۱۲ھ ہجری مین جبکہ سلطان محمد اولجائتو خان خدا بندہ کے حکم سے آذربیجان مین
شہر سلطانیہ بنکر تیار ہو چکا اور اس خوشی مین سلطان کی طرف سے تمام شہر کی دعوت کی گئی۔ اس
کتاب کی تقریب اور تعریف سلطان کے حضور مین کی گئی۔ سلطان نے اُس مین سے کچھہ متفرق
فقرے پڑہنے کا حکم دیا۔ اسوقت دربار مین وزیر رشید الدین اور قاضی القضاۃ نظام الدین عبد الملک
اور خواجہ اصیل الدین طوسی اور بڑے بڑے عالم اور فاضل موجود تھے فضل اللہ نے چند دعائیہ
فقرے کہ اُن سے زیادہ سلیس اور آسان عبارت شاید تمام کتاب مین نہوگی خاص سلطان کے
سنانے کو لکھے تھے وہ پڑہنے شروع کیے سلطان ہر فقرہ کے معنی رشید الدین وغیرہم سے پوچھتا تھا
یہ لوگ اُسکی شرح بہت بسط کے ساتھہ کرتے تھے تب سلطان کی سمجھہ مین کچھہ آتا تھا یا شرما شرمی

کچھہ ہان ہون کر دیتا تھا - یہ حال تاریخ وصاف کی عبارت کا ہے اُسکے بعد بھی زیادہ تر نثر کے لکھنے والون نے اسی بات مین کوشش کی ہے کہ انکی نثر کے سمجھنے مین ناظرین کو طرح طرح کی دقتین پیش آئین اور اُنکے علم وفضل اور ہمہ دانی کا اعتقاد دلون مین پیدا ہو مگر یہ ارادہ بہت کم کیا گیا ہے کہ مفید خیالات زود فہم الفاظ اور دلاویز عبارت مین ادا کیے جائین -

تین کتابین میری نظر سے گذری ہین جو شیخ کے بعد گلستان کی طرز پر لکھی گئی ہین - ایک مولانا عبدالرحمن جامی کی بہارستان - دوسری مجدالدین خوافی[۱] کی خارستان - تیسری حبیب[۲] قاآنی شیرازی کی پریشان سو اول ہم بہارستان کا ذکر کرتے ہین - اگرچہ خارستان کو عبارت کی خوبی اور جزالت کے لحاظ سے بہارستان کے ساتھ کچھہ نسبت نہین ہے - بلکہ اگر میری رائے غلط نہو تو خارستان کا طریقۂ تحریر اکثر جگہہ اہل زبان کی روش سے بیگانہ معلوم ہوتا ہے لیکن جب دونون کو گلستان کے مقابلہ مین لایا جاتا ہے تو جس طرح آفتاب کے سامنے چاند اور شمع دونون کی روشنی کافور ہو جاتی ہے - اِسی طرح بہارستان اور خارستان دونون کا رنگ پھیکا پڑ جاتا ہے اور ایک کو دوسرے سے بہتر کہنے کی کوئی وجہ نہین رہتی - حکایتین اور روایتین جو ان دونو کتابون مین درج کی گئی ہین وہ فی الحقیقت گلستان کی حکایتون سے بہت ملتی جلتی ہین اور زیادہ تر مجدالدین خوافی نے اپنی کتاب کے ابواب بھی اُسی طریقہ پر مرتب کیے ہین مگر شیخ کے حسن بیان اور لطف ادا سے

[۱] یہ شخص اکبر کے عہد مین خراسان سے آیا تھا - خواف خراسان مین ایک مشہور بستی ہے کہتے ہین کہ خارستان اس نے اکبر کے حکم سے لکھی تھی [۲] یہ شخص زمانہ حال کا ایک نہایت مسلّم اور مقبول شاعر ہے جسکو اہل ایران خاتم الشعرا سمجھتے ہین - اُسکی وفات کو چالیس برس سے زیادہ نہین گذرے -

گلستان نے ایک خاص صورت پیدا کی ہے جس کے سبب سے وہ بالکل انوکھی اور نرالی چیز معلوم ہوتی ہے - ہر چند اس قسم کی ہمشکل اور ہمجنس کتابون مین پورا پورا فرق اور امتیاز کرنا بغیر وجدان صحیح اور ذوق سلیم کے ممکن نہین ہے - لیکن چند متحد المضمون فقرون کے مقابلہ کرنیسے کسی نہ کسی قدر اندازہ ہوسکتا ہے کہ کونسا اسلوب بیان زیادہ صاف اور پاکیزہ و دلاویز ہے اور کونسا کم اسیلیے چند ایسی مثالین جو نہایت دقت اور جستجو سے بہم پہنچی ہین - اس مقام پر نقل کی جاتی ہین -

گلستان اور بہارستان کا مقابلہ

گلستان - اسکندر را پرسیدند کہ دیار مغرب مشرق را بچہ گرفتی کہ ملوک پیشین را خزائن و عمر و ملک و لشکر بیش از تو بود چنین فتحے میسر نشد گفت بعون خداے عزوجل ہر مملکتے را کہ گرفتم رعیتش را نیازردم و رسوم خیرات گذشتگان باطل نہ کردم و نام بادشاہان جز بہ نکوئی نہ بردم **بیت**

بزرگش نخوانند اہل خرد ٭ کہ نام بزرگان بزشتی برد

قطعہ

این ہمہ ہیچ است چون می بگذرد ٭ بخت و تخت و امر و نہی گیر و دار

نام نیک رفتگان ضائع مکن ٭ تا بماند نام نیکت یادگار

بہارستان - اسکندر را گفتند بچہ سبب یافتی آنچہ یافتی از دولت سلطنت و مملکت با صغر سن و حداثت عہد - گفت باستمالت دشمنان تا از غائلۂ دشمنی زمام تافتند و از تعاہد دوستان تا در قاعدۂ دوستی استحکام یافتند -

بیت

باید ت ملک سکندر چون وے از حسن سیر

دشمنان را دوست گردان دوستان را دوست تر

اِن دونون عبارتون مین باعتبار فصاحت وبلاغت کے جو فرق ہے اوس کا فیصلہ زیادہ تر ذوق صحیح پر منحصر ہے مگر جسقدر قید بیان مین آسکتا ہے وہ لکھا جاتا ہے - لیکن اس سے محض گلستان کی فوقیت جتانی مقصود ہے نہ کہ بہارستان کی تنقیص کرنی **اوّل** "اسکندر را پرسیدند" اور "اسکندر را گفتند" مین جو فرق ہے وہ ظاہر ہے - سوال کے موقعہ پر پرسیدن بہ نسبت گفتن کے زیادہ مناسب ہے **دوسرے** شیخ کے ہان خزائن وعمر وملک ولشکر چار لفظ ایک دوسرے پر معطوف ہین اور کوئی لفظ حشو وبیکار نہین ہے - اور مولانا کے ہان دولت سے اگر سلطنت مراد ہے تو سلطنت ومملکت دونون ورنہ صرف لفظِ مملکت حشو ہے اور صغر سن کے بعد حداثت عہد بہی حشو ہے **تیسرے** شیخ کے ہان بیان مین سوال کرنیکی وجہ ظاہر ہے کیونکہ باوجود کمی لشکر وملک وعمر ومال کے مشرق ومغرب کو فتح کرنا تعجب سے خالی نہ تہا - اور مولانا کے ہان سوال کی وجہ ایسی ظاہر نہین ہے کیونکہ تہوڑی عمر مین بہتیرے لوگون نے دولت اور سلطنت حاصل کی ہے **چوتھے** سکندر کا جواب جو شیخ نے نقل کیا ہے اوسمین ہرگز اس سے زیادہ اختصار کی گنجایش نہ تھی ورنہ سکندر کا جواب ناتمام رہتا - اور جو جواب مولانا نے نقل کیا ہے وہ اِن لفظون مین ادا ہوسکتا تہا - "به استمالتِ دشمنان وتعاہد دوستان" اِس سے زیادہ بیان کرنے کی ضرورت معلوم نہین ہوتی - **پانچوین** شیخ نے جو نتیجہ حکایت کے مضمون سے نکال کر اشعار مین بیان کیا ہے وہ کئی وجہ سے مولانا کے نتیجہ کی نسبت زیادہ بلیغ ہے - شیخ کا نتیجہ لازمی ہے - اور مولانا کا نتیجہ غیر لازمی - کیون کہ یہ ضرور نہین ہے کہ جو شخص دشمنون کو دوست اور دوستون کو زیادہ دوست بنائے گا اوسکو ضرور سکندر کی سی سلطنت

حاصل ہوجائیگی - اسکے سوا مولانا نے حقیقت مین کوئی نتیجہ نہین نکالا بلکہ حکایت کا خلاصہ ایک بیت مین دوبارہ بیان کردیا ہے - اور شیخ نے جو نتیجہ نکالا ہے وہ ایک اچھوتا مضمون ہے کہ جب تک بیان نہ کیا جاوے ہر شخص کا ذہن وہان تک انتقال نہین کرسکتا -
نیز شیخ نے ایسا حاوی نتیجہ نکالا ہے جو تمام مخلوق کو شامل ہے - کیونکہ سلف کی تعظیم اور ادب اور اون کے محاسن وکمالات کی قدر کرنی ہر شخص کے حق مین مثمر برکات ہے اور مولانا کا نتیجہ صرف سلاطین اولوالعزم کے ساتھ مخصوص ہے - کیونکہ ملک سکندر کی خواہش اون کے سوا اور کسی کو نہین ہوتی -

گلستان - رازیکہ نہان خواہی باکسے درمیان منہ اگرچہ دوست باشد کہ مر آن دوست رانیز دوستان باشند وہمچنین مسلسل **قطعہ** -

خامشی بہ کہ ضمیر دل خویش
باکسے گفتن وگفتن کہ مگوئے
اے سلیم آب زسرچشمہ بہ بند
کہ چو پرشد نتوان بستن جوئے

بیت

سخنے درخلا نباید گفت

بہارستان - اسرار نہان خود را باہیچ دوستی درمیان منہ زیراکہ بسیار بود کہ در دوستی خلل افتد و بدشمنی بدل گردد - **قطعہ** -

اے پسر سر کش از دشمن نہفتن لازمست
بہ کہ از افشائے آن با دوستی کم دم زنی
دیدہ ام بسیار گز سیر سپہر کج نہاد
دوستان دشمن شوند و دوستیہا دشمنی

قطعہ بر سر مہر گر افتد بخاطرت
سرعت مکن بہ موج بیانش نگاشتن

ترسم شود غرامتِ اظہار آن ترا	کان سخن برملا نشاید گفت
مشکل تر از ندامت پوشیدہ داشتن	

اِس مثال مین ہی گلستان کا بیان بہارستان کی نسبت چند وجوہ سے زیادہ بلیغ ہے ا شیخ کہتا ہے "رازیکہ نہان خواہی" یعنی جس بھید کو چھُپانا منظور ہوُاُسے کسی سے نہ کہو - اور مولانا کہتے ہین "اسرار نہان خودرا" یعنی اپنے پوشیدہ بھیدون کو ظاہر نہ کرو - حالانکہ بعضے بھید کیسے ہی پوشیدہ ہون ایک مدت کے بعد کہنے کے لائق ہوجاتے ہین مگر جن کا چھُپانا منظور ہوتا ہے وہ کبھی کہنے کے لائق نہین ہوتے ۲ - شیخ کہتا ہے "باکس درمیان منہ اگرچہ دوست باشد" اور مولانا کہتے ہین "ہیچ دوستی درمیان منہ" پہلے بیان مین دوست اور غیر دوست سب سے راز کہنے کی ممانعت ہے مگر دوسرا بیان جبتک اس طرح نہو "با دوست ہم درمیان منہ" تب تک اوسمین تعمیم پیدا نہین ہوتی ۳ - شیخ نے راز نہ کہنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اوسکے بھی دوست ہون گے اور اون دوستون کے بھی دوست ہون گے اور یہ سلسلہ اسی طرح چلا جائیگا - پس چپکے ہی چپکے راز جمہور مین پھیل جائیگا - مولانا نے یہ وجہ بیان کی ہے کہ شاید دوستی مین خلل آجائے اور دوست دشمن ہوجائے اگرچہ مطلب دونون صحیح ہین لیکن پہلی وجہ زیادہ موجہ ہے کیونکہ یقیناً کوئی شخص دوستون سے خالی نہین ہوتا اور دوستی مین فرق آجانا کبھی ہوتا ہے کبھی نہین ہوتا ۴ - شیخ کا قطعہ بلاغت مین مولانا کے قطعہ سے بمراتب افضل اور فائق تر ہے - پہلی بیت مین اُس نے انسان کی ایک ایسی غامض اور دقیق خصلت کی طرف اشارہ کیا ہے جو عام نظرون سے مخفی ہے وہ کہتا ہے ۵

با کسے گفتن و گفتن کہ مگوے	خامشی بہ کہ ضمیر دلِ خویش

یعنی کسی سے اپنا بھید لکھکر اوسکو افشائے راز سے منع کرنا کچھہ مفید نہین ہے کیونکہ انسان ممنوعات پر زیادہ حریص ہوتا ہے اسیلئے اب اوسکو ضبط راز کرنا اور بھی مشکل ہوگا - پس اس سے خامشی ہی بہتر ہے - دوسری بیت مین ایک نہایت لطیف اور واضح مثال سے مطلب کو خاطر خواہ دلنشین کیا ہے - مولانا کے قطعہ مین کوئی خوبی اس مضمون کے سوا نہین ہے کہ جو راز دشمن سے چھپانا چاہیئے اُسے دوست سے بھی چھپانا چاہیئے - مگر اُن کے ساتھہ لفظ افشا زائد معلوم ہوتا ہے کیونکہ "ازان دم زنی" کی جگہہ "از افشائے آن دم زنی" کہا گیا ہے اور قطعہ کا اخیر مصرعہ بھی حشو یا تکرار سے خالی نہین ہے - دوستون کا دشمن ہوجانا اور دوستی کا دشمنی ہوجانا فی الحقیقت ایک ہی بات ہے ۵ قطعہ کے بعد شیخ نے ایک فرد لکھی ہے جو فی الواقعہ سہل و ممتنع ہے - یعنی ۵

سخنے در خلا نباید گفت	کان سخن بر ملا نشاید گفت

یہ دہوکا اکثر اشخاص کو ہوجاتا ہے کہ جب صحبت مین کوئی غیر جنس نہین ہوتا تو ناگفتنی باتین کہنے لگتے ہین اور یہ سمجھتے ہین کہ ہم تخلیے مین گفتگو کر رہے ہین اس سے اغیار مطلع نہین ہوسکتے حالانکہ وہ باتین ضرور رفتہ رفتہ منتشر ہوجاتی ہین - اِس مجرب اور سچے مضمون کو جو کسی قدر دقیق بھی تھا ایسے صاف طور سے بیان کیا ہے کہ اُس سے زیادہ بیان کی صفائی ممکن نہین - پھر خلا اور ملا اور در اور بر کا مقابلہ اور صنعت ذوقافتین اوس کے علاوہ ہے - مولانا نے کوئی فرد نہین لکھی مگر ایک دوسرا قطعہ لکھا ہے یعنی " ہر سر سر مہر کہ افتد بخاطرت آنخ " اسمین پہلے مصرعہ سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جو راز سربستہ تیرے خیال

یا دل مین گزرے اور مطلب یہ ہے کہ جو بھید تیرے دل مین موجود یا مستور ہو پھر "بموجب بیانش نگاشتن" کا لفظ "در اظہار آن" کی جگہہ لایا گیا ہے جس مین نہایت تکلف ہے - پہر اخیر مصرعہ مین ندامت کا لفظ شاید بے محل ہے کیونکہ اخفاے راز سے کبھی ندامت نہین ہوتی - باوجود ان تمام باتون کے دونون مثالون مین شیخ کے ہان کوئی لفظ غریب یا غیر مانوس نہین معلوم ہوتا اور مولانا کے ہان اکثر الفاظ بمقابلہ گلستان کے الفاظ کے غریب معلوم ہوتے ہین جیسے حداثتِ عہد - غائلہ - لعابد - بموجب بیانش نگاشتن - غرامت -

گلستان اور خارستان کا مقابلہ

گلستان - حکیمان دیر دیر خورند و عابدان نیم سیر - و زاہدان تا سدِّ رمق - و جوانان تا طبق برگیرند - و پیران تا عرق کنند - امّا قلندران چندان خورند کہ در معدہ جائے نفس نماند و بر سفرہ روزی کس - **بیت**

اسیر بند شکم را دو شب نگیرد خواب
شبے ز معدہ سنگی شبے ز دلتنگی

خارستان - ہر کہ در گرسنگی طاقت نیارد باید کہ سہ یک شکم را از طعام پر کند و سہ یک دیگر از آب و سہ یک دیگر از برائے نفس زدن رہا کند - امّا صوفیان وقت را میگویند کہ تو ہمہ شکم را از طعام پر کُن آب خود چیز لطیف ست خود را جائے میکند کہ لطیفان را جائے کم نباشد و نفس را جائے گو مباش **بیت**

بشنو کہ چہ گفت صوفیِ پرواری
چون سیر شدی چراغِ جان داری

مثال ۲

خارستان - علم باعمل ہمچو طعام بانمک ست ہرکرا ہر دو ہست حکمتے تمام دارد و طعام بے نمک راچہ توان کرد۔ بیت عمل بے علم نامضبوط باشد ہمیشہ شرط بامشروط باشد	گلستان - عالم ناپرہیزگار کور مشعلہ دار ست یَھْدِیْ بِہٖ وَھُوَ لَا یَھْتَدِیْ بیت بیفائدہ ہرکہ عمر درباخت چیزے نخرید و زر بینداخت

مذکورہ بالا مثالون کو دیکھکر غالبًا ہر شخص جو فارسی زبان سے فی الجملہ آشنا ہے بخوبی اندازہ کرسکتا ہے کہ خارستان کی عبارت گلستان کے مقابلہ مین کسقدر کم وزن اور بے وقعت ہے اسی لیے ہم اس مقام کو ناظرین کے مذاق اور تمیز پر چھوڑ دیتے ہین اور زیادہ نکتہ چینی کرنے کی ضرورت نہین دیکھتے۔

پریشان کا مصنف مرزا حبیب قاآنی کتاب مذکور کے خاتمہ کے اشعار مین تصریح کرتا ہے کہ اُسکی عمر تیس ۳۰ برس سے بھی دو تین برس کم تھی جب یہ کتاب اوس نے لکھی ہے - اور شیخ نے گلستان کو سنِ کہولت اور اوائل سن شیخوخت مین مرتب کیا ہے - پس اگر قاآنی سے گلستان کا پورا پورا تتبع نہو سکا تو کچھہ تعجب نہین کیونکہ ایک ایسی کتاب کا سرانجام کرنا جسکی بنا محض حکمت اور تجربت پر ہونی چاہیئے شیخ کے مقابلہ مین ایک نوجوان ناتجربہ کار کی طاقت سے باہر تھا - بلکہ اگر میری رائے غلط نہو تو بڑی عمر مین قاآنی سے گلستان کا جواب اتنا بھی لکھا جانا مشکل تھا کیونکہ اوسکی تمام عمر قصیدہ گوئی مین صرف ہوئی ہے جسمین محض خیالی ڈھکوسلے باندھنے اور الفاظ تراشی کے سوا حقیقت اور واقفیت سے کچھہ غرض نہین ہوتی پس

جسقدر قصیدہ گوئی مین اُسکو مشق و مہارت زیادہ بڑہتی جاتی تہی اوسی قدر بیان حقائق اور واقعہ نگاری کا ملکہ اوس سے سلب ہوتا جاتا تھا - قاآنی نے بہی گلستان کی طرح پریشان کی عبارت دلچسپ اور دلاویز کرنے مین بہت کوشش کی ہے مگر سوا اسکے کہ تمام کتاب کو ہزل اور فحش سے بھر دیا اور چند آزاد اور بیباک نوجوانون کی ضیافتِ طبع کا سامان مہیا کر دیا اور کچھہ اُس سے نہین ہو سکا - خاتمہ کتاب کے سوا جس مین اُسنے ابنائے ملوک کیلئے پند پند کر کے کچھہ نصیحتین لکھی ہین تمام کتاب مین وہ حکایتون کی بنیاد اکثر نہایت غلیظ فحش یا خفیف ہزل پر رکھتا ہے جس کے پڑہنے سے شرم آتی ہے اور طرہ یہ کہ پہر اُس سے نتائج عارفانہ اور متصوفانہ استخراج کرتا ہے - یہی سبب ہے کہ پریشان کا خاتمہ جس مین شوخی و ظرافت کا کچھہ سامان نہین ہے باب ہشتم گلستان کے مقابلہ مین نہایت پہیکا اور بے مزہ معلوم ہوتا ہے - تمام خاتمے مین شاذ و نادر ہی کوئی مضمون ایسا ہوگا جس مین کوئی ندرت پائی جائے - عبارت بیشک عمدہ ہے مگر شیخ کی جادو بیانی کا کہین نشان نہین پایا جاتا - عام نصائح جو خاتمے مین درج ہین وہ اِس قبیل کی ہین **پند** بادشاہ باید بہ سخن چینیان اعتماد نکند **پند** بادشاہ باید دین را توقیر کند و دشمنان دین را تحقیر فرماید **پند** بادشاہ باید از خدا غافل نماند تا خدا ازو غافل نباشد **پند** بادشاہان را در نظام ممالک دست دُرافشان بکار ست و تیغ سر افشان **بیت**

"تا کہ بدان دوستان شوند فراہم - تا کہ بدین دشمنان شوند پریشان" اور اگر کہین عبارت مین اس سے زیادہ حسن پیدا کرنا چاہتا ہے وہان حقیقت سے دور جا پڑتا ہے - مثلاً **پند** بادشاہ باید تواضع کند و تکبر نفرماید کہ تواضع صفتِ اتقیاست و تکبر صفت اشقیا - و من گفتہ ام

اہل تکبر را در نطفہ عنصر ست چو سرکشی صفت آتش ست و شیطان از آتش ست و اہل تواضع را نطفہ باکست چہ افتادگی صفت خاکست و آدم از خاک بود - اِس بند کے پہلے حصّے مین ظاہر ہے کہ کوئی اچھوتا مضمون نہین ہے اور دوسرے حصّے مین جو اُس نے کچھ ندرت پیدا کرنی چاہی ہے وہ محض ایک شاعرانہ خیال ہے اور وہ بھی اچھی طرح بیان نہین ہو سکا - اسی مضمون کو شیخ علیہ الرحمتہ نے بوستان مین اِسطرح بیان کیا ہے ؎

زخاک آفریدت خداوند پاک	پس اے بندۂ اُفتادگی کن چو خاک
حریص و جہان سوز و سرکش مباش	زخاک آفریدت آتش مباش
چو گردن کشید آتش ہولناک	بہ بیچارگی تن بیند اخت خاک
چو آن سرفرازی نمود این کمی	ازان دیو کردند ازین آدمی

البتہ جو عذر کہ قاآنی نے پریشان کے دیباچے مین کیا ہے اور گلستان کے مقابلے مین کتاب لکھنے سے اپنا عذر ظاہر کیا ہے اُس سے اُسکا نہایت انصاف اور گلستان کی قدر شناسی ہوتی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُسنے احباب کے نہایت سخت جبر سے پریشان کے لکھنے پر قلم اُٹھایا تھا - وہ لکھتا ہے "کہ ایک نہایت عزیز دوست نے اصرار کیا کہ گلستان کی طرز پر نظم و نثر مین ایک کتاب لکھنی چاہیئے - مین نے کہا - بھائی توبہ کر! مین! اور شیخ کی طرز پر کتاب لکھنے کا ارادہ کرون؟ مسیلمہ نے نبوت کا دعویٰ کرکے کذاب کے سوا اور کچھہ خطاب نہین پایا مین نے مانا کہ جگنو رات کو چمکتا ہے لیکن کیا وہ چاندنی کی برابری کر سکتا ہے؟ شیخ کی گلستان ایک باغ ہے جسکے ہر پھول کی پتی کے ہزارون بہشت غلام ہین اور اہل معنی کی جان

قیامت تک اس کی حیات بخش خوشبو سے زندہ ہے - آخر جب اس نے نہ مانا اور میرے انکار سے اُسکا اصرار بڑہتا گیا تو مجبوراً کچہہ نظم و نثر اور جدّ و ہزل ترتیب دی گئی اور یہ سمجہا گیا کہ اگرچہ چڑیا پرواز مین شہباز کی برابری نہین کرسکتی لیکن اسکو بہی چارو ناچار اڑنا ہی پڑتا ہے"

اب ہم چند ایسے فقرے گلستان اور پریشان سے انتخاب کرکے لکہتے ہین جو متحد المضمون ہین -

گلستان اور پریشان کا مقابلہ

گلستان - اے فرزند دخل آب روانست و خرج آسیاے گردان - یعنی خرج فراوان کردن مسلّم کسے راست کہ دخلے معین دارد

قطعہ
چو دخلت نیست خرج آہستہ تر کن
کہ میگویند ملاحان سرودے
اگر باران بکوہستان نبارد
بسالے دجلہ گردد خشک رودے

پریشان - دخل سرچشمہ ایست و مخارج جوے چند کہ آب سرچشمہ در آنہا جاری است و لاشک چون سرچشمہ مسدود شود جوہا خشک شود پس ہر کس آب در جو جاری خواہد سرچشمہ را رعایت کند -

ایضاً - خرج باندازہ دخل باید کرد نہ آنکہ خرج معلوم باشد و دخل موہوم چہ این معنی نامعقول است کہ بار در پیش قدم باشد و بارگیر در حیز عدم باشد

قطعہ
الا اے آنکہ حاجت ست موجود ٭ بکارت مے نیاید دخل معدوم
شنیدستی کسے از نہر جولان ٭ نشیند بر فراز اسب موہوم

اِس مثال مین گلستان سے صرف ایک عبارت اور پریشان کے دو مختلف مقامات سے دو عبارتین ایک ہی مضمون کی نقل کی گئی ہین مگر شیخ کا بیان قاآنی کی دونون عبارتون سے زیادہ بلیغ ہے لیکن جو فرق بہت باریک اور نازک ہین اونکا بیان کرنا اول تو مشکل ہے دوسرے یہ امید نہین کہ ناظرین اُسکو غور سے دیکھین گے۔ اسی لیے صرف ایسے فرق بتائے جاتے ہین جو زیادہ روشن اور صاف ہین۔ شیخ کے بیان مین مخاطب کو فرزند کے ساتھ تعبیر کرنا عین مقتضاے مقام ہے۔ ایک تو اظہار شفقت جو ناصح کے لیے ضرور ہے۔ دوسرے یہ جتانا کہ نوجوان ہی اکثر اس نصیحت کے محتاج ہوتے ہین۔ پھر دخل و خرج کی تشبیہ آبِ روان اور پنچکّی کے ساتھ کیسی عمدہ تشبیہ ہے کہ جسقدر نرالی ہے اُسی قدر جچی تلی ہی ہے۔ پنچکّی بھی بدون آب روان کے نہین چلتی اور خرچ ہی بغیر آمدنی کے نہین چلتا۔ پنچکّی بھی پانی کے بند ہو جانے پر کسی عارضی قوت سے نہین چلائی جاتی ہے تو اُسکی گردش عارضی اور بے ثبات ہوتی ہے خرچ بھی جو بدون آمدنی کے اندوختہ وغیرہ سے چلتا ہے بے بنیاد اور ناپائدار ہوتا ہے پھر اس تمام مطلب کو جو کہ ہمنے تشبیہ کے معنی سمجھانے کے لیے لکھا ہے شیخ نے اِن مختصر اور جامع لفظون مین ادا کیا ہے " یعنی خرج فراوان کردن مسلّم کسے راست کہ دخلے معین دارد" اس کے بعد قطعہ مین ایک نہایت بدیہی مثال دیکر بے بنیاد خرچ کا مآل ہر شخص کو آنکھون سے مشاہدہ کرا دیا ہے اور اُس مقولے کو ملاحون کی طرف منسوب کرکے یہ جتایا ہے کہ یہ ایسی بدیہی بات ہے کہ دجلے کے کنارے پر ہمیشہ ملاحی گیتون مین گائی جاتی ہے۔ قاآنی نے آمدنی کو منبع سے اور اخراجات کو ندیون سے تشبیہ دی ہے تشبیہ یہ بھی عمدہ ہے مگر یہ شیخ کی

اوس تمثیل سے ماخوذ ہے جو اُس نے قطعے مین بیان کی ہے لیکن چونکہ یہ تمثیل نہایت سوٹی
اور معمولی تھی اسیلئے شیخ نے اُسکو ملاحون کی طرف منسوب کیا ہے اور قاآنی کو یہ بات نہین
سوجھی - پھر قاآنی کے بیان سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ سرچشمے کے بند ہوتے ہی ندیان
خشک ہوجاتی ہین - اور شیخ کے بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی قدر مدت کے بعد خشک
ہوتی ہین اور فی الواقع ایسا ہی ہوتا ہے جیسا شیخ نے لکھا ہے پھر شیخ نے منبع کے بند ہوجانے کو
قدرتی اسباب یعنی اُمساک باران کی طرف مستند کیا ہے اور یہ کہا ہے "واگر باران کوہستان نبارد"
اور قاآنی کہتا ہے کہ جو شخص ندی جاری رکھنی چاہے وہ سرچشمے کی خبر رکھے یعنی اوسکو بند ہونے
دے حالانکہ یہ امر انسان کی طاقت سے باہر ہے پھر قاآنی نے تمثیل سے نتیجہ یہ نکالا ہے کہ
جو شخص ندی کا جاری رکھنا چاہے وہ سرچشمے کی خبر رکھے - اگرچہ مطلب اس سے بھی
مفہوم ہوجاتا ہے لیکن اس جگہہ مقتضاے مقام کے موافق اُسکو یہ کہنا چاہیے تاکہ جو شخص
ہمیشہ اپنا خرچ جاری رکھنا چاہے اُسکو آمدنی پر نظر رکھنی چاہیے کیونکہ تمثیل اسی مطلب کے سمجھانے
کو دی گئی ہے نہ اس بات کے سمجھانے کو کہ اگر ندی مین پانی جاری رکھنا چاہو تو سرچشمے کی خبر رکھو -
دوسری عبارت کو قاآنی نے اس جملے سے شروع کیا ہے "خرج باندازہ دخل باید کرد" اسکے بعد
وہ کہتا ہے "نہ آنکہ خرج معلوم باشد و دخل موہوم" یہ دوسرا جملہ اُس نے مقتضاے مقام کے
موافق نہین بلکہ اپنی حالت کے موافق لکھا ہے کیونکہ سنا گیا ہے کہ وہ اکثر جشن وعید وغیرہ کے
موقعون پر دخل موہوم یعنی قصائد کے صلے کی توقع پر قرض لیکر خرچ کرلیا کرتا تھا ورنہ مقتضاے
مقام یہ ہونا چاہیے تھا - "نہ آنکہ دخل اندک باشد و خرج بسیار" یا "نہ آنکہ دخل ہیچ باشد و خرج دہ"

یا اوراسی مضمون کا کوئی جملہ ہوتا کیونکہ آمدنی کے موافق خرچ کرنے کا مفہوم مخالف یہی مضمون ہوسکتا ہے - اسکے سوا وہ مضمون فی نفسہ صحیح بھی نہین ہے کیونکہ دخل موہوم کی امید پر خرچ کرنا خاص خاص صورتون کے سوا کسی کے نزدیک مذموم نہین ہے - تمام تاجر اور کاشتکار اور مدبران ملک دخل موہوم ہی کے بھروسے پر لکھو کھا روپیہ خرچ کرتے ہین - پھر ایسے خرچ کو جو دخل موہوم کی اُمید پر کیا جاے موہوم یا معدوم گھوڑے پر سوار ہونے سے کچھہ مناسبت نہین معلوم ہوتی معدوم گھوڑے پر بے شک کوئی سوار نہین ہوسکتا لیکن دخل موہوم کی امید پر جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہزارون آدمی خرچ کرسکتے اور کرتے ہین -

گلستان - خشم بیش از حد گرفتن وحشت آرد و لطف بیوقت ہیبت ببرد نہ چندان درشتی کن کہ از تو سیر گردند و نہ چندان نرمی کہ بر تو دلیر

ابیات

درشتی و نرمی بہم در بہ ست - چو رگ زن کہ جراح و مرہم نہست
درشتی نگیرد خردمند بیش - نہ سستی کہ نازل کند قدر خویش

نظم

جوانے بپدر گفت اے خردمند - مرا تعلیم کن پیرانہ یک پند
بگفتا نیکمردی کن نہ چندان - کہ گردد چیرہ گرگ تیز دندان

پریشان - کسانیکہ ظرافت و شوخی بسیار کنند یا بغایت رقیق القلب و وسیع الخلق باشند سرداری و سالاری لشکر را نشایند - چہ این صفت موجب جسارت لشکریان شود و گاہ باشد کہ ہرچہ گوید بہ ظرافت و شوخی حمل کنند و نیز اندک مہربانی و وسعت خلق لازم ست کہ لشکریان را بہم خستن و لستن بنا شد و در نیست کہ از بیم چشم و گوش حقوق بادشاہ فراموش کنند و در مخالفت ہمزبان شوند و در وقت کار سستی کنند تا کار فاسد شود -

مثنوی

کسے را کہ شد حکمران بر سپاہ ٭ دو خصلت ہمیشہ نباید نگاہ

عتابے نہان اندرو صد عتاب ٭ خطابے نہان اندر و صد عتاب

بہر نوش او نیش با جان گداز ٭ بہر نیش او نوشہا دلنواز

بیکدست شمشیر زہراب دار ٭ بیکدست دریای گوہر نثار

اس مثال مین گلستان اور پریشان کے مضمون مین کسی قدر فرق ہے - گلستان مین کسی خاص گروہ کی تخصیص نہین ہے اور پریشان مین لشکر کے افسرون اور سپہ سالارون کی تخصیص ہے اسیلے پورا پورا مقابلہ نہین ہوسکتا لیکن چونکہ نفس مضمون متحد ہے اسواسطے کچھ کچھ پہلو مقابلے کے نکل سکتے ہین - شیخ کا بیان لفظاً ومعناً قاآنی کے بیان سے بمراتب فائق تر ہے - اول تو شیخ کے فقرون مین ایک خاص قسم کا وزن اور تول ہے - جو قاآنی کے فقرون مین نہین ہے نثر مین ایسا تناسب بشرطیکہ معنی مقصود اور فصاحت وبلاغت مین کچھ فرق نہ آئے پرلے درجے کا کمال انشاپردازی اور اعلیٰ سے اعلیٰ رتبے کی شاعری ہے - شیخ کے چارون فقرون مین الفاظ متقابلہ ایسی خوبی سے واقع ہوئے ہین کہ معنی مقصود کو اُن سے اور زیادہ رونق ہوگئی ہے یعنی

خشم اور لطف - بیش از حد اور بیوقت - وحشت اور ہیبت - آرد اور برد - درشتی - اور نرمی کو جو فصاد کی حالت سے تمثیل دی ہے وہ کیسی بلیغ ہے اور کسقدر مختصر لفظون مین ادا کی گئی ہے اور دوسری بیت مین کتنا وسیع مضمون دو مصرعون مین بیان کیا ہے یعنی یہ کہ درشتی کو اپنا شعار بنالینا اور کبھی نرمی نہ برتنا جیساکہ لفظ بیش گرفتن سے مستفاد ہوتا ہے اچھا نہین ہے

کیونکہ عقلمند ایسا نہین کرتے اور بالکل نرمی ہی نرمی برتنا اور کبھی درشتی نہ کرنا جیساکہ سستی کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے یہ بھی اچھا نہین ہے کیونکہ اس سے انسان نظرون مین حقیر ہوجاتا ہے پہر دوسری نظم مین صرف اتنی سی بات کہ نیکی بے محل کرنی نہین چاہیئے کیسے عمدہ پیرایے مین بیان کیا ہے - خصوصًا چندان کا قافیہ تناسب اور ہموزن لانیکے لیے کس مطلب کو کن لفظون مین اداکیا ہے - قاآنی کی نثر مین بمقابلہ شیخ کی نثر کوئی بات جو قابل ذکر ہو نہین پائی جاتی - اور نظم مین بھی حقیقت اور معنی کی نسبت الفاظ کی چمک دمک زیادہ ہے - چونکہ دونون عبارتون مین فرق بیّن معلوم ہوتا ہے اسلیئے پریشان کی عبارت مین زیادہ نکتہ چینی کرنے کی ضرورت نہین سمجھی گئی -

اب ہم اِن اضافی خوبیون کا بیان چھوڑ کر گلستان کے ذاتی محاسن کی طرف پہر متوجہ ہوتے ہین - اِس کتاب کی عمدہ خاصیتون مین سے ایک یہ خاصیت بھی فارسی لٹریچر مین نہایت عجیب اور قابل لحاظ ہے کہ فارسی اور اُردو کی تحریر و تقریر مین جسقدر گلستان کے جملے اور اشعار اور مصرعے ضرب المثل ہین اتنے کسی کتاب کے نہین دیکھے گیے - اُن مین سے کسیقدر یہان نقل کیے جاتے ہین ۱ - ہر عیب کہ سلطان بہ پسندد ہنر ست ۲ ہر کہ آمد عمارتے نو ساخت ۳ - حاجت مشاطہ نیست روی دلارام را - ۴ - ہر چہ بقامت کہتر بقیمت بہتر ۵ - ہر کہ دست از جان بشوید ہر چہ در دل دارد بگوید - ۶ - دہ درویش در گلیمے بخسپند و دو بادشاہ در اقلیمے نہ گنجند - ۷ - سرِ چشمہ شاید گرفتن بہ بیل چو پر شد نشاید گذشتن بہ پیل - ۸ - پرتو نیکان نگیرد ہر کہ بنیادش بدست - ۹ - افعی راکشتن و بچہ اش را

نگاه داشتن کار خردمندان نیست - ۱۰- پسر نوح با بدان بنشست ؛ خاندان نبوتش گم شد ۱۱- دشمن نتوان حقیر و بیچاره شمرد ۱۲- عاقبت گرگ زاده گرگ شود ۱۳- در باغ لاله روید و در شوره بوم خس ۱۴- توانگری به دل ست نه بمال - و بزرگی بعقل ست نه بسال ۱۵- دشمن چه کند چو مهربان باشد دوست ۱۶- حسود را چکنم کو ز خود برنج درست - ۱۷- قدر عافیت کسے داند که بمصیبتے گرفتار آید- ۱۸- آنانکه غنی تر ند محتاج تر ند- ۱۹- چو عضوے بدرد آورد روزگار ؛ دگر عضوها را نماند قرار ۲۰- دامن از کجا آرم که جامه ندارم ۲۱- گاہے بسلامے برنجند و گاہے بدشنامے خلعت دہند ۲۲- ہر کجا چشمۂ بود شیرین ؛ مردم و مرغ و مور گرد آیند ۲۳- راستی موجب رضاے خداست کس ندیدم که گم شد از ره راست ۲۴- آنرا که حساب پاکست از محاسبه چه باک- ۲۵- تو پاک باش برادر مدار از کس باک ؛ زنند جامۂ ناپاک گازران بر سنگ - ۲۶- تا تریاق از عراق آورده شود مار گزیده مرده شود ۲۷- بدریا در منافع بیشمار ست ؛ وگر خواہی سلامت برکنار ست ۲۸- دوست آن باشد که گیرد دست دوست ؛ در پریشان حالی و درماندگی- ۲۹- درمیسر و وزیر و سلطان را ؛ بے وسیلت مگرد پیرامن - سگ و دربان چو یافتند غریب این گریبان بگیرد آن دامن ۳۰- خداے راست مسلم بزرگی و الطاف ؛ که جرم بیند و نان برقرار میدارد- ۳۱- بنیاد ظلم اوّل در جہان اندک بود ہر که آمد بران مزید کرد تا بدین غایت رسید - ۳۲- ہر که با فولاد بازو پنجه کرد ؛ ساعد سیمین خود را رنجه کرد ۳۳- چو کردی با کلوخ انداز پیکار ؛ سر خود را بنادانی شکستی - چو سنگ انداختی بر روے دشمن ؛ حذر کن کاندر آماجش نشستی

۲۳۴-کس نیاموخت علم تیر از من ؛ که مرا عاقبت نشانہ نکرد ۲۳۵- دریاب کنون کہ نعمتت ہست بدست ؛ کین دولت و ملک میرود دست بدست ۲۳۶-گر وزیر از خدا بترسیدے ؛ ہمچنان کز ملک ملک بودے ۲۳۷- بر گردن او بماند و بر ما بگذشت ۲۳۸- اگر شہ روز را گوید شب است این ؛ بباید گفت اینک ماہ و پروین ۲۳۹- جہاندیدہ بسیار گوید دروغ ۴۰-چو کارے بے فضول من بر آید ؛ مرا در وے سخن گفتن نشاید- ۴۱-اگر روزی بدانش بر فزودے ؛ ز نادان تنگ تر روزی نبودے ۴۲ محتسب را درون خانہ چہ کار ۴۳-ہر کہ عیب دگران پیش تو آورد و شمرد ؛ بیگمان عیب تو پیش دگران خواہد برد ۴۴- یار شاطر نہ بار خاطر ۴۵-چو از قومے یکے بیدانشی کرد ؛ نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را ۴۶- من آنم کہ من دانم- ۴۷- گہے بر طارم اعلیٰ نشینم - گہے بر پشت پاے خود نہ بینم- ۴۸- فہم سخن گر نکند مستمع قوتِ طبع از متکلم مجوی ۴۹-خانہ دوستان بروب و در دشمنان مکوب ۵۰- درویش صفت باش و کلاہ تتری دار ۵۱- نیک باشی و بدت گوید خلق بہ کہ بد باشی و نیکت گویند ۵۲ -اگر دنیا نباشد دردمندیم ؛ وگر باشد بمہرش پاے بندیم ۵۳ درویش ہر کجا کہ شب آمد سراے اوست ۵۴ - پاے در زنجیر پیش دوستان بہ کہ با بیگانگان در بوستان ۵۵- زن بد در سراے مرد نکو ؛ ہم درین عالم است دوزخ او ۵۶-کوفتہ رانان تہی کوفتہ است- ۵۷- او خویشتن گم است کرا رہبری کند ۵۸ - باطل است انچہ مدعی گوید ۵۹-مرد باید کہ گیرد اندر گوش ؛ ور نوشتہ ست پند بر دیوار ۶۰- خاک شو پیش ازانکہ خاک شوی ۶۱ - اگر خاکی نباشد آدمی نیست ۶۲ ہمراہ اگر شتاب کند ہمرہ تو نیست

۶۳- خوے بد در طبیعتے کہ نشست ؛ نرود جز بوقت مرگ از دست ۶۴- حقا کہ با عقوبت دوزخ برابرست ؛ رفتن بپاے مردی ہمسایہ در بہشت ۶۵- خوردن براے زیستن و ذکر کردن ست ؛ تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردن ست ۶۶- نہ چندان بخور کز دہانت بر آید ؛ نہ چندانکہ از ضعف جانت بر آید ۶۷- عطاے او بہ لقاے او بخشیدم ۶۸- ہر کہ نان از عمل خویش خورد- منتِ حاتم طائی نبرد- ۶۹- گربۂ مسکین اگر پر داشتے ؛ تخم گنجشک از جہان برداشتے ۷۰ مور ہمان بہ کہ نباشد پرش ۷۱- گفت چشم تنگ دنیا دار را ؛ یا قناعت پر کند یا خاکِ گور ۷۲ منعم بکوہ و دشت و بیابان غریب نیست ۷۳- شاہد آنجا کہ رود عزت و حرمت بیند ؛ در برانند بقہر ش پدر و مادر خویش ۷۴- بہ از روے زیباست آواز خوش کہ این حظِّ نفس ست و آن قوتِ روح- ۷۵- رزق ہر چند بیگمان برسد ؛ شرط عقل ست جستن از درہا ۷۶- بدوز د طمع دیدۂ ہوشمند ۷۷- مورچگان را چو بود اتفاق ؛ شیر ژیان را بدرانند پوست ۷۸- صیاد نہ ہر بار شکارے ببرد ؛ باشد کہ یکے روز پلنگش بدرد ۷۹- گاہ باشد کہ کودکے نادان بغلط بر ہدف زند تیرے ۸۰- گردنِ بے طمع بلند بود ۸۱ این شکم بے ہنر پیچ پیچ صبر ندارد کہ بسازد بہ ہیچ ۸۲- یکے نقصانِ مایہ و دوم شماتتِ ہمسایہ ۸۳- اگر از ہر دو جانب جاہلانند ؛ اگر زنجیر باشد بگسلانند ۸۴ مرا بخیر تو اُمید نیست بد مرسان ۸۵- تو برادجِ فلک چہ دانی چیست ؛ چون ندانی کہ در سراے تو کیست ۸۶- گر تو قرآن بدین نمط خوانی ؛ ببری رونق مسلمانی ۸۷- چشم بد اندیش کہ برکندہ باد ؛ عیب نماید ہنرش در نظر ۸۸- نکوئی با بدان کردن چنانست ؛ کہ بد کردن بجاے نیکمردان ۸۹ سر انداری سر خویش گیر

۹۰- نازبران کن کہ خریدار تست ۹۱- خطاے بزرگان گرفتن خطاست ۹۲- چون
محیط شد اعتدال مزاج ؛ نہ عزیمت اثر کند نہ علاج ۹۳- زنِ جوان را اگر تیرے در پہلو
نشیند بہ کہ پیرے ۹۴- تو بجاے پدر چہ کردی خیر ؛ تا ہمان چشم داری از پسرت ۹۵
اسپ تازی دو تگ رود بشتاب ؛ اشتر آہستہ میرود شب و روز ۹۶- خر عیسی اگر بمکہ رود ؛
چون بیاید ہنوز خر باشد ۹۷- میراث پدر خواہی علم پدر آموز ۹۸- اگر صد عیب دارد مرد درویش
رفیقانش یکے از صد ندانند ؛ و گر یک ناپسند آید ز سلطان ؛ ز اقلیمے بہ اقلیمے رسانند
۹۹- ہر کہ در خردیش ادب نکنند ؛ در بزرگی فلاح ازو برخاست ۱۰۰- ہر آن طفل کو جور آموزگار
نہ بیند جفا بیند از روزگار ۱۰۱- جور استاد بہ ز مہر پدر ۱۰۲- چو دخلت نیست خرج آہستہ تر کن
۱۰۳- کریمانرا بدست اندر درم نیست ؛ خداوندانِ نعمت را کرم نیست ۱۰۴- پراگندہ روزی پراگندہ
دل ؛ خداوندِ روزی بحق مشتغل ۱۰۵- سگے را اگر کلوخے بر سر آید ؛ ز شادی بر جہد کاین استخوان ست
دگر نعشے دو کس بر دوش گیرند ؛ لئیم الطبع پندارد کہ خوان ست ۱۰۶- ہر جا کہ گل ست خار ست
۱۰۷- منت منہ کہ خدمت سلطان ہمیکنم ؛ منت شناس ازو کہ بخدمت بداشتت
۱۰۸- نہ محقق بود نہ دانشمند ؛ چارپائے برو کتابے چند ۱۰۹- پیش دیوار آنچہ گوئی ہوشدار
تا نباشد در پس دیوار گوش ۱۱۰- ہمہ کس عقل خود بہ کمال نماید و فرزندِ خود بجمال ۱۱۱- گر از بسیط
زمین عقل منعدم گردد ؛ بخود گمان نبرد ہیچکس کہ نادانم ۱۱۲- کہ خبث نفس نگردد بسالہا معلوم
۱۱۳- درشتی و نرمی بہم در بہ است ؛ چو رگ زن کہ جراح و مرہم نہ است ۱۱۴- مشک
آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید ۱۱۵- اندک اندک شود بہم بسیار ۱۱۶- کہ بسیاخوارست بسیارخوار

۱۱۷- بر رسولان بلاغ باشد و بس - ۱۱۸- کہن جامۂ خویش آراستن ﴿ بہ از جامۂ عاریت

راستن -

یہ تمام مقولے جو نقل کیے گیے اِن مین زیادہ تر ایسے ہین جو تحریر اور تقریر دونون مین

ستعمال کیے جاتے ہین - مگر تقریباً اسیقدر فقرے اور اشعار گلستان مین ایسے اور بھی ہین جو محض

ریرون مین برتے جاتے ہین وہ یہان نقل نہین کیے گیے - یہ امر قابل لحاظ ہے کہ دنیا مین

ان جہان گلستان اور بوستان شائع ہوئی ہین وہان زیادہ تر اُنکا استعمال کم عمر اور بے استعداد

لون کی تعلیم و تعلّم مین پایا جاتا ہے - اور اسی لیے چھ سو برس سے شیخ کے یہ دونون کارنامے

ر بازیچۂ طفلان اور دستخوش کودکان رہے ہین - ظاہر ہے کہ جس سن و سال کے لڑکون کو یہ کتابین

ھائی جاتی ہین اُنکی استعداد اور سمجھ اس قابل نہین ہوتی کہ شیخ کی فصاحت و بلاغت کا جو کہ اُنے

ی کتابون مین برتی ہے کچھ بھی اندازہ کر سکین - لیکن چونکہ بچون کا حافظہ عمدہ ہوتا ہے اسلیے کچھ کچھ

رے یا اشعار اُن کو یاد رہ جاتے ہین - پس جسقدر گلستان اور بوستان سے فقرے اور اشعار بول

ل مین ضرب المثل ہو گیے ہین اُن مین زیادہ تر وہ ہین جو لوگون کو بچپن سے نوک زبان ہوتے ہین

جن کے مضمون سے وہ باوجود صغر سن کے لذت یاب ہو چکے ہین - ورنہ اگر یہ کتابین بھی شکسپیر ز

طرح ایشیا کے ہر طبقے اور ہر گروہ کے مطالعے مین رہتین اور عورت اور مرد اور بوڑھے اور جوان

ب لوگ اُن کو دیکھا کرتے تو مین امید کرتا ہون کہ گلستان کا ایک بڑا حصّہ اور اُس سے کسی قدر

بوستان کے اشعار جمہور کی زبان پر اسی طرح جاری ہو جاتے جیسے مذکورہ بالا فقرے اور اشعار

ان زد خاص و عام ہین - کیونکہ اِن دونون کتابون مین شیخ کا بیان اسقدر عام طبائع کے مناسب

اور ہر فرقہ اور گروہ کی ضرورت اور مذاق اور اغراض کے موافق واقع ہوا ہے کہ ہر فقرے اور شعر
مین ضرب المثل ہونے کی قابلیت پائی جاتی ہے - ہمیشہ وہ اقوال ضرب المثل بنتے ہین جن کا
مضمون عام لوگون کے حسب حال ہو - الفاظ سیدھے اور صاف ہون اور انداز بیان مین کسیقدر
لطافت پائی جائے - سو یہ خاصیت شیخ کے کلام مین عموماً اور گلستان بوستان مین
خصوصاً پائی جاتی ہے -

یہان ہم گلستان کے متعلق بحث ملتوی کر کے کسی قدر بوستان کا حال لکھتے ہین -
یہ کتاب بھی تقریباً اُسی قدر مقبول ہوئی ہے جسقدر گلستان اور اُسکی تعلیم بھی اکثر ملکون مین
اُسی طرح جاری ہے جیسے گلستان کی - مثنوی مین فردوسی کو عموماً تمام شعرا پر ترجیح دی گئی ہے
اور حقیقت مین رزم کا بیان باوجود نہایت سادگی اور صفائی کے جیسا موثر اور پر جوش اُس کی
قلم سے تراوش کرتا ہے ایسا اور کسی سے بن نہین آیا - لیکن مثنوی مین مطلقاً فردوسی کو
سب سے افضل قرار دینا ٹھیک نہین ہے - ہمارے نزدیک جس طرح طعن وضرب اور جنگ و
حرب کا بیان فردوسی پر ختم ہے اسی طرح اخلاق نصیحت و پند - عشق وجوانی - ظرافت و مزاح
زہد وریا وغیرہ کا بیان شیخ پر ختم ہے - شاہنامہ مین جہان کہین فردوسی کو بہادری اور رزم کے سوا
کوئی اور بیان کرنا پڑتا ہے وہان اوسکے کلام مین وہ خوبی اور لطافت نہین پائی جاتی - یہی سبب ہے
کہ اُسکی عشقیہ مثنوی یوسف وزلیخا اسقدر مقبول نہین ہوئی جسقدر شاہنامہ مقبول ہوا ہی
شیخ نے بوستان مین لکھا ہے کہ ایک شخص نے میرے کلام کی بہت سی تعریف کرنیکے
بعد مجھہ پر یہ اعتراض کیا کہ اُسکو بہادری اور رزم کا بیان کرنا ویسا نہین آتا جیسا کہ اور لوگون کو آتا

ہے یہ قصہ نقل کرکے شیخ صاحب فرماتے ہین کہ وہ ہمکو لڑائی کا خیال ہی نہیں ہے ورنہ ہم کسی
بیان سے عاجز نہین ہین - ممکن ہے کہ مین اپنی تیغ زبان کو میان سے نکالکر تمام دفتر شعرو
سخن پر قلم پھیر دون،، اسکے بعد ایک حکایت شاطر صفاہانی کی جنگ تاتار کے ذکر مین لکھی
ہے جس سے اپنا رزمیہ بیان دکھانا مقصود ہے اگرچہ شیخ کی شیرین زبانی اور فصاحت کا
انکار نہین ہوسکتا لیکن شاہنامے کی نظم کے سامنے اس کا رنگ جمنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔

اصل یہ ہے کہ تمام محسوسات اور وجدانیات کے مرغوب ونامرغوب ہونے مین الف و
عادت کو بڑا دخل ہے - مرچ جسقدر عام ہندوستانیون کو عادت مستمرہ کی وجہ سے مرغوب ہے
اُسی قدر اکثر غیر ملک والون کو خلاف عادت ہونے کے سبب نامرغوب ہے - اکثر عطر ہمکو
خوشگوار اور غیر ملک والون کو سخت ناگوار معلوم ہوتے ہین اسیطرح لطف شعر جو کہ ایک وجدانی امر ہے
بغیر الف وعادت کے ہرگز محسوس نہین ہوتا - مثلاً انیس ودبیر کے مرثیے جس پیرایے اور لباس
مین مقبول ہوئے ہین وہ پیرایہ اسقدر مانوس ہوگیا ہے کہ اُسکے بغیر مرثیہ مقبول ہونا مشکل ہے
یعنی ضرور ہے کہ کچھہ بند تلوار کی اور کچھہ گھوڑے کی تعریف مین لکھے جائین - کچھہ بند ایسے
بھی ہون جنسے خود مرثیہ گو کی تعلی اور فوقیت اورون پر ظاہر ہو - یہ بھی ضرور ہے کہ مرثیہ مسدّس
مین لکھا جائے اور مسدّس اُنھین بحرون مین سے کسی بحر مین ہو جو انیس ودبیر نے اختیار کی
ہین - پس جن خصوصیتون کے ساتھہ شاہنامہ مقبول ہوا ہے اُن کے بغیر کسی کی رزمیہ
نظم مقبول نہین ہوسکتی - ضرور ہے کہ خالص فارسی مین جو عربی الفاظ سے پاک ہو رزم لکھی
جائے اور بیشمار الفاظ جن مین فردوسی نے تصرف کیا ہے اور قیاس لغوی کے خلاف استعمال

سے کیئے ہین کبھی کبھی قصداً اسی طرح برتے جائین جیسے شاہنامے مین برتے گیے ہین اور بے انتہا
حشو وزوائد جنسے شاہنامہ بھرا ہوا ہے اشعار مین بہ تکلف داخل کیے جائین - پس شیخ کی
رزمیہ حکایت جو شیخ کے شاہنامے سے میل نہین کھاتی اسکا یہی سبب ہے کہ شیخ نے ان باتون
مین سے کسی بات کا التزام نہین کیا - فردوسی نے بھی یہی گُر اختیار کیا تھا جس سے اوس کی
مثنوی مقبول ہوئی - دقیقی نے جو فردوسی سے پہلے ہزار بیتیون مین گشتاسپ اور ارجاسپ کی
داستان نظم کی تھی وہ سبکو پسند آچکی تھی - جب دقیقی وہ داستان لکھکر دفعۃً مر گیا اور فردوسی کی
نوبت آئی تو اُس نے بھی وہی روش اختیار کی جو دقیقی نے اختیار کی تھی - چنانچہ دقیقی کی
لکھی ہوئی داستان عام شاہناموں مین موجود ہے - دونون کے کلام مین کوئی نمایان فرق
نہین معلوم ہوتا - یہان تک کہ جو لوگ اِس حال سے واقف نہین ہین وہ اُسکو بھی
فردوسی ہی کا کلام سمجھتے ہین -

فارسی مین چار مثنویان ہین جو شہرت اور قبولیت مین تقریباً متساوی الاقدام ہین شاہنامہ
سکندرنامہ - مثنوی معنوی - اور بوستان - شاہنامے اور مثنوی معنوی کو سکندرنامے
اور بوستان سے وہ نسبت ہے جو ایک کامل خوشنویس کی بے ساختہ مشق کو اُس کے
بنائے ہوئے اور مرتب کیے ہوئے قطعے سے ہوتی ہے - قطعہ اگرچہ رخ اور کرسی اور حروف
کی نشست اور تقسیم وغیرہ کے لحاظ سے مشق کی نسبت بے عیب ہوتا ہے اور اُس کے اجزا
مین پست و بلند کا تفاوت بہت کم ہوتا ہے اور تمام حروف تقریباً ہموار اور یکسان معلوم
ہوتے ہین مگر مشق مین بہت سی کششین اور دوائر وغیرہ بے ساختہ اُسکے قلم سے ایسے

نکل جاتے ہین کہ اگر خوشنویس خود کوشش کرے تو قطعے مین شاید ویسی کشش اور دلآویزی نہ لکھ سکے یہی سبب ہے کہ خوشنویس لوگ اگلے اوستادون کی مشق کو اُن کے قطعات سے زیادہ عزیز رکھتے ہین - فردوسیؒ اور مولانا رومؒ نے اگرچہ اپنی مثنویون مین بخلاف نظامی اور سعدی کے الفاظ کی زیادہ تنقیح وتہذیب اور کانٹ چھانٹ نہین کی مگر باوجود اسکے صدہا مقامات اُن سے ایسے حسن وخوبی کے ساتھ ادا ہوئے ہین کہ تکلف اور ساختگی کی حالت مین شاید ادا نہ ہوسکتے -

بوستان اور سکندرنامہ صرف اس لحاظ سے کہ دونون کمال تنقیح وتہذیب اور زحمت فکر ونظر کے ساتھ لکھی گئی ہین اور دونون مین صنعتِ شاعری کا پورا پورا حق ادا کیا گیا ہے - شاید ایک دوسرے سے مشابہ ہون - لیکن دونون کے انداز بیان مین بہت بڑا تفاوت ہے سکندرنامے مین شاعرانہ مبالغہ - زور بیان شوکتِ الفاظ - طرفگی استعارات - تنوع تمثیلات - ایک ایک مطلب نئے نئے اسلوب سے ادا کرنا - ہر داستان کو ایک بڑی دھوم دھام کی تمہید کے ساتھ شروع کرنا اور اسیطرح کی اور شاندار باتین پائی جاتی ہین - برخلاف اس کے بوستان مین نہایت سادگی - الفاظ کی نرمی اور گھلاوٹ - ترکیبون کا سلجھاؤ - بیان کی صفائی - عبارت کی دلنشینی - خیالات کی ہمواری - مبالغہ مین اعتدال - ماخذ مین سہولیت - حسن ترتیب - لطفِ ادا - تمثیلات کی برجستگی - استعارات کی لطافت - کنایات کی شوخی - باوجود صنعت شاعری کے نہایت بی تکلفی اور باوجود ساختگی کے کمال بے ساختہ پن پایا جاتا ہے -

مثلاً اس مطلب کو کہ زمین مین خدا کی بے انتہا مخلوق دبی ہوئی ہے - مولانا نظامی سکندرنامے

مین اس طرح ادا کرتے ہین ۵

فلک در بلندی زمین در مغاک	یکے طشت خون شد یکے طشت خاک
نبشتہ برین ہر دو آلودہ طشت	زخونِ سیاوش بسے سرنوشت
زمین گر گشاعت برون آورد	ہمہ خاک در زیر خون آورد

یہی مطلب سکندرنامے مین دوسری جگہہ اِس طرح بیان ہوا ہے ۵

کہ داند کہ این دخمۂ دام و دد	چہ تاریخہا دارد از نیک و بد
چہ نیرنگ با بخردان ساختہ است	چہ گردن کشان را سر انداختہ است

شیخ نے اسی مطلب کو بوستان مین یون بیان کیا ہے ۵

زدم تیشہ یک روز بر تل خاک	بگوش آمدم نالۂ دردناک
کہ زنہار گر مردی آہستہ تر	کہ چشم و بناگوش در دیست و سر

یہی مطلب بوستان مین دوسری جگہہ اسطرح بیان ہوا ہے ۵

درین باغ سروے نیامد بلند	کہ بادِ اجل بیخش از بن بکند
عجب نیست بر خاک اگر گل شگفت	کہ چندین گل اندام در خاک خفت

قناعت کی ترغیب سکندرنامے مین اِس طرح دی ہے ۵

تو نیز ار نہی بار گردن زدوش	زگردن کشان بر نیاری خروش
چو دریا بسرمایۂ خویش باش	ہم از بودِ خود سودِ خود بر تراش
بمہمانیِ خویش تا روز مرگ	درستے شو از خویشتن ساز برگ

چو پیلہ زبرگ کسان خورد گاز	ہمہ تن شد انگشت وقتے کرد باز

بوستان مین یہی مطلب اسطرح ادا ہوا ہے ؎

شنیدی کہ در روزگار قدیم	شدے سنگ بر دست ابدال سیم
پنداری این قول معقول نیست	چو قانع شدی سیم و سنگت یکیست
چو طفل اندرون دارد از حرص پاک	چہ مشت زرش پیش و چہ مشت خاک
خبر دہ بدرویش سلطان پرست	کہ سلطان ز درویش مسکین ترست
گدارا کند یکدرم سیم سیر	فریدون بملک عجم نیم سیر
گدائے کہ بر خاطرش بند نیست	بہ از بادشاہے کہ خرسند نیست
بخسپند خوش روستائی و جفت	بذوقے کہ سلطان در ایوان نخفت

مآل اندیشی اور پیش بینی کی نصیحت سکندرنامے مین اسطرح کی گئی ہے ؎

میفگن گول گرچہ عار آیدت	کہ ہنگام سرما بکار آیدت
خرے بر گریوہ ز سختی بمرد	کہ از کاہلی جل باخود نبرد

یہی مضمون بوستان مین اسطرح ادا کیا گیا ہے ؎

بہ دختر چہ خوش گفت بانوی دہ	کہ روز نوا برگ سختی بنہ
ہمہ وقت بردار مشک و سبوے	کہ پیوستہ در دہ روان نیست جوے

سکندرنامے مین عہد شباب پر تحسر اسطرح کیا گیا ہے ؎

جوانی شد و زندگانی نماند	جہان گو ممان چون جوانی نماند

جوانی بود خوبیِ آدمی — چو خوبی رود کے بود خرمی

چو پے سست و بوسیده شد استخوان — دگر قصهٔ خوبروئی مخوان

غرور جوانی چو از سر گذشت — ز گستاخ کاری فروشوی دست

بهی چهرهٔ باغ چندان بود — که شمشاد بالا خندان بود

چو بادِ خزانی درافتد بباغ — زمانه دهد جای بلبل به زاغ

بود برگ ریزان چو شاخ بلند — دلِ باغبان زان شود دردمند

ریاحین ز بستان شود ناپدید — در باغ را کس نجوید کلید

بنال ای کهن بلبل سالخورد — که رخسارهٔ سرخ گل گشت زرد

دوتا شد سهی سروِ آراسته — که پور شد از باغ برخاسته

چو تاریخ پنجه درآمد بسال — دگرگونه شد برشتابنده حال

سر از بارِ سنگی درآمد بسنگ — جمازه به تنگ آمد از راهِ تنگ

فروماند دستم ز می خواستن — گران گشت پایم ز برخاستن

تنم گونهٔ لاجوردی گرفت — گلم سرخی انداخت زردی گرفت

همیونِ رونده زره ماند باز — ببالین گه آمد سرم را نیاز

همان بور چوگانیِ بادپای — بعید زخم چوگان نه جنبد ز جای

طرب راز میخانه گم شد کلید — نشان پشیمانی آمد پدید

بوستان مین یہی مضمون ایک حکایت کی ضمن مین اسطرح ادا کیا گیا ہے ۵

چو باد صبا بر گلستان وزد | چمیدن درخت جوان را سزد

چمد تا جوانست و سر سبز خید | شکسته شود چون بزردی رسید

بهاران که بار آورد بید مشک | بریزد درخت کهن برگ خشک

نه زیبد مرا با جوانان چمید | که بر عارضم صبح پیری دمید

بقید اندرم جره بازے که بود | دمادم سر رشته خواهد ربود

شما راست نوبت برین خوان نشست | که ما از تنعم بشستیم دست

چو بر سر نشست از بزرگی غبار | دگر چشم عیش جوانی مدار

مرا برف بارید بر پر زاغ | نشاید چو بلبل تماشاے باغ

کند جلوه طاؤس صاحب جمال | چه میخواهی از باز برکنده بال

مرا غله نیک آمد اندر درو | شما را کنون میدمد سبزهٔ نو

گلستان ما را طراوت گذشت | که گلدسته بندد چو پژمرده گشت

مرا تکیه جان پدر بر عصاست | دگر تکیه بر زندگانی خطاست

مسلم جوان راست بر پاے جست | که پیران برند استعانت بدست

گل سرخ رویم نگر زر ناب | فرو رفت چون زرد شد آفتاب

هوس پختن از کودک ناتمام | چنان زشت نبود که از پیر خام

مرا مے بباید چو طفلان گریست | ز شرم گناهان نه طفلانه زیست

نکو گفت لقمان که نازیستن | به از سالها بر خطا زیستن

ہم از بامدادان در کلبہ بست جوان تا رساند سیاہی بخور	بہ از سود و سرمایہ دادن ز دست برد پیر مسکین سپیدی بگور

مذکورہ بالا مثالون کے ملاحظے سے صاف ظاہر ہے کہ شیخ کے خیالات ہمیشہ سہل المآخذ ہوتے ہین - وہ معنی مقصود کو ایسی تمثیلون مین بیان کرتا ہے جو ہمیشہ خاص و عام کے مشاہدے مین آتی ہین - بخلاف مولانا نظامی رح کے کہ اُن کے خیالات اور تمثیلات اکثر غرابت اور ندرت سے خالی نہین ہوتین -

شیخ نے جو شاطر صفاہانی کی حکایت مین اپنا رزمیہ بیان دکہایا ہے اگرچہ بے تکلفی اور سادگی مین فردوسی رح کے بیان سے نہین ملتا لیکن مولانا نظامی رح کی رزم سے جس مین سادگی کی نسبت شاعری کا زیادہ لطف ہے بہت مشابہت رکھتا ہے چند شعر اس حکایت کے اور اُن کے ہم مضمون اشعار سکندرنامے کے اس مقام پر نقل کیے جاتے ہین -

بوستان	سکندرنامہ
دو لشکر بہم برزدند از کمین تو گفتی زدند آسمان بر زمین ز باریدن تیر ہمچون تگرگ بہر گوشہ برخاست طوفان مرگ بصید ہزبران پرخاش ساز کمند اژدہاے دہن کردہ باز	دو لشکر چو مور و ملخ تاختند نبرد جہان در جہان ساختند بشمشیر پولاد و تیر خدنگ گذرگاہ بر مور کردند تنگ کمند اژدہاے مسلسل شکنج دہن باز کردہ بتاراج گنج

سکندرنامہ		بوستان
زمین کو لباسے بد آراستہ		زمین آسمان شد زگرد کبود
غبارے شد از جائے برخاستہ		چو انجم درو برق شمشیر و خود
برانگیخت رزمے چو باد بہ میغ		چو ابر اسپ تازی برانگیختیم
تگرگش ز پیکان و باران ز تیغ		چو باران بلارک فرو ریختیم

مگر حق یہ ہے کہ ایک دو حکایت کے ملا دینے سے مساوات اور برابری کا حکم نہین لگایا جاسکتا - رزم مین فردوسی اپنی جگہہ اور نظامی اپنی جگہہ فی الحقیقت اپنا مثل نہین رکھتے -

شیخ علی حزین نے جسکو ہندوستان مین خاتم الشعرا سمجھتے ہین بتیس بائیس صفحے کی ایک مثنوی جسکا نام خرابات ہے بوستان کی طرز مین لکھی ہے اور اپنی عادت کے موافق اُسپر بہت کچھہ افتخار کیا ہے چنانچہ مثنوی کے خاتمے مین فرماتے ہین ؏

کند قوت جان این گہرہائے نغز		سخن سنج گر ہست ہشیار مغز
روانِ سخن گستران تازہ شد		ازین نامہ گردون پرآوازہ شد
دلِ طوسی رودکی شاد کرد		نوائے کہ این خامہ بنیاد کرد
سرودے ازین خسروانی نشید	ق	بگوشِ نظامی اگر میرسید
کہ احسنت اے نبر تابناک		بہ تعظیم من رُخ نہادی بخاک
شنیدے ز صورِ نےمن نوا	ق	دگر سعدی شہد پرور را
زبان مہر کردے شدے جملہ گوش		سماعش ز سر عقل بردے و ہوش

معلوم ہوتا ہے کہ علی حزین نے اپنے نزدیک اس مثنوی مین بوستان کے تتبع کا پورا پورا

حق ادا کیا ہے اور وہ اُسکو اپنے لیے ایک سرمایۂ نازش سمجھتا تھا - سوانح عمری مین اسی مثنوی کی نسبت لکھتا ہے کہ "بسیارے از مطالب عالیہ و سخنان دلپذیر در آن کتاب بسلک نظم درآمد" مگر دونون کتابون یعنی بوستان اور خرابات کے مقابلہ کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ دو صورتین ایک شکل کی ہین - ایک جاندار دوسری بیجان - لفظ اچھے - بیان اچھا - مطالب عمدہ - یہ سب کچھہ سہی - مگر شیخ کے بیان مین ایک چھُپا ہوا جادو ہے جو بوستان کو خرابات سے بالکل الگ کر دیتا ہے - چنانچہ ذیل کی مثال سے دونون کا فرق بخوبی معلوم ہو سکتا ہے - قحط کا بیان ایک جگہہ بوستان مین بھی کیا گیا ہے اور خرابات مین بھی اتفاق سے یہ مضمون نکل آیا ہے - ہم دونون کے اشعار اِس مقام پر نقل کرتے ہین اور فرق جو دونون کے طرز بیان اور طریقۂ ادا مین ہے اُسکو بھی کسی قدر بیان کرین گے -

	بوستان		خرابات
۱	چنان قحط سالے شد اندر دمشق	۱	شنیدم کہ در عہد بہرام گور
	کہ یاران فراموش کردند عشق		نمود از قضا قحط سالے ظہور
۲	چنان آسمان بر زمین شد بخیل	۲	چو صحرا ے محشر زمین تف گرفت
	کہ لب تر نکردند زرع و نخیل		بہ دریوزہ آسمان کف گرفت
۳	بخوشید سرچشمہاے قدیم	۳	سحاب سیہ دل نشد مہربان
	نماند آب جز آب چشم یتیم		بحال لب تشنۂ خاکیان
۴	نبودے بجز آہِ بیوہ زنے	۴	بخیلی نمود ابر بر کائنات

خرابات		بوستان	
بمہدِ زمین سوخت طفلِ نبات		اگر برشدے دودے از روزنے	
زخشکی در اندامِ خاکِ دوتوہ	۵	چو درویش بے برگ دیدم درخت	۵
عروقِ شجر شد چو رگہای کوہ		قوی بازوان سست درماندہ سخت	
زتاب فروزندہ مہربلند	۶	نہ بر کوہ سبزی نہ در باغ شخ	۶
زمین مجمرِ ودانہ بودش سپند		ملخ بوستان خورد ومردم ملخ	
بطے چو پستان بے شیر شد	۷		
زخشکی چو پیکان گلو گیر شد			

شیخ سعدی نے پہلے ہی شعر کے دوسرے مصرعے مین جس حسن ولطافت کے ساتھ قحط کی سختی کی تصویر کھینچی ہے اِس سے بہتر کوئی اسلوب بیان خیال مین نہین آتا۔

قحط کی شرح ایک کتاب مین ایسی خوبی کے ساتھ نہین ہوسکتی جیسی اس ایک مصرعے مین ہوئی ہے "کہ یاران فراموش کردند عشق" سہل وممتنع کا لفظ جو اکثر بولا جاتا ہے وہ اسی قسم کے بیان کو کہتے ہین کہ بادی النظر مین نہایت سرسری معلوم ہو مگر وہی مطلب دوسری بار کسی سے بلکہ خود مصنف سے بھی ویسا بیان نہ ہوسکے۔ اِس بیان مین لطف یہ ہے کہ قحط کے بیان کے جتنے معمولی اسلوب ہین یہ اسلوب اُن سب سے علیحدہ ہے قحط کی سختی ہمیشہ اس طرح بیان کیجاتی ہے "ایسا قحط پڑا کہ روٹی جان سے زیادہ عزیز ہوگئی۔ آدمی بھوک مین آدمیون کو کھاگئے۔ مان باپ نے ایک ایک روٹی کے بدلے اولاد کو بیچدیا۔ لاکھون جاندار بھوکے مرگیے۔ غرضکہ تمام بیان ایسے ہوتے ہین جن سے غلہ کی گرانی۔ پانی کی

کی نایابی - بھوک کی تکلیف - اور اور اسی قسم کی باتین سمجھی جائین - شیخ نے وہ اسلوب اختیار کیا ہے جو سب سے نرالا اور سب سے بلیغ ہے - اس اسلوب سے اُسکو یہ جتانا مقصود ہے کہ شاعر کے نزدیک عشق ایک ایسی چیز ہے جو کسی حالت مین فراموش نہین ہوتی - باوجود اس کے لوگ اُسکو بھول گیے تھے - اور یاران کے لفظ سے یہ ظاہر کرنا منظور ہے کہ مصنف بھی اُسی عشاق کے جرگے مین تھا - دوسرے شعر کا صرف یہ مطلب ہے کہ مینھہ نہ برساتھا - مگر اُسکو کس عمدگی سے بیان کیا ہے - تیسرے شعر مین پانی کا نایاب ہونا - اور پھر یتیم کے آنسو کو اُس سے مستثنیٰ کرنا - چوتھے شعر مین کسی گھر کے روزن سے باورچیخانہ کے دھوئین کا نہ نکلنا اور پھر اُس سے رانڈون کی آہ کے دھوئین کو مستثنیٰ کرنا - پانچوین شعر مین درختون کو بے برگی مین قحط زدہ درویشون اور مسکینون سے تشبیہ دینا اور قوی پہلوانون کا بے بس اور عاجز ہوجانا یہ تمام اسلوب کس قدر لطیف اور دلکش ہین - چھٹا شعر بلاغت اور حسن بیان مین تقریبًا ویسا ہی اعلیٰ درجے کا ہے جیسا پہلا - باوجود ان تمام خوبیون کے کوئی بات ایسی نہین جو نیچر یا عادت کے خلاف ہو - قحط مین عشق کے ولولون کا نیست و نابود ہوجانا - درختون کا سر سبز نہونا - چشمون اور ندیون کا خشک ہوجانا - یتیمون کا رونا - گھرون مین کھانا نہ پکنا بے وارث رانڈون کے آہ و نالے درختون کا بے برگ و بار - اور غریبون کا بے سروسامان ہونا - پہلوانون اور زبردستون کا درماندہ ہوجانا - پہاڑ اور جنگل مین سبزہ اور ہریاول کا نرہنا - ٹڈیون کا باغ اور کھیتی کو اور آدمیون کا ٹڈیون کو کھانا - یہ سب باتین ایسی ہین جو قحط کے زمانے مین اکثر کم و بیش ظہور مین آتی ہین -

حزین نے باوجود اسکے کہ خرابات جو چند اوراق سے زیادہ نہین ہے بوستان سے بالنوبرس
بعد لکھی ہے اور جیسا کہ اوسکے بیان سے مترشح ہوتا ہے اپنی پوری طاقت شیخ کے تتبع مین
صرف کی ہے کوئی کرشمہ اوسکی مثنوی مین دنیا نہین پایا جاتا جسکو دیکھکر جی بے اختیار پھڑک اوٹھے۔
پہلا شعر ہموار اور صاف ہے اوسمین کوئی خوبی قابل ذکر نہین۔ دوسرے شعر مین زمین تفتہ
کو صحراے محشر سے تشبیہ دینا تعریف الشئے بالمجہول کے قبیل سے ہے یعنی ایک ایسی تمثیل
ہے جو اہل دنیا کی نظر مین قحط کی تصویر کھینچنے سے قاصر ہے صحراے محشر اور تمام اعتقادیات خود تمثیل
کے محتاج ہین اُنپر قیاس کرنیسے کسی شے کی حقیقت نہین کھل سکتی۔ تیسرا شعر بوستان کے اُس
شعر سے ماخوذ ہے جو ذوالنون مصری اور مصر کے قحط کے بیان مین شیخ نے لکھا ہے اور وہ یہ ہے ؎

خبر شد بہ مدین پس از روز بیست	کہ ابر سیہ دل برالیشان گریست

مگر اتنا فرق ہے کہ شیخ نے ابر کے برسنے کو رونے سے تعبیر کیا ہے جس سے ترحم اور برسنا دونون
باتین ٹپکتی ہین اور حزین نے برسنے کو مہربان ہونے سے تعبیر کیا ہے جس سے دونون معنی
ویسے صاف نہین نکلتے۔ چوتھا شعر شیخ کے اِس شعر سے ماخوذ ہے ؎

چنان آسمان بر زمین شد بخیل	کہ لب تر نکردند زرع و نخیل

مگر شیخ کے بیان مین اتنا لطف زیادہ ہے کہ کھڑی کھیتی کا خشک ہوجانا زیادہ حسرتناک ہے
بہ نسبت اِسکے کہ تخم زمین کے اندر ہی جل جاے۔ پانچوین شعر کا دوسرا مصرعہ بہت عمدہ مگر پہلا
مصرعہ تکلف سے خالی نہین۔ شعر کا مطلب صرف اسقدر ہے کہ زمین کی خشکی کے سبب درختون
کی رگین پہاڑ کی رگون کی طرح سوکھ گئی ہین۔ پس اندام اور دوتوہ کے لفظ کو افادہ معنی مین کچھ دخل

نہین ہے - چھٹے شعر مین صرف یہ بیان ہے کہ آفتاب کی گرمی سے زمین انگیٹھی کی طرح جلتی تھی اور تخم جو اسپر ڈالا جاتا تھا وہ سپند کا حکم رکھتا تھا - پس فروزندہ اور باز جو دو صفتین مہر کی واقع ہوئی ہین اُنھون نے کچھہ فائدہ نہین دیا اور اگر یہ کہا جائے کہ فروزندہ مہر کہنے سے آفتاب کی گرمی کا زیادہ ثبوت ہوتا ہے تو ہم کہین گے کہ مہر بلند کہنے سے اُسکی گرمی کا خیال کم ہوجاتا ہے اور ایسی دو متضاد صفتین لانی بلاغت کے خلاف ہین - ساتوین شعر کا مضمون بالکل خلاف عادت اور خلاف مقتضائے مقام ہے - نہ قحط کا یہ خاصّہ ہے کہ شراب کی صراحی کو خشک کردے اور نہ صراحی کا خشک ہونا اِس بات کی دلیل ہے کہ قحط کی شدت ہو رہی ہے -

یہ جو کچھہ ہمنے بطور محاکمے کے لکھا ہے اِس سے خانِ آرزو کی طرح شیخ علی حزین پر حرفگیری کرنی ہمارا مقصود نہین ہے اور نہ بوستان کو خرابات سے افضل ثابت کرنا مدنظر ہے کیونکہ نہ ہم شیخ علی حزین پر حرفگیری کرنے کی لیاقت رکھتے ہین اور نہ بوستان کے افضل ہونے مین کسی کو شبہ ہے بلکہ یہ دکھانا منظور ہے کہ کوئی شے فی نفسہ کیسی ہی بے عیب ہو جب وہ کسی ایسی شے کے مقابلہ مین لائی جاتی ہے جو اُس سے بمراتب افضل اور فائق ہو تو اُس مین بیسیون فروگذاشتین اور قصور نظر آنے لگتے ہین اگر خرابات بوستان کے جواب مین نہ ہوتی اور حسن اتفاق سے ایک مضمون کی حکایتین دونون مثنویون مین نہ نکل آتین تو حزین کے بیان مین چون وچرا کرنیکا ہم کو خیال بھی نہ آتا کیونکہ یہ باتین تقریبًا تمام شعرا کے ہان عامۃ الورود ہین -

اب ہم گلستان اور بوستان کی چند خاصیتین ایسی بیان کرتے ہین جو دونون کتابون مین تقریبًا یکسان پائی جاتی ہین اور جن کو اُن کے مقبول ہونے مین بہت بڑا دخل ہے -

مثالون کی جہان ضرورت ہوگی کہین صرف گلستان سے اور کہین صرف بوستان سے اور کہین دونون سے نقل کی جائین گی -

اکثر لوگون کا یہ خیال ہے کہ اِن کتابون کے مقبول ہونے کا اصل سبب یہ ہے کہ اِن مین سرتاپا اخلاق اور تہذیبِ نفس کے مضامین مندرج ہین مگر میرے نزدیک اِنکی مقبولیت کی اصل وجہ یہ ہے کہ اخلاق اور مواعظ کو شیخ کے سوا کسی نے ایسی خوبی اور لطافت کے ساتھ فارسی زبان مین بیان نہین کیا اخلاق مین بیسیون کتابین فارسی مین لکھی گئی ہین اور اب تک موجود ہین اور غالبًا گلستان اور بوستان مین کوئی پند و نصیحت ایسی نہوگی جو اورون نے نہ لکھی ہو مگر کوئی کتاب اِن دونون کتابونکے برابر مقبول نہین ہوئی - اِس سے ظاہر ہے کہ قبولِ عام کا مدار زیادہ تر حسن بیان اور لطفِ ادا پر ہے نہ کہ نفس مضامین پر - البتہ مضامین کو بھی شہرت اور قبولیت مین بہت بڑا دخل ہے - اسی لیے جو محاسن اِن کتابون کے ہم آگے لکھنے چاہتے ہین وہ کسی قدر مضامین سے اور زیادہ تر حسن معنی اور اسلوب بیان سے متعلق ہون گے -

۱- سب سے زیادہ تعجب انگیز بات اِن دونون کتابون مین یہ ہے کہ جن باتون مین مشرقی لٹریچر عمومًا بدنام ہے وہ اِن کتابون مین اسقدر کم ہین کہ چند مقامات مستثنیٰ کرنیکے بعد کوئی ایسی بات باقی نہین رہتی جو زمانہ حال کے مورل اور سوشل خیالات کے برخلاف ہو - اور یہ امر ایسی پُرانی کتابون مین جنکے زمانہ تصنیف کو ساڑھے چھہ سو برس سے زیادہ گزر چکے ہین کچھ کم تعجب انگیز نہین ہے مثلاً مبالغہ اور اغراق جو مشرق انشا کا خاصہ ہے اِن کتابون مین اتنا کم ہے جتنا ایران کے اور شعرا کے کلام مین ہیچ اور جہان ہے وہان نہایت لطیف اور با مزا ہے اور اعتدال

کی حد سے متجاوز نہین مثلاً شیخ بوستان مین کہتا ہے ؎

سراز کبر بر یکدگر چون پلنگ		میان دو کس دشمنی بود و جنگ	
کہ بر ہر دو تنگ آمدے آسمان		ز دیدار ہم تا بحدے زمان	

دوسری بیت کا یہ مطلب ہے کہ وہ ایک دوسرے کی صورت سے ایسے بیزار تھے کہ جب کبھی راہ مین دوچار ہو جاتے تھے تو ایک دوسرے کو دیکھکر رستے سے اُلٹے ہٹ جاتے تھے اور اُسوقت کمال نفرت سے اُنکا جی چاہتا تھا کہ آسمان جو سامنے حائل نظر آتا ہے اُسکو توڑکر نکل جائین - یہ مبالغہ جیسا کہ بادی النظر مین بڑا معلوم ہوتا ہے فی الحقیقت ایسا نہین ہے کیونکہ نفرت ایک نفسانی کیفیت ہے جس کا کوئی اندازہ اور پیمانہ مقرر نہین ہے - پس جسطرح ادنیٰ درجے کی نفرت یہ ہے کہ دو دشمن ایک مجلس مین اکٹھا ہونا پسند نہین کرتے - اسی طرح انتہا درجے کی نفرت یہ ہوسکتی ہے کہ وہ ایک عالم مین رہنا پسند نہ کرین -

اسی طرح شیخ کی نظم و نثر مین جہان کہین مبالغہ پایا جاتا ہے لطافت سے خالی نہین ہوتا مثلاً گلستان مین ایک دولتمند بخیل کا ذکر اس طرح سے کرتے ہین - دومالدارے را شنیدم کہ بہ بخل چنان معروف بود کہ حاتم طائی بہ سخاوت - ظاہر حالش بہ نعمت دنیا آراستہ و خسّتِ نفس در نہادش ہمچنان متمکن - تا بجائیکہ نانے را بجانے از دست ندادے و گربۂ ابوہریرہ را بہ لقمہ نواختے و سگِ اصحاب کہف را استخوانے نینداختے - فی الجملہ کسے خانۂ او را ندیدے درکشادہ و سفرۂ او را سر بیت

مرغ از پسِ نان خوردنِ او ریزہ نچیدے		درویش بجز بوی طعامش نشمیدے	

ایک اور جگہ سمندر کی موج اور طوفان کا بیان اس طرح کیا ہے۔ ”سہمگین آبے کہ مرغابی درو ایمن نبودے“ اگر غور سے دیکھئے تو حد سے زیادہ مبالغہ ہے۔ مگر بادی النظر مین کوئی ناممکن بات نہین معلوم ہوتی۔

سوپر نیچرل یعنی فوق العادۃ باتین اور عجیب و غریب قصے بھی جنسے قدیم اور متوسط زمانے کا مغربی اور مشرقی لٹریچر بھرا ہوا ہے اِن کتابون مین بہت کم ہین۔ تمام گلستان اور بوستان مین صرف دو تین حکایتین ایسی ہین جو اس زمانے مین مستبعد معلوم ہوتی ہین اور تاویل کے بعد اُن مین بھی کچھ استبعاد باقی نہین رہتا۔

علم اخلاق کے بعض اصول جن مین ہمیشہ اختلاف رہا ہے اور اب بھی چلا جاتا ہے اگر کسی کتاب مین زمانہ حال کے فلسفۂ مسلّمہ کے برخلاف ہون تو اُسپر کچھ اعتراض نہین ہوسکتا۔ کیونکہ ایسی کوئی کتاب نہین ہوسکتی جسکی سب باتون پر تمام عالم کا اتفاق ہو۔ مثلاً شیخ کے اس فقرے پر کہ ”دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز“ اکثر مشنری لوگ یہ کہتے ہین کہ جھوٹ کیسا ہی مصلحت آمیز ہو سچ کے برابر یا سچ سے بہتر ہرگز نہین ہوسکتا۔ اِس بحث کے متعلق ہمارے ایک دوست نے نہایت دلچسپ قصہ نقل کیا۔ اُنھون نے کہا کہ ایک علمی سوسائٹی مین چند یوروپین عالم اور مشنری موجود تھے۔ راستی اور دروغ پر ایک مضمون پڑھا گیا۔ جسمین گلستان کے فقرۂ مذکورہ کی تائید کی گئی تھی۔ ایک پادری صاحب نے کہا کہ مضمون عمدہ ہے مگر جسقدر اِس فقرے کی تائید مین لکھا گیا ہے اُس مین سے نکال دینا چاہیئے۔ اِسپر بہت دیر تک بحث ہوتی رہی مگر کچھ فیصلہ نہوا۔ آخر ہمارے دوست جو اِس قصے کے

راوی ہین اُنھون نے کھڑے ہوکر کہا کہ اِس بحث کا محاکمہ یون ہوسکتا ہے کہ اپنی ذاتی اغراض
کے لیے تو بیشک جھوٹ بولنا کسی حالت مین جائز نہین لیکن اگر جھوٹ سے کسی
مظلوم کی جان بچتی ہو تو ایسی حالت مین جھوٹ بولنا بیشک سچ بولنے سے بہتر ہے
اسکے بعد انھون نے یہ مثال دی کہ ۱۸۵۷ء مین جو اکثر لوگون نے رحم اور انسانی ہمدردی
کی راہ سے یوروپین عورتون اور بچون کو ظالمون اور بے رحمون کی شر سے بچانیکے
لیے اپنے گھرون مین چھپالیا تھا اور باغی لوگ اُن کو ڈھونڈتے پھرتے تھے اور ایک
ایک سے اُنکا حال پوچھتے تھے ایسی حالت مین جھوٹ بول کر اُن بیگناہون کو خطرے
سے بچانا بیشک سچ بولنے سے بہتر تھا - اِس تقریر کو تمام مجلس نے پسند کیا اور وہ فقرہ
سب کے اتفاق سے مضمون مین بحال رکھا گیا - مذکورہ بالا توجیہ کی تائید خود شیخ کے
کلام سے بھی ہوتی ہے کیونکہ اُس نے گلستان کے آٹھوین باب مین اپنے ذاتی اغراض
کے لیے جھوٹ بولنے کو بہت بُرا بتایا ہے چنانچہ وہ کہتا ہے ؎

گر راست سخن گوئی و در بند بمانی	بہ زانکہ دروغت دہد از بند رہائی

بعض صاحبون کی یہ رائے ہے کہ صورت مفروضہ مین بھی مقتضائے جوانمردی یہی ہے
کہ جھوٹ نہ بولا جائے بلکہ ظالمون کا مقابلہ کرکے اپنے تئین اُن مظلومون پر نثار کیا جائے
جب اپنے مین سے کوئی باقی نہ رہے تب اُن مظلومون کی باری آئے تو آئے" لیکن ہمارے
نزدیک جبھی تک جوانمردی ہے کہ ظالمون کے مقابلہ کرنے یا اپنی جان پر کھیلنے سے
اُن بیگناہون کی جان بچ جانیکا یقین کامل ہو ورنہ یہ حرکت تہور اور نادانی اور سفاہت مین

مار ہوگی - اسی طرح شیخ کے اس شعر کے مضمون پر بھی اعتراض کیا جاتا ہے ۵

شمشیر نیک ز آہن بد چون کند کسے	ناکس بتربیت نشود اے حکیم کس

چونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ تعلیم و تربیت اور قانون و مذہب اور تمام سیاستین عبث اور فضول
اور بیکار ہین - مگر یہ مسئلہ کہ تعلیم سے انسان کی جبلت بدل جاتی ہے یا نہین - علم اخلاق کے
ان مسائل مین سے ہے جن کا آجتک کسی قطعی دلیل سے فیصلہ نہین ہوا - انگلستان کے ایک
دانشمند مورخ کی رائے ہے کہ حال کی سویلزیشن نے انسان کے اخلاق پر اسکے سوا کچھہ اثر
نہین کیا کہ گناہون کی صورتین اور نام بدل گیے ہین مگر گناہ بدستور موجود ہین پہلے زمانے مین بیشک
گناہ بہت سخت اور شدید اور صریح ہوتے تھے لیکن بہت کم ہوتے تھے اور اب اگرچہ ویسے شدید اور
سخت گناہ نہین ہوتے لیکن نہایت کثرت سے ہوتے ہین اور چھپے ہوئے ہوتے ہین - اسی لیے
رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے اگر پہاڑ اپنی جگہہ سے ٹلجاے تو بھی انسان اپنی جبلت
سے نہین ٹلتا -

ایک جگہہ شیخ نے کہا ہے کہ "یہودی کیسا ہی دولتمند ہوجاے شریف نہین ہوسکتا"
فی الواقع اس سے کمال تعصب پایا جاتا ہے مگر اسپر کوئی مہذب سے مہذب بھی اعتراض نہین کرسکتا
ہر قوم اپنی حکومت کے زمانے مین محکوم قوم کو ایسا ہی سمجھتی رہی ہے آریا نے ہندوستان کے قدیم
باشندون کو اس سے بھی زیادہ حقیر سمجھا تھا - مسلمانون نے بھی اپنے دور مین اپنے برابر کسیکو نہین
سمجھا اور انگریز بھی باایںہمہ شائستگی و تہذیب نوبلٹی یا شرافت کو اپنی ہی قوم کے ساتھہ مخصوص جانتے ہین
ایک اور جگہہ گلستان مین لکھا ہے کہ اگلے زمانہ مین ایک مریض بادشاہ کے لیے چند حکما سے

یونان نے آدمی کا پتہ جو خاص صفات سے موصوف ہو تجویز کیا تھا مگر تجربے کی نوبت نہین آئی
یہ بات حال کی تحقیقات کے برخلاف بتائی جاتی ہے - شاید ایسا ہی ہو - مگر شیخ اس اعتراض سے بری
ہے اسکا الزام جو کچھ ہے مجوزین پر ہے - نہ اونکی تجویز کے راوی پر - شیخ پر البتہ اُس صورت مین اعتراض
ہوسکتا تھا - کہ وہ اُنکی تجویز کو پسند کرتا - یا یہ لکھتا کہ اُس سے بادشاہ کو شفا ہوگئی - یا جو فرض معلّمین
اخلاق کا ہے (یعنی ہر قصے اور افسانے سے ایک مفید نتیجہ استخراج کرنا) اُس سے عہدہ برآ ہوتا -
بعض ملایانہ اعتراض بھی شیخ کے کلام پر سُنے گئے ہین - مثلاً اُسنے گلستان مین کہا ہے[۵]

	زن بیوہ مکن اگرچہ حور ست		"رہ راست بروا گرچہ دور ست	

اسپر بعض حضرات یہ نقص وارد کرتے ہین کہ جس امر کی اجازت شریعت سے پائی جاتی ہے اُس سے
منع کرنے کے کیا معنی - اور بعضے کٹ ملا بیوہ کی جگہہ ہیوہ[۵۱] بتاتے ہین جسکے معنی اُنہین کو معلوم ہین
یہ ویسا ہی اعتراض ہے جیسے کسی نے کہا تھا "شعر مرا بمدرسہ کہ برد" ظاہر ہے کہ شیخ کی کتاب
گلستان کوئی فقہ کا فتاوی نہین ہے کہ جسکی ہر امر و نہی کو ہر امر و نہی مصطلح فقہا پر محمول کیا جائے وہ اکثر اپنے
تجربے اور راے کے موافق جس بات کو بنی نوع کے حق مین مفید سمجھتا ہے اُسکی ترغیب
دیتا ہے اور جسکو مضر سمجھتا ہے اُس سے منع کرتا ہے - گو فقہا نے اوسکو مباح لکھا ہو - کیونکہ
مباحات مین فعل اور ترک دونون باتون کا اختیار دیا گیا ہے رہی یہ بات کہ شیخ کی رائے فی نفسہ
کیسی ہے - سو حدیث نبوی سے بھی ابکار کی ترجیح ثیبات پر ثابت ہوتی ہے -

سب سے زیادہ معقول اعتراض بوستان کی اُس حکایت پر وارد ہوتے ہین جسمین شیخ نے

[۵۱] ہیوہ کے معنی لغت مین متجدد اور متغیر ہونیکے لکھے ہین جو اس شعر مین کسی طرح چسپان نہین ہو سکتے -

سومنات کا قصہ لکھا ہے مگر ہمنے اُسکی بابت پہلے باب مین کچھہ عذر لکھے ہین جن سے اعتراض کسی قدر ہلکے ہو سکتے ہین۔

امرد پرستی کا ذکر جو اِن کتابون مین اکثر آتا ہے یہ بہی سخت اعتراض کے قابل بات معلوم ہوتی ہے۔ مگر اِس باب مین جو کچھہ ہم نے خاتمہ کتاب مین لکھا ہے وہ شاید اِن اعتراضون کے فیصلے کے لیے کافی ہو۔

ایسے ایسے اعتراضون سے بجائے اِسکے کہ اِن کتابون کی قدر و قیمت مین فرق آئے اور زیادہ اُن کی عظمت ثابت ہوتی ہے۔ کپڑا جسقدر اُجلا ہوتا ہے اُسیقدر جلد ذرا سے دھبّے سے میلا ہوتا ہے۔ ان کتابون کا بہی یہی حال ہے۔ یہ کتابین ساڑھے چھہ سو برس سے برابر تعلیم مین داخل رہی ہین اور آجکل بہی کہ نہایت نکتہ چینی کا زمانہ ہے اُسی طرح مشرقی سلسلہ تعلیم کا جزو اعظم ہین اُن کے ایک ایک فقرے اور ایک ایک مصرعے کو نہایت غور سے دیکھا گیا ہے مشنریون نے صرف اسوجہ سے کہ اِنمین مسلمانون کی مذہبی باتین بہت ملی ہوئی ہین اور ایسے مضامین کا سلسلہ تعلیم مین داخل رہنا مشن کے مقاصد کے خلاف ہے۔ اِن پر نکتہ چینی کرنے مین کوئی دقیقہ باقی نہین رکہا اور گورنمنٹ مین پیش کرنے کے لیے بڑے بڑے طولانی ریویو لکھکر چھپوائے ہین۔ نیز اِس لحاظ سے کہ اِن کتابون کو زیادہ تر صغیر سن بچے پڑھتے ہین اور بہی زیادہ چھان بین کی گئی ہے۔ باوجود اِن سب باتون کے ایسے چند سرسری اعتراضون کا وارد ہونا جیسے کہ اوپر ذکر کیے گیے اِس بات کی دلیل ہے کہ وہ بلاشبہ اسقدر بے عیب ہین جسقدر کہ زمانہ متوسّط مین انسان کا کلام بے عیب ہو سکتا تہا۔

دوسری عام اور بڑی خوبی جو اِن کتابون کی خصوصیات مین سے ہے وہ شیخ کا اندازِ بیان ہے جسکا ملکہ اُس کی طبیعت مین ودیعت کیا گیا تھا - یہ بات نہ قواعدِ علمِ بلاغت کی پابندی سے حاصل ہو سکتی ہے اور نہ کسی اُستاد کی تعلیم سے آتی ہے بلکہ جس طرح حسنِ صورت اور حسنِ صوت قدرتی خوبیان ہین اوسی طرح حسنِ بیان بھی ایک جبلّی خاصہ ہے جسمین اکتساب کو چندان دخل نہین اور یہی وہ چیز ہے جسکی کمی اور زیادتی پر شاعری کا نقصان اور کمال موقوف ہے - جو مطلب اُسکو بیان کرنا ہوتا ہے اُسکے لیے وہ ایسا دلکش اور لطیف پیرایہ ڈھونڈھ لاتا ہے جو کسی کے وہم و گمان مین نہین ہوتا - مثلاً عربی مین ایک قول مشہور ہے اَلصَّمْتُ زِینَۃُ العَالِمِ وَسِتْرُ الجَاهِلِ یعنی خاموشی عالم کی زینت ہے اور جاہل کی پردہ پوش - اِس مطلب کو وہ شعر مین اِس طرح بیان کرتا ہے ؎

تراخامشی اے خداوندہوش		وقار ست و نااہل را پردہ پوش	
اگر عالمی ہیبتِ خود مبر		وگر جاہلی پردۂ خود مدر	

یا مثلاً اُسکو بیان کرنا ہے کہ جو لوگ نصیحت نہین سُنتے وہ آخر کو پچھتاتے ہین یا زک اُٹھاتے ہین - اس مطلب کو وہ یون ادا کرتا ہے "ہر کہ نصیحت نشنود سر ملامت شنیدن دارد" یا مثلاً اُسکو یہ بیان کرنا ہے کہ ہر شے کی قدر اُسکے کمیاب ہونیسے ہوتی ہے - اِسکو وہ اسطرح لکھتا ہے - "اگر شبہا ہمہ شب قدر بودے شب قدر بے قدر بودے" یا مثلاً اُسکو یون بیان کرنا ہے کہ اپنے سے زیادہ علم والے سے مباحثہ کرنا نادانی ہے - اِسکو وہ اِس طرح بیان کرتا ہے "ہر کہ با دانا تر از خود مجادلہ نماید تا بدانند کہ داناست بدانند کہ نادان ست" یا مثلاً اِس مطلب کو سب

پیٹ کی خاطر سختی اُٹھاتے ہین - وہ اِس عنوان سے بیان کرتا ہے "اگر جورِ شکم نبودے ہیچ مرغ در دام نیفتادے بلکہ صیاد خود دام ننہادے" یا مثلاً یہ بات کہ حاکم رشوت سے ڈھیلا ہوجاتا ہے اسطرح بیان کرتا ہے "ہمہ کس را دندان بہ ترشی کند گردد مگر قاضیان را بشیرینی" یا مثلاً اِس مطلب کو کہ ریا کے لیے لذتون کو ترک کرنا بُرا ہے وہ اِس اسلوب سے ادا کرتا ہے "ہر کہ ترک شہوت از بہر قبولِ خلق دادہ است از شہوت حلال در شہوت حرام اُفتادہ است" یا مثلاً اُسکو یہ لکھنا ہے کہ کسی کی آہ وزاری سے قضاے آلٰہی نہین بدلتی اور قانون قدرت نہین ٹوٹتا - اِسکو وہ اِس طرح ادا کرتا ہے ؎

قضا دگر نشود در ہزار نالہ و آہ	بہ شکر یا بہ شکایت برآید از دہنے
فرشتہ کہ وکیل ست بر خزانہ باد	چہ غم خورد کہ بمیرد چراغ بیوہ زنے

یا اُسکو یہ کہنا ہے کہ اے ریاکار یہ دکھاوے کی عبادت تجھکو خدا تک نہ پہونچائیگی - اِس مطلب کو وہ یون ادا کرتا ہے ؎

ترسم نرسی بہ کعبہ اے اعرابی	کین رہ کہ تو میروی بہ ترکستانست

کبھی وہ ایک نصیحت کے مضمون کو جو اُسے بیان کرنا ہے ایک واقعے کی صورت مین بیان کرکے اُسکو زیادہ پُرتاثیر اور دلنشین کردیتا ہے مثلاً اُسکو یہ بیان کرنا تھا کہ جس طرح ہم سے پہلے لوگ ہزارہا امیدین اور ارمان دل مین لیے ہوئے مرگیے اسی طرح ایک روز ہم تم بھی مرجائینگے اِس مطلب کو وہ اِس طرح بیان کرتا ہے ؎

شنیدم کہ یکبار در دجلۂ	سخن گفت با عابدے کلۂ

کہ من فرقہ مذہبی داشتم — بسر بہ کلاہ مہی داشتم

سپہرم مدد کرد و نصرت وفاق — گرفتم بہ بازوے دولت عراق

طمع کردہ بودم کہ کرمان خورم — کہ ناگہ بخوردند کرمان سرم

بکن پنبہ غفلت از گوش ہوش — کہ از مردگان پندت آید بگوش

اخیر کے شعر سے اُس نے یہ بات جتادی ہے کہ حقیقت مین کوئی ٹھوپری نہین بولی تھی بلکہ یہ صرف بیان کرنے کا پیرایہ ہے - یا مثلاً اُسکو یہ دکہانا منظور تھا کہ ہر شخص اپنے مذہب کو حق اور دوسرے کے مذہب کو باطل سمجھتا ہے - اِس مطلب کو وہ اسطرح بیان کرتا ہے ؎

یکے جہود و مسلمان خلاف می جستند — چنانکہ خندہ گرفت از نزاعِ ایشانم

بہ طنز گفت مسلمان گر این قبالۂ من — درست نیست - خدایا جہود میرانم

جہود گفت بہ توریت میخورم سوگند — وگر خلاف کنم ہمچو تو مسلمانم

گر از بسیطِ زمین عقل منعدم گردد — بخود گمان نبرد ہیچکس کہ نادانم

یہ مطلب اگر ایک جملہ مین بیان کیا جاے تو بھی اتنا موثر اور دلاویز نہین ہو سکتا جیسا کہ اِس پیرایے نے اُسکو دلاویز اور موثر کر دیا ہے - یا مثلاً اُسکو یہ بیان کرنا تھا کہ امن اور عافیت اسی مین ہے کہ انسان لوگون کے قصے جھگڑون سے علیحدہ رہے اور خودداری کو ہاتھ سے نہ دے - اِس مطلب کو وہ اس طرح بیان کرتا ہے ؎

دو کس گرد دیدند و آشوب و جنگ — پراگندہ نعلین و پرندہ سنگ

یکے فتنہ دید از طرف بر شکست — یکے درمیان آمد و سر شکست

کسے خوشتر از خویشتن دار نیست		کہ با خوب و زشت کششش کار نیست	

یا مثلاً اُسکو یہ لکھنا منظور تھا کہ جو شخص اپنا کام چھوڑ کر دوسرون کے کام مین دخل دیتا ہے وہ ایک بڑی جوابدہی اپنے ذمہ لیتا ہے - اِس مطلب کو وہ اسطرح ادا کرتا ہے ؎

آن شنیدی کہ صوفیے می کوفت		زیر نعلین خویش میخے چند	
آستینش گرفت سرہنگے		کہ بیا نعل بر ستورم بند،	

اِسمین پیرایۂ بیان کے علاوہ صوفی کی تخفیص کرنے سے شوخی اور ظرافت بھی انتہا درجہ کی برتی ہے یا مثلاً اُسکو یہ لکھنا تھا کہ بھیک مانگنا جو ایک مذموم خصلت ہے اسکا الزام صرف فقیرون ہی پر نہین بلکہ دولتمندون پر بھی ہے - اِس مطلب کو وہ اسطرح بیان کرتا ہے - "خواہندۂ مغربی در صفِ بزازانِ حلب میگفت اے خداوندان نعمت اگر شمارا انصاف بودے و مارا قناعت رسم سوال از جہان برخاستے،" یا مثلاً یہ بیان کرنا مقصود تھا کہ تواضع اور انکسار سے عزت اور مرتبہ حاصل ہوتا ہے - اُسکو وہ اِس طرح بیان کرتا ہے ؎

یکے قطرہ باران زابرے چکید		خجل شد چو پہنائے دریا بدید	
کہ جائیکہ دریاست من کیستم		گر او ہست حقا کہ من نیستم	
چو خود را بچشم حقارت بدید		صدف در کنارش بجان پرورید	
سپہرش بجائے رسانید کار		کہ شد نامور لولوے شاہوار	
بلندی بدان یافت کو پست شد		در نیستی کوفت تا ہست شد	

یا مثلاً اُسکو یہ بیان کرنا تھا کہ جس طرح پارسا لوگ رندون کی صحبت سے منقبض ہوتے ہین

اسی طرح رند لوگ پارساؤن کی صحبت سے گھبراتے ہین - اسکو وہ اس طرح بیان کرتا ہے ؎

	زاہدے درمیانِ رندان بود گر ملولی زما ترش منشین	زان میان گفت شاہدے بلخی کہ توہم درمیانِ ما تلخی	

کبھی وہ اپنے ہی کلام کو اور کا مقولہ قرار دیکر نہایت بامزا کر دیتا ہے جیسے ؎

	دو بتیم جگر کردو روزے کباب دریغا کہ بے ما بسے روزگار بسے تیر و دے ماہ و اُردے بہشت	کہ مے گفت گوینده با رباب بروید گل و بشگفد نو بہار بیاید کہ ما خاک باشیم و خشت	
یا جیسے	جو دخلت نیست خرج آہستہ تر کن اگر باران بکوہستان نبارد	کہ میگویند ملاحان سرودے بسالے دجلہ گردد خشک رودے	
یا جیسے	ہمچنان در فکر آن بیتم کہ گفت زیر پایت گر بدانی حالِ مور	پیلبانے بر لب دریائے نیل ہمچو حال تست زیر پاے پیل	
یا جیسے	چہ خوش گفت با کودک آموزگار	کہ کارے نکردیم و شد روزگار	
یا جیسے	آن شنیدی کہ شاہدی بہ نہفت تا ترا قدر خویشتن باشد	با دل از دست دادۂ می گفت پیش چشمت چہ قدر من باشد	

۳ - اِن دونون کتابون مین یہ بات بھی تعجب انگیز ہے کہ باوجودیکہ صنائع لفظی و معنوی اکثین کثرت سے موجود ہین - اور تقریبًا نصف گلستان کے فقرے مسجع اور مقفی ہین باایہمہ وہ سادگی مین ضرب المثل ہین اور جہان نثر عاری کا ذکر آتا ہے وہان سب سے پہلے گلستان کی مثال

دی جاتی ہے - فی الواقع یہ شیخ کی کمال انشاپردازی کی ایک بہت بڑی دلیل ہے -
شاعر اور منشی جب الفاظ کی زیادہ رعایت کرتا ہے تو اوس کے کلام مین خواہی نخواہی بناوٹ
اور تکلف پیدا ہو جاتا ہے اور سررشتہ حسن معنی ہاتھ سے جاتا رہتا ہے - شیخ نے صنائع لفظی
و معنوی کو ایسی خوبصورتی اور سلیقے سے برتا ہے کہ کہین ساختگی اور تصنّع کا گمان نہین ہوتا
مگر وہ ان عارضی نمائشون کا ایسا پابند نہین ہے کہ اُنکے لیے فصاحت و بلاغت سے دست بردار
ہو جاے جہان الفاظ مساعدت کرتے ہین وہان ایک ہلکی سی چاشنی اسکی بھی دیدیتا ہے
اُسکی نثر مین مسجع اور مرصع فقرے سادے فقرون مین ایسے ملے ہوئے ہین - جیسے پشمینے کی
شال مین ریشم کے تار - جب تک خاص توجہ سے نہ دیکھا جاے تمام فقرے یکسان اور ہموار معلوم
ہوتے ہین البتہ بعض حکایتون مین اُس نے صنائع لفظی و معنوی کی زیادہ رعایت کی ہے جیسے
ساتوین باب کی اُنیسوین حکایت جسمین اپنا اور ایک شخص کا مناظرہ تونگری اور درویشی کے
باب مین لکھا ہے مگر اُسمین بھی الفاظ کو حُسن معنی مین خلل انداز ہونے نہین دیا جسقدر اُس حکایت کے
الفاظ مین تناسب اور حسن انتظام پایا جاتا ہے اُس سے زیادہ خیالات مین سنجیدگی اور اصلیت
اور واقعیت موجود ہے - حکایت مذکور کے چند متفرق فقرے بطور نمونے کے یہان نقل کیے
جاتے ہین - مع توانگران دخل مسکینان اند - و ذخیرہ گوشہ نشینان - و مقصد زائران و کہف
مسافران - و متحمل بارگران - از بہر راحت دگران دست بطعام انگہ برند کہ متعلقان و زیردستان
بخورند - و فضلہ مکارم ایشان بہ ارامل و ایتام و پیران و اقارب و جیران برسد ؛ ؛[۱] ؛ از معدہ

[۱] یہ نشان ؛ ؛ اس بات کے ہین کہ یہان کچھ فقرے چھوڑ دیے گئے ہین -

خالی چه قوت آید - واز دست تهی چه مروت زاید - واز پاے بسته چه سیر آید - واز دستِ گرسنه چه خیر - ❊ ❊ ❊ فراغت با فاقه نمے پیوندد - وجمعیت با تنگدستی صورت نه بندد - یکے تحریمهٔ عشا بسته - ودیگرے منتظر عشا نشسته - این بدان کے ماند - ❊ ❊ ❊ اشارت خواجهٔ عالم بفقر طائفه ایست که مرد میدانِ رضا اند - وتسلیم تیر قضا - نه اینان که خرقهٔ ابرار پوشند ولقمهٔ ادرار نوشند ❊ ❊ ❊ مشغول کفاف از دولتِ عفاف محروم ست - وملک فراغت زیر نگین رزق معلوم ❊ ❊ ❊

❊ گفت چندان مبالغه در وصفِ ایشان بکردی - وسخنهاے پریشان بگفتی که وهم تصور کند تریاق‌اند - یا کلید خانهٔ ارزاق - مشتے متکبر ومغرور - معجب ونفور - مشتغل مال ونعمت - و مفتتنِ جاه وثروت - سخن نگویند الّا بسفاهت ونظر نکنند الّا بکراهت - علما را بگدائی منسوب کنند - وفقرا را به بے سروپائی معیوب گردانند - بعزتِ مالے که دارند - وغیرت جاهے که پندارند - برتر از همه نشینند - وخود را بهتر از همه شناسند - نه آن در سر دارند که سر بکسے فرود آرند - بیخبر از قولِ حکما که گفته اند " هر که بطاعت از دیگران کم ست وبه نعمت بیش - بصورت توانگر ست وبمعنی درویش - ❊ ❊ ❊ گفتم مذمتِ ایشان روا مدار که خداوند کرم اند - گفت غلط کردی که بندگان درم اند - چه فائده که ابر آذرند - وبرکس نمے بارند - وچشمهٔ آفتابند وبرکس نمے تابند - وبر مرکب استطاعت سوارند - ونمیرانند - وقدمے بهر خدا نه نهند - ودرمے بے من واذی ندهند - مالے بمشقت فراهم آرند - وبه خست نگهدارند وبه حسرت بگذارند - چنانکه بزرگان گفته اند " سیم بخیل وقتے از خاک برآید که بخیل به خاک درآید ❊ ❊ ❊ گفتمش بر بخل خداوندان

نعمت وقوف نیافته الا بعلت گدائی - وگرنه هر که طمع یکسو نهد کریم و بخیلش یکے نماید - محک داند که زر چیست - وگدا داند که ممسک کیست - ؛ ؛ ؛ محال عقلست که اگر ریگ بیابان دُر شود - چشم گدایان پُر شود - ؛ ؛ ؛ هرگز دیدهٔ دستِ دعا نے بر کتف بسته - یا بعلّتِ بینوائی در زندان نشسته یا پردهٔ معصومے دریده - یا کفے از معصم بریده الا بعلّت درویشی - شیرمردان را بحکم ضرورت در نقب ها گرفته اند و کعب ها سفته ؛ ؛ ؛ اغلب تهیدستان دامنِ عصمت بمعصیت آلایند و گرسنگان نان مردم ربایند بیت

چون سگِ درنده گوشت یافت نپرسد	کین شتر صالح ست یا خرِ دجال

؛ ؛ ؛ گفتا نه - که من بر حال ایشان رحمت می برم - گفتم نه - که بر مالِ ایشان حسرت میخوری - ؛ ؛ ؛ هر بیذقے که براندے بدفع آن کوشیدمے - وهر شاهے که بخواندے - بفرزین بپوشیدمے تا نقد کیسهٔ همت در باخت - و تیر جعبهٔ حجّت همه بینداخت ؛ ؛ ؛ هر جا که گلست خارست و با خمر خمار - و بر سرِ گنج مار - و آنجا که دُرِ شاهوارست - نهنگ مردم خوار - لذّت عیش دنیا را لدغهٔ اجل در پیش ست - و نعیم بهشت را دیوار مکاره در پیش ؛ ؛ ؛ نظر نه کنی در بستان که بید مشک ست و چوب خشک - همچنین در زمرهٔ تونگران شاکرند و کفور - و در حلقهٔ درویشان صابرند و ضجور - ؛ ؛ ؛ مقربان حضرتِ حق جل وعلا تونگرانند درویش سیرت - و درویشانند تونگر همت - مهین تونگران آنست که غم درویشان بخورد - و بهین درویشان آن که کم تونگران گیرد - ؛ ؛ ؛ نعم طائفه هستند بدین صفت که بیان کردی - قاصرِ همت - و کافر نعمت - که ببرند و بنهند و نخورند و ندهند - ؛ ؛ ؛ قومے برین نمط هستند که شنیدی و طائفهٔ

خوانِ نعمت نہادہ وصلاے کرم درداده و میان بخدمت بستہ - وابرو بہ تواضع کشادہ طالب نامند و مغفرت - وصاحب دنیا وآخرت -

۴ - شیخ اکثر ان کتابون مین ایسی حکایتین لکھتا ہے جن مین باوجود موعظت بلیغ کے کسیقدر ظرافت وخوش طبعی کی بھی گنجایش ہو - پھر اپنے حسن بیان سے تمام حکایت کو نہایت لطیف وملیح کردیتا ہے - اور کبھی وہ ایک سیدھی سادی حکایت مین کوئی گرم فقرہ یا لطیف کنایہ ایزاد کرکے اُس مین نون مرچ لگادیتا ہے تاکہ پند وموعظت کی تلخی ظرافت کی چاشنی سے دور ہوجائے - چنانچہ گلستان کے خاتمہ مین اُس نے لکھا ہے -

غالب گفتار سعدی طرب انگیزست وطیبت آمیز - وکوتہ نظران را بدین علت زبانِ طعنہ دراز کہ مغزِ دماغ بیہودہ بُردن ودودِ چراغ بے فائدہ خوردن کار خردمندان نیست -" ولیکن بر راے روشنِ صاحبدلان کہ روی سخن در ایشانست پوشیدہ نماند کہ دُرِ موعظتہاے صافی در سلکِ عبارت کشیدہ ست و داروی تلخ نصیحت بشہد ظرافت آمیختہ - تا طبع ملول انسان از دولت قبول محروم نماند -" جو ظرافت اُس نے بوستان اور گلستان مین برتی ہے وہ اکثر نہایت سنجیدہ اور معقول ہے - البتہ کہین کہین اُسکے قلم سے ایسے الفاظ بھی ٹپک پڑے ہین جو قانونِ شرم و حیا سے کسیقدر متجاوز ہین - لیکن ایک ظریف طبع اور شوخ مزاج آدمی کا ایسے الفاظ سے بچنا اُسی سوسائٹی مین ممکن ہے جس مین مرد عورت تقریبًا تمام جلسون مین شریک ہوتے ہین - اور جہان مردون کو عورتون کی مجالست اور اُن کے تعلیم یافتہ ہونے کے سبب ہمیشہ تحریر وتقریر مین زبان قابو مین رکھنی پڑتی ہے - ورنہ طبیعت کی شوخی ایک ایسی چیز ہے جو بغیر سخت مزاحمت کے

کسی طرح رُک نہین سکتی ۵

نکورو تاب بہ ستوری ندارد	جو در بندی سر از روزن بر آرد

اس قسم کی چند حکایتین مثال کے طور پر بیان لکھی جاتی ہین -

مثال ۱ - مہمانِ پیرے بودم در دیارِ بکر کہ مالِ فراوان داشت و فرزندے خوبرو - شبے حکایت کرد کہ "مرا در ہمہ عمر جز این فرزند نبودہ است درختے درین وادی زیارت گاہ است کہ مردمان بحاجت خواستن آنجا روند - شبہاے دراز در پاے آن درخت بحق نالیدہ ام تا مرا این فرزند بخشیدہ" شنیدم کہ پسر با رفیقان ہمی گفت "چہ بودے اگر من آن درخت را بدانستمے کہ کجاست تا دعا کردمے کہ پدرم زود تر بمیرد" خواجہ شادی کنان کہ پسرم عاقل ست و پسر طعنہ زن کہ پدرم فرتوت لا یعقل - قطعہ

سالہا بر تو بگذرد کہ گذر	نہ کنی سوے تربت پدرت
تو بجاے پدر چہ کردی خیر	تا ہمان چشم داری از پسرت

مثال ۲ - پیرمردے را حکایت کنند کہ دخترے خواستہ و حجرہ بگل آراستہ و بخلوت با او نشستہ و دیدہ و دل در و بستہ - شبہاے دراز نخفتے و بذلہا و لطیفہا گفتے باشد کہ موانست پذیرد و وحشت نگیرد - بالجملہ شبے مے گفت "بخت بلندت یار بود و چشم دولتت بیدار کہ بصحبت پیرے افتادی پختہ - پروردہ - جہاندیدہ - آرمیدہ - بنیک و بد جہان آزمودہ سرد و گرم روزگار چشیدہ - کہ حق صحبت بداند و شرط مودت بجا آرد - مشفق و مہربان - خوش طبع و شیرین زبان" مثنوی

تا توانم دلت بدست آرم	در بیازاریم نیازارم

	جان شیرین فدای پرورشت		درچو طوطی شکر بود خورشت

نہ گرفتار آمدی بدستِ جوانے متعجب - خیرہ رائے - سرتیز - سبک پاے - کہ ہردم ہوسے پزد - وہر شب جائے خُسپد - وہر روز یارے گیرد **قطعہ**

	ولیکن در وفا باکس نپایند		جوانان خرم اند وخوب رخسار
	کہ ہردم بر گلے دیگر سرایند		وفاداری مدار - از بلبلان چشم

برخلاف پیران کہ بعقل وادب زندگانی کنند - نہ بمقتضاے جہل وجوانی **بیت**

	کہ باچون خودی گم کنی روزگار		زخود بہترے جوی وفرصت شمار

گفت چندان کہ برین نمط بگفتم گمان بردم کہ دلش درقید من آمد وصید من شد - ناگاہ نفسے سرد از دل پُر درد برآورد وگفت - کہ چندین سخن کہ گفتی در ترازوی عقل من وزن آن یک سخن ندارد کہ وقتے شنیدہ ام از قابلۂ خویش کہ گفت دزن جوان را اگر تیرے در پہلو نشیند بہ کہ پیرے" فی الجملہ امکانِ موافقت نبود بمفارقت انجامید - چون مدتِ عدتش لبسر آمد عقدِ نکاحش بستند باجوانے تند - ترش روے - تہیدست - بدخوے - جور وجفا میدید - ورنج وعنا میکشید وشکر نعمت حق ہمچنان میگفت - کہ الحمد للہ ازان عذابِ الیم برہیدم وبدین نعمتِ مقیم رسیدم

قطعہ

	بہ کہ شدن باد گرے در بہشت		با تو مرا سوختن اندر عذاب
	خوب تر آید کہ گل از دست زشت		بوے پیاز از دہنِ خوبروی
	کہ رحمت براخلاقِ حجاج باد		مثال ۳ - مرا حلیے شانۂ عاج داد

شنیدم کہ بارے سگم خوانده بود	کہ ازمن بنوعے دلش مانده بود
بیندا ختم شانہ کین استخوان	نمی بایدم دیگرم سگ مخوان
بیندار چون سرکہ خود خورم	کہ جور خداوند حلوا برم
قناعت کن اے نفس براندکے	کہ سلطان و درویش بینی یکے
چرا پیش خسرو بحاجت روی	چو یکسو نہادی طمع خسروی

یہان پہلی بیت کے دوسرے مصرعے مین رحمت کا لفظ کنایۃً بجاے نفرین اور اُسکے مرادف الفاظ کے لایا گیا ہے ۔ کیونکہ شعرا کے نزدیک حاجیون کی سنگدلی ۔ قساوت اور تکبر وغیرہ صفات مسلم ہین ۔ چنانچہ گلستان مین بھی شیخ نے ایک جگہہ لکھا ہے " ؎

ازمن بگوے حاجی مردم گزای را	کو پوستین خلق بہ آزار میدرد
حاجی تو نیستی شتر ست از براے آنکہ	بیچارہ خار میخورد و بار مے برد "

ایک اور شاعر کہتا ہے " ؎

چون عاملے کہ دل زدر یخانہ جمع کرد	حاجی ستم بخلق خدا بیشتر کند

پس ظاہر ہے کہ جو شوخی اس کنائے مین ہے ۔ وہ صراحت مین ہرگز ممکن نہ تھی ۔ اکثر ناواقف لوگ اس جگہہ رحمت کو اپنے حقیقی معنی پر محمول کرتے ہین ۔ مگر حکایت کا مضمون جس سے رنجش اور شکایت پائی جاتی ہے حقیقی معنی سے آبا کرتا ہے ۔

مثال ۴ ۔ بازرگانے را دیدم کہ صدو پنجاہ شتر بار داشت ۔ وچہل بندۂ خدمتگار ۔ شبے در جزیرۂ کیش مرا بحجرۂ خویش برد ۔ وہمہ شب نیارمید از سخنہاے پریشان گفتن کہ فلان

انبارم بترکستان ست - و فلان بضاعت بهندوستان - و این قبالۂ فلان زمین ست
و فلان مال را فلان کس ضمین - ""گاه گفتے کہ خاطر اسکندریہ دارم کہ ہوایش خوش ست - و باز
گفتے نہ کہ دریاے مغرب مشوش ست - سعدیا سفرے دیگر در پیش ست - اگر آن کردہ شود
بقیّت عمر بگوشۂ بنشینم - گفتم آن کدام سفرست - گفت "گوگرد پارسی بہ چین خواہم بردن کہ
شنیدم کہ قیمتِ عظیم دارد - و از انجا کاسۂ چینی بروم برم - و دیباے رومی بہند - و پولاد ہندی
بحلب - و آبگینۂ حلبی بہ یمن - و برد یمانی بپارس - ازان پس ترکِ سفر کنم و بدکانے نشینم""
چندانے ازین مالخولیا فرو گفت کہ بیش طاقتِ گفتنش نماند - گفت سعدی تو ہم سخنے
بگو از آنہا کہ دیدی و شنیدی - گفتم - نظم -

آن شنیدستی کہ وقتے تاجرے	در بیابانے بیفتاد از ستور
گفت چشمِ تنگِ دنیا دار را	یا قناعت پُر کند یا خاکِ گور

مثال ۵ - ملک صالح از بادشاہان شام	برون آمدے صبحدم با غلام
بگشتے در اطرافِ بازار و کوی	برسم عرب نیمہ بربستہ روی
کہ صاحب نظر بود و درویش دوست	ہر آن کین دو دارد ملک صالح اوست
دو درویش در مسجدے خفتہ یافت	پریشان دل و خاطر آشفتہ یافت
شب سردِ شان دیدہ نابردہ خواب	چو حربا تأمل کنان زآفتاب
یکے زان دو میگفت با دیگرے	کہ در روز محشر بود داورے
گر این بادشاہانِ گردن فراز	کہ در لہو و عیش اند و با کام و ناز

درآیند با عاجزان در بهشت | من از گور سر برنگیرم ز خشت
بهشتِ برین ملک و ماوای ماست | کہ بندِ غم امروز بر پاے ماست
همہ عمر ازینان چه دیدی خوشی | کہ در آخرت نیز زحمت کشی
اگر صالح آنجا بدیوارِ باغ | درآید بکفشش بدرم دماغ
چو مرد این سخن گفت و صالح شنید | دگر بودن آنجا مصالح ندید
دمے رفت تا چشمۂ آفتاب | ز چشم خلائق فرو شست خواب
روان هر دو کس را فرستاد و خواند | بہ هیبت نشست و بحرمت نشاند
بر ایشان ببارید بارانِ جود | فرو شست شان گرد ذل از وجود
پس از رنج سرما و باران و سیل | نشستند با نامدارانِ خیل
گدایانِ بے جامہ شب کردہ روز | معطر کنان جامہ بر عود سوز
یکے گفت ازاینان ملک را نهان | کہ اے حلقہ در گوشِ حکمت جهان
پسندیدگان در بزرگی رسند | ز ما بندگانت چه آمد پسند
شهنشہ ز شادی چو گل برشگفت | بخندید در روے درویش و گفت
من آنکس نیم کز غرور حشم | ز بیچارگان روے درهم کشم
تو هم با من از سر بنہ خوی زشت | کہ ناسازگاری کنی در بهشت
من امروز کردم درِ صلح باز | تو فردا مکن در برویم فراز
چنین راه اگر مقبلی پیش گیر | شرف بایدت دست درویش گیر

براز شاخ طوبے کسے برنداشت	که امروز تخم ارادت نه کاشت
ارادت نداری سعادت مجوی	بچوگان خدمت توان برد گوی
ترا کے بود چون چراغ التهاب	که از خود پری ہمچو قندیل زاب
وجودے دہد روشنائی بجمع	که سوزیش در سینه باشد چو شمع

۵ - وہ اکثر نہایت پاکیزہ اور لطیف نکتے جنسے عموماً اذہان خالی ہوتے ہین - ایسی معمولی اور سرسری باتون سے نکال لیتا ہے جو عام ذہنون مین موجود ہوتی ہین -

مثال اؔ ہر نفسے کہ فرو میرود ممدّ حیات ست وچون بر می آید مفرّح ذات - پس در ہر نفسے دو نعمت موجود ست وبہر نعمتے شکرے واجب - یہ بات کہ داخلی اور خارجی دونو سانس کی انسان کی زندگی اور تفریح کے باعث ہین سب کو معلوم تہی اور یہ بہی معلوم بہا کہ ہر ایک نعمت کا شکر ادا کرنا چاہیئے مگر یہ نکتہ مخفی بہا کہ ہر سانس مین خدا کا شکر کرنا واجب ہے ۹

مثال ۲ - چو طفل اندرون دار واز حرص پاک	چه مشت زرش پیش وچه مشت خاک

یہ بات سبکو معلوم تہی کہ بچہ حرص اور طمع سے پاک ہوتا ہے اور یہ بہی معلوم تہا کہ اُسکو سونے اور مٹی مین کچہہ تمیز نہین ہوتی - مگر یہ نکتہ مخفی بہا کہ سونے اور مٹی کو برابر جاننا جو کہ اعلیٰ درجے کے عرفا اور خدا رسیدہ لوگون کا منصب ہے - بچہ کو گویا فقط حرص اور طمع سے پاک ہونے کے سبب حاصل ہے - کیونکہ سونے اور مٹی مین کچہہ فرق نکرنا جبہی تک باقی رہتا ہے جب تک حرص اور طمع پیدا نہین ہوتی - پس ایک شاعرانہ کہ فلسفی یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ دونون باتین لازم وملزوم ہین -

مثال ۳	ازان کز تو ترسد بترس اے حکیم		وگر با چو او صد برائی بجنگ	
	ازان مار بر پائے راعی زند		کہ ترسد سرش را بکوبد بسنگ	

یہ بات سب جانتے ہین کہ کبھی کبھی عاجز اور زبردست بھی زبردستون پر غالب آجاتے ہین اور سانپ کا وار بھی کبھی چرواہے پر چل جاتا ہے - مگر یہ نکتہ مخفی تھا کہ جو اپنے سے ڈرے اُس سے ڈرنا چاہئیے کیونکہ عام خیال یہ ہے کہ جو اپنے سے ڈرے اُس سے ڈرنے کی ضرورت نہین -

مثال ۴	دہ کہ گر مردہ باز گردیدے		بمیان قبیلہ و پیوند	
	رد میراث سخت تر بودے		وارثان را ز مرگ خویشاوند	

یہ بات سبکو معلوم تھی کہ میراث بہت عزیز چیز ہے اور یہ بھی معلوم تھا کہ مرگ خویشاوند سخت مصیبت ہے مگر یہ نکتہ مخفی تھا کہ اگر مردہ پلٹ کر آتا تو وارثون کو میراث کا واپس دینا اُسکے ماتم کے رنج سے زیادہ سخت اور ناگوار ہوتا -

اسی طرح وہ نہایت سرسری اور معمولی سرگذشتون سے ایسے نادر اور اچھوتے نتیجے نکال لیتا ہے جو وہم وگمان مین نہین ہوتے - مثلاً یہ کہ میرے باپنے بچپن مین مجکو ایک انگوٹھی پہنا دی تھی - ایک روز ایک شخص نے ایک کھجور دیکر مجھ سے وہ انگوٹھی لے لی - چونکہ بچہ انگوٹھی کی قدر نہین جانتا اسلیئے ذراسی مٹھاس کا لالچ دیکر اُس سے لی جاسکتی ہے - پس جو لوگ عمر کو عیش شیرین مین برباد کردیتے ہین شاید وہ عمر کی قدر نہین جانتے - یا مثلاً مین ایکبار عید کے دن باپ کے ساتھ عیدگاہ مین گیا - اتفاقاً خلقت کے ہجوم مین باپ سے بچھڑ گیا مین نے

حالت مین رو رہا تھا کہ باپ نے اُڑ دفعتہ میرا کان مروڑا اور فرمایا" مین نے تجھکو بارہا کہا ہے کہ میرا دامن پکڑے رہا کر مگر تو نہین مانتا" سچ ہے جس طرح انجان بچہ اپنے آپ رستہ نہین چلسکتا اسی طرح سالک بغیر مشائخ اور کاملین کی دستگیری کے منزل مقصود پر نہین پہونچ سکتا - یا مثلاً میرے جسم مین کپڑون کے اندر ایک زخم تہا - شیخ علیہ الرحمۃ ہمیشہ پوچھتے تھے کہ کیسا ہے مگر یہ کبھی نہ کہتے تے کہ کہان ہے اس سے مین نے جانا کہ ہر عضو کا نام لینا روا نہین ہے یا مثلاً ایک شخص نے اپنے بیٹے کے کان اینٹھکر کہا کہ" نالائق! مین نے تجھکو کلہاڑی لکڑیان چیرنے کو دی تھی مسجد کی دیوار ڈھانے کو نہین دی تھی" اسی طرح زبان ذکر اور شکر کے لیے بنی ہے لوگون کی غیبت کرنے کے لیے نہین بنی - یا ایک شخص مٹی مین سنا ہوا مسجد مین جانے لگا دوسرے نے اُسکو جھڑک دیا کہ خبردار جو مسجد مین قدم رکھا" میرا دل یہ بات سنکر بھر آیا کہ افسوس بہشت مین بھی جو ایک پاک جگہہ ہے دامن آلودہ لوگ نہ جاسکین گے -

۶ - حسن تاویل اور لطفِ استدلال جیسا جیّتلا اُسکے کلام مین پایا جاتا ہے ایسا اور شعرا کے کلام مین نہین دیکھا گیا ؎

مثال ا -	شنیدم کہ در روزگارِ قدیم	شدے سنگ در دستِ ابدال سیم	
	نہ پنداری این قول معقول نیست	چو قانع شدی سیم و سنگت یکیست	

یعنی یہ جو مشہور ہے کہ اگلے زمانہ مین ابدال کے ہاتھ مین پتھر چاندی ہو جاتے تھے - اسمین کوئی بات عقل کے خلاف نہین ہے کیونکہ جو لوگ قانع ہوتے ہین اُنکے نزدیک پتھر اور چاندی مین فرق نہین ہوتا - ایک امر خارق عادت کو کس حسن بیان کے ساتھ کیسے مختصر لفظون

ین عادت کے موافق ثابت کیا ہے ۵

مثال ۲ -

ره عقل جز پیچ در پیچ نیست — بر عارفان جز خدا ہیچ نیست
توان گفتن این با حقائق شناس — ولے خورده گیرند اہل قیاس
که پس آسمان و زمین چیستند — بنی آدم و دام و دو کیستند
پسندیده پرسیدی اے ہوشمند — بگویم گر آید جوابت پسند
که ہامون و دریا و کوه و فلک — پری آدمی زاد و دیو و ملک
ہمه ہر چه ہستند زان کمترند — که با ہستیش نام ہستی برند
عظیم ست پیشِ تو دریا به موج — بلند ست گردونِ گردان به اوج
ولے اہل صورت کجا پے برند — که ارباب معنی بملکے درند
که گر آفتابست یک ذره نیست — و گر ہفت دریاست یکقطره نیست
چو سلطانِ عزّت علم بر کشد — جہان سر بجیب عدم در کشد

یہان اُسنے وحدتِ وجود کے اصلی معنی جو کہ اہل نظر کی سمجھ سے بالاتر تھے نہین بتائے - بلکہ ایک اور معنی جنکو ہر شخص تسلیم کرسکتا ہے نظم مین ایسی لطافت اور خوبی سے بیان کیے ہین کہ کوئی اور نثر مین بھی مشکل سے بیان کرسکتا ۵

مثال ۳ -

نگهدار فرصت که عالم دمی ست — دمے پیشِ دانا به از عالمے ست
سکندر که بر عالمے حکم داشت — دران دم که بگذشت و عالم گذاشت
میسّر نبودش کزو عالمے — ستانند و فرصت دہندش دمے

بیان اوس نے دو متضاد دعوے کیے ہین - ایک یہ کہ عالم ایک سانس کا نام ہے - دوسرا یہ کہ ایک سانس عاقل کے نزدیک عالم سے بہتر ہے - پھر دونون دعوون کو ایک دلیل سے ثابت کیا ہے - کیونکہ جب ایک سانس کے نہ آنے سے تمام عالم سکندر کے ہاتھ سے جاتا رہا تو معلوم ہوا کہ اوسی سانس کا نام عالم تھا اور جب کہ ایک سانس اُسکو تمام عالم کے عوض مین نہ مل سکا تو معلوم ہوا کہ ایک سانس تمام عالم سے بہتر تھا - یہ غایت درجہ کا حسن استدلال ہے کہ دو متضاد دعوے ایسی شگفتہ بیانی اور اختصار اور صفائی کے ساتھ ایک ہی دلیل سے ثابت کیے جائین اور حسن شعری بھی ہاتھ سے نجائے -

۷ - نیچر کے بیان مین شیخ کا کلام فی الواقع لاثانی ہے - خدا کی صنعت اور حکمت کے متعلق وہ وُہی باتین بیان کرتا ہے جو سب جانتے ہین لیکن یہ کسی کی طاقت نہین کہ اُنکو ویسے پاکیزہ اور دلنشین بیان کے ساتھ ادا کر سکے - اُسلیے نیچرل بیان پر غالب مرحوم کا یہ شعر صادق آتا ہے **شعر**

دیکھنا تقریر کی لذّت کہ جو اُسنے کہا	مین نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل مین ہے

مثال ۱ -

گر از حق نہ توفیق خیرے رسد	کے از بندہ خیرے بہ غیرے رسد
زبان را چہ بینی کہ اقرار داد	ببین تا زبان را کہ گفتار داد
در معرفت دیدہ آدمی ست	کہ بکشادہ بر آسمان و زمی ست
کیت فہم بودے نشیب و فراز	گر این در نکردے بروے تو باز
سر آورد و دست از عدم در وجود	درین جود بنہاد و در وے سجود
و گرنہ کے از دست جود آمدے	محالست کز سر سجود آمدے

بحکمت زبان داد و گوش آفرید	که باشند صندوق دل را کلید
اگر نه زبان قصه برداشتے	کس از سرّ دل کے خبر داشتے
دگر نیستے سعی جاسوس گوش	خبر کے رسیدے بسلطانِ ہوش
مرا لفظ شیرین خواننده داد	ترا سمع درّاک داننده داد
مدام این دو چون حاجبان بردراند	ز سلطان به سلطان خبر مے برند
چه اندیشی از خود که فعلم نکوست	ازان در نگه کن که تقدیر اوست
برد بوستان بان به ایوانِ شاه	به تحفه ثمر ہم ز ایوانِ شاه

اِس نظم مین اُسنے یہ بات بیان کی ہے کہ بدون خدا کی توفیق کے آدمی سے کچھہ نہین ہوسکتا - اور
زبان - کان - آنکھہ - سر اور ہاتھہ جن ظاہری اغراض کے لیے پیدا کیے گئے ہین وہ اغراض بیان
کیے ہین - یہ تمام باتین کم و بیش ہر شخص کو معلوم ہوتی ہین مگر جس ترتیب سے شیخ نے انکو بیان کیا ہے
اُس کے لحاظ سے تمام مضمون نرالا معلوم ہوتا ہے - اخیر بیت مین انسان کی بندگی اور عبادت
کو باغبان کی ڈالی سے جو کہ بادشاہ ہی کے باغ مین سے بادشاہ کے لیے لگا کر لیجاتا ہے تمثیل
دیکر مضمون کا حسن انتہا کو پہنچا دیا ہے ؎

مثال ۲ -

دو صد مہرہ در یکدگر ساختت	که گل مہرہ چون تو پرداختت
رگت در تنت اے پسندیده خوی	زمینے در و سیصد و شصت جوے
بصر در سر و فکر و راے و تمیز	جوارح بدل دل بدانش عزیز
بہائم بر و اندر افتاده خوار	تو ہمچون الف بر قدمها سوار

نگون کردہ ایشان سر از بہر خور — تو آری بعزت خورش پیش سر
نہ زیبد ترا با چنین سروری — کہ سر جز بطاعت فرود آوری

مثال ۳

شب از بہر آسائش تست و روز — مہ روشن و مہر گیتی فروز
صبا از برائے تو فراش دار — ہمے گستراند بساطِ بہار
اگر باد و برف ست و باران و میغ — و گر رعد چوگان زند برق تیغ
ہمہ کارداران فرمان برند — کہ تخم تو در خاک مے پرورند
و گر تشنہ مانی ز سختی مجوش — کہ سقائے ابر آبت آرد بدوش
ز خاک آورد رنگ و بوے و طعام — تماشاگہ دیدہ و مغز و کام
عسل دادت از نحل و من از ہوا — رطب دادت از نخل و نخل از نوا
ہمہ نخلبندان بخایند دست — ز حیرت کہ نخلے چنین کس نہ بست
خور و ماہ و پروین برائے تو اند — قنادیلِ سقفِ سرائے تو اند
ز خارت گل آورد و از نافہ مشک — زر از کان و برگِ تر از چوب خشک
بدستِ خودت چشم و ابرو نگاشت — کہ محرم بہ اغیار نتوان گذاشت
توانا کہ آن نازنین پرورد — بالوانِ نعمت چنین پرورد
بجان گفت باید نفس بر نفس — کہ شکرش نہ کار زبان ست و بس

۸ — وہ اکثر قانون قدرت سے اشیا کے حسن و قبح اور اصول اخلاق کے ثبوت پر استدلال کرتا ہے اور ایسا استدلال ہمیشہ دیگر اقسام استدلال کی نسبت زیادہ دلنشین اور عام فہم ہوتا ہے

کلام آلہی مین بھی مبداء معاد کے ثبوت پر زیادہ تر اسی قسم کا استدلال کیا گیا ہے ۵

مثال ۱ - پلیدی کند گربہ برجاے پاک
چو زشتتش نماید بپوشد بہ خاک
تو آزادی از ناپسندیدہا
نترسی کہ بروے فتد دیدہا

بلّی کو جو قدرت نے یہ بات سکھائی ہے کہ وہ جہان کہین بول و براز کرتی ہے اُسکو فوراً مٹی سے ڈھانک دیتی ہے - اس سے وہ اس بات پر استدلال کرتا ہے کہ بُرے اعمال کو ہمیشہ لوگون سے چھپانا چاہیئے جو ایسا نہین کرتے وہ ایک جانور کی برابر بھی سمجھہ نہین رکھتے -

مثال ۲ حلم شتر چنانکہ معلوم ست اگر طفلے مہارش گیرد و صد فرسنگ ببرد گردن از متابعت او نہ پیچد - اما اگر راہے ہولناک پیش آید کہ موجب ہلاک باشد و طفل آنجا بنادانی خواہد رفتن زمام از کفش در گسلاند - و بیش متابعت نکند کہ ہنگام درشتی ملاطفت مذموم ست - قطعہ -

کسیکہ لطف کند با تو خاک پایش باش
وگر ستیزہ کند در دو چشمش افگن خاک
سخن بلطف و کرم با درشت خوی مگوی
کہ زنگ خوردہ نگردد مگر بسوہن پاک

یہان اُسکو یہ سوجھانا منظور تھا کہ نرمی وہین تک پسندیدہ ہے جہانتک دوسری طرف سے درشتی اور سختی اور اپنی مضرت کا احتمال نہو ورنہ مذموم ہے - اس مطلب پر وہ یہ دلیل لایا ہے کہ اونٹ کو بھی قدرت نے یہ بات سکھائی ہے کہ جب تک کچھہ خطرہ نہین ہوتا ایک بچہ اُسکی نکیل پکڑکر جہانتک چاہتا ہے لیجاتا ہے مگر جہان کچھہ خوف ہوتا ہے وہان اُسکی اطاعت نہین کرتا اور رسّی توڑا کر بھاگ جاتا ہے ۵

مثال ۳ - برہ بریکے بنشیم آمد جوان
بہ تگ در پیش گوسفندے دوان

بدو گفتم این ریسمانست و بند	کہ مے آرد اندر پئے گوسفند
سبک طوق و زنجیر ازو باز کرد	چپ و راست پوئیدن آغاز کرد
برہ در پیش ہمچنان مید وید	کہ جو خوردہ بود از کفِ مرد خوید
چو باز آمد از عیش و بازی بجاے	مرا دید و گفت اے خداوند رائے
نہ این ریسمان میبرد با منش	کہ احسان کمندیست در گردنش
بہ لطفے کہ دیدست پیل دمان	نیارد ہمے حملہ بر پیلبان
بدان را نوازش کن اے نیکمرد	کہ سگ پاس دارد چونان تو خورد
بران مرد کُندست دندانِ یوز	کہ مالد زبان بر پنیرش دو روز

یہان اُسکو یہ ثابت کرنا مقصود تھا کہ جسقدر تم لوگون کے ساتھ احسان اور بھلائی کرو گے
اوسیقدر لوگ تمھارے دوست اور خیر خواہ و جان نثار ہون گے - اسپر وہ یہ دلیل لایا ہے
کہ بکری - ہاتھی - کتا - چیتا - و راسی طرح تمام حیوانات کو قدرت نے یہ بات سکھائی ہے
کہ جو شخص اُنکی پرورش کرتا ہے اور انکو کھلاتا پلاتا ہے وہ اوسی کا دم بھرنے لگتے ہین
یہان تک کہ وحشیون مین وحشت اور درندون مین سبعیّت باقی نہین رہتی -

۹ - وہ کبھی فقیہانہ اور واعظانہ نصیحتین جو اکثر تلخ اور بے مزا اور سامعین کے دلپر گران ہوتی ہین
نہین بلکہ اکثر آزادانہ اور محققانہ نصیحتین کرتا ہے جو اگرچہ عام خیالات سے کسیقدر بلند ہوتی ہین -
لیکن حدِ شریعت سے ہرگز متجاوز نہین ہوتین اور اسلیئے اُنکو زاہد و رند دونون پسند کرتے ہین ٥

مثال ۱	بسرہنگ سلطان چنین گفت زن	کہ خیز اے مبارک در رزق زن

بر وتا ز خوانت نصیبے دہند	کہ فرزندگانت بہ سختی درند
بگفتا بود مطبخ امروز سرد	کہ سلطان بشب نیت روزہ کرد
زن از نا امیدی سر انداخت پیش	ہمے گفت باخود دل از فاقہ ریش
کہ سلطان ازین روزہ گوئی چہ خواست	کہ افطار او عید طفلانِ ماست
خورندہ کہ خیرش بر آید ز دست	بہ از صائم الدہر دنیا پرست
مسلّم کسے را بود روزہ داشت	کہ درماندۂ را دہد نانِ چاشت
وگرنہ چہ حاجت کہ زحمت بری	زخود باز گیری وہم خود خوری
مثال ٢ - شنیدم کہ مردے براہ حجاز	بہر خطوہ کردے دو رکعت نماز
چنان گرم رو در طریق خدائے	کہ خار مغیلان نہ کندے ز پائے
باخر ز وسواس خاطر پریش	پسند آمدش در نظر کار خویش
بہ تلبیسِ ابلیس در چاہ رفت	کہ نتوان ازین خوبتر راہ رفت
گرش رحمتِ حق نہ دریافتے	غرورش سر از جادہ برتافتے
یکے ہاتف از غیب آواز داد	کہ اے نیکبختِ مبارک نہاد
مپندار گر طاعتے کردۂ	کہ نزلے دریں حضرت آوردۂ
بہ احسانے آسودہ کردن دلے	بہ از الف رکعت بہر منزلے

١٠- جب اُسکو کسی خاص فرقہ یا جماعت کے واقعی عیوب بیان کرنے ہوتے ہین تو اُن کو ایسے عمدہ پیرایون مین بیان کرتا ہے کہ کسی کو ناگوار نہین معلوم ہوتے - مثلاً اُسکو یہ

یہ منظور تھا کہ امرا اور دولتمندون کو اُن کے عیوب سے مطلع کرے تو اوسنے اس مطلب کو صاف صاف نہین لکھا بلکہ ایک فرضی مناظرہ اور ایک اور شخص کا جس مین اپنے تئین امرا کا طرفدار اور اپنے حریف کو فقرا اور درویشون کا حمایتی قرار دیا ہے لکھکر تمام دل کے خیالات ظاہر کیے ہین۔ طرف ثانی امیرون کی بُرائیان اور درویشون کی خوبیان بیان کرتا ہے اور شیخ اُسکی تقریر کو رد کرکے امرا کی خوبیان اور درویشون کی بُرائیان ظاہر کرتا ہے۔ اسی طرح اُس نے تمام سلاطین عہد اور وزرا اور اُمرا کی خاطر خواہ خبر لی ہے۔ چنانچہ گلستان کے ساتوین باب مین یہ مناظرہ موجود ہے یا مثلاً اُسکو مشائخ و زہاد کی قلعی کھولنی منظور تھی اس مضمون کو اُسنے کھلم کھلا ادا نہین کیا بلکہ ایک قصہ جو بوستان کے چوتھے باب مین مذکور ہے نقل کیا ہے جسکا ماحصل یہ ہے کہ ایک شوخ چشم سائل کسی بزرگ کے دروازے پر بھیک مانگنے گیا۔ صاحب خانہ کے پاس اُسوقت کچھہ نہ تھا اسلیے کچھہ نہ دیا۔ سائل نے ڈیوڑھی سے ذرا پرے ہٹکر اُسکی اور اوسکے ساتھہ تمام فقرا اور تمام مشائخ کی تفضیح اور توہین کرنی شروع کی اور خوب دل کے بخارات نکالے۔ جتنے واقعی عیب اکثر ان لوگون مین ہوتے ہین سب ظاہر کردئے۔ جب شیخ صاحب اُن کے تیرے کھول چکے تو سائل کے بیان کو اپنے اس مقولے پر ختم کرتے ہین ؎

	که شنعت بود سیرت خویش گفت	نخواہم درین باب ازین بیش گفت	

یعنی مین اس باب مین اس سے زیادہ کہنا نہین چاہتا ورنہ وہی مثل ہوگی "اپنا گھٹنا کھولے اور آپ ہی لاجون مرے"۔ کیونکہ آپ بھی اُسی گروہ مین سے ہین پھر اُس بزرگ کی تواضع اور تحمّل اور حلم کا بیان کیا ہے کہ باوجود ایسی زبان درازیون کے اُس نے کچھہ بُرا نہ مانا اور اوسکے

گمان سے زیادہ اپنے عیبون کا اقرار کیا۔

۱۱ - یہ بات عموماً دیکھی گئی ہے کہ جو واقعات اسلاف سے نقل کیے جاتے ہین وہ اتنے موثر نہین ہوتے جتنا کہ اپنی سرگذشت اور روداد کا بیان موثر ہوتا ہے بشرطیکہ بیان کرنے والا نہایت فصیح و بلیغ اور اپنے جذبات ادا کرنے پر قادر ہو کیونکہ جو روایت ایک واسطے سے سُنی جاتی ہے اُس کا یقین بہ نسبت اُس روایت کے زیادہ ہوتا ہے جو متعدد واسطون سے سنی جائے۔ دوسرے ناقل اپنی سرگذشت کو بہ نسبت اخبار ماضیہ کے زیادہ پرجوش الفاظ بین بیان کرسکتا ہے۔ گلستان اور بوستان مین چونکہ شیخ نے زیادہ تر اپنے ہی واقعات لکھے ہین اور اُن سے نتائج استخراج کیے ہین اسلیے اُن کا زیادہ اثر ہوتا ہے اور ناظرین کو زیادہ پسند آتے ہین خصوصاً اِس وجہ سے کہ شیخ جیسا جادو بیان اُن کو بیان کرتا ہے ایسی مثالون سے دونون کتابین بھری ہوئی ہین۔ یہان صرف ایک مثال پر اکتفا کیا جاتا ہے ؎

مثال ۱ -

بہ صنعا درم طفلے اندر گذشت	چہ گویم کزانم چہ بر سر گذشت
قضا نقش یوسف جمالے نکرد	کہ ماہی گورش چو یونس نخورد
درین باغ سروے نیامد بلند	کہ باد اجل بیخش از بن نکند
عجب نیست بر خاک اگر گل شگفت	کہ چندین گل اندام در خاک خفت
بدل گفتم اے ننگ مردان بمیر	کہ کودک رود پاک و آلودہ پیر
ز سودا و آشفتگی بر قدش	بر انداختم سنگے از مرقدش
ز ہولم دران جائے تاریک و تنگ	بشورید حال دیگر دید رنگ

چو باز آمدم زان تغیر ہوشش	ز فرزند دلبندم آمد بگوش
گرت وحشت آمد ز تاریک جاے	بہش باش و با روشنائی در اے
شب گور خواہی منور چو روز	ازینجا چراغ عمل بر فروز
تن کارکن مے بلرزد ز تپ	مبادا کہ نخلش نیارد رطب
گروہے فراوان طمع ظن برند	کہ گندم نیفشاندہ خرمن برند
بر آن خورد سعدی کہ بیخے نشاند	کسے برد خرمن کہ تخمے فشاند

۱۲- جب اُسکو کسی نیک کام کی ترغیب دینی ہوتی ہے تو ایسے غریب اور اجنبی مباحث پیش نہین کرتا جو لوگون کے خیالات مین بہت کم گذرتے ہین بلکہ ایسی معمولی باتین یاد دلاتا ہے جو اُس کام کی نسبت ہمیشہ خاص و عام کے دل مین گزرتی ہین اور اُنکی آنکھون کے سامنے پیش آتی رہتی ہین - اور جب کسی امر پر اُسکو تنبہ کرنا منظور ہوتا ہے تو ایسے صاف اور صریح نتیجے سوجھاتا ہے جو دنیا مین ہمیشہ دیکھے جاتے ہین - وہ کوئی نئی بات نہین سکھاتا بلکہ بھولی ہوئی باتون کو یاد دلاتا ہے یہی سبب ہے کہ اُسکے بیان کی طرف خود بخود لوگون کے دل کھچتے ہین اور اُسکے کلام مین ایسا مزہ آتا ہے جیسے کوئی مدت کی کھائی ہوئی لذیذ چیز برسون کے بعد سامنے آتی ہے اور نہایت رغبت اور شوق سے کھائی جاتی ہے ؎

مثال ۱

پدر مردہ را سایہ بر سر فگن	غبارش بیفشان و خارش بکن
چو بینی یتیمے سر افگندہ پیش	مدہ بوسہ بر روئے فرزند خویش
یتیم ار بگرید کہ نازش خرد	وگر خشم گیرد کہ بارش برد

الا تا نگرید که عرش عظیم | بلرزد همی چون بگرید یتیم
برحمت بکن آبش از دیده پاک | بشفقت بیفشانش از چهره خاک
اگر سایهٔ او برفت از سرش | تو در سایهٔ خویشتن پرورش
من آنگه سر تاجور داشتم | که سر در کنار پدر داشتم
اگر بر وجودم نشستی مگس | پریشان شدے خاطر چند کس
کنون گر بزندان برندم اسیر | نباشد کس از دوستانم نصیر
مرا باشد از درد طفلان خبر | که در طفلی از سر برفتم پدر

مثال ۲ — پسر چون زده بر گذشتش سنین | ز نامحرمان گو فراتر نشین

بر پنبه آتش نشاید فروخت | که تا چشم برهم زنی خانه سوخت
چو خواهی که نامت بماند بجاے | پسر را خردمندی آموز و راے
که گر عقل و رایش نباشد بسے | بمیری و از تو نماند کسے
بسا روزگارا که سختی برد | پسر چون پدر نازکش پرورد
خردمند و پرهیزگارش بدار | گرش دوست داری بنازش مدار
بخردی درش زجر و تعلیم کن | بنیک و بدش وعده و بیم کن
نو آموز را ذکر و تحسین و زه | ز توبیخ و تهدید استاد به
بیاموز پرورده را دست رنج | وگر دست داری چو قارون بگنج
مکن تکیه بر دستگاهے که هست | که باشد که نعمت نماند بدست

ببایان رسد کیسهٔ سیم و زر — نگردد تهی کیسهٔ پیشه ور

چه دانی که گردیدن روزگار — بغربت بگرداندش در دیار

چو بر پیشهٔ باشدش دسترس — کجا دستِ حاجت برد پیش کس

ندانی که سعدی مکان از چه یافت — نه هامون نوشت و نه دریا شگافت

بخردی بخورد از بزرگان قفا — خدا دادش اندر بزرگی صفا

هر آن طفل کو جور آموزگار — نه بیند- جفا بیند از روزگار

پسر را نکو دار و راحت رسان — که چشمش خانه بدستِ کسان

هر آنکس که فرزند را غم نخورد — دگر کس غمش خورد و آواره کرد

نگهدار ز آمیزگارِ بدش — که بدبخت و بے ره کند چون خودش

پسر کو میانِ قلندر نشست — پدر گو ز خیرش فرو شوی دست

در لغزش مخور بر هلاک و تلف — که پیش از پدر مرده به نا خلف

یہ خصوصیتین جو گلستان اور بوستان مین ہمنے بتائی ہین زیادہ غور کرنے سے اور بہی بہت سی باتین ایسی نکل سکتی ہین جو ان کتابون کی مزید شہرت اور قبولیت کا باعث ہوئی ہین مگر ہم انہین پر اقتصار کرکے اب شیخ کی غزلیات پر نظر ڈالتے ہین

غزلیات شیخ

غزلیات کی ترتیب کا طریقہ جو فی زماننا فارسی اور اُردو دیوانون مین مروّج ہے اِس طریقے پر غالباً سب سے اول شیخ ہی کا دیوان مدوّن کیا گیا ہے کیونکہ شیخ سے پہلے کے بعض دیوان غزلیات مثل خاقانی وغیرہ اب تک مجموعۂ قصائد کی طرح غیر مرتب اور پراگندہ طور پر لکھے ہوئے ملتے ہین۔
علی بن احمد بےستون جامع کلیات شیخ نے اول ہر غزل کے مطلع کا حرف لیکر شیخ کے تمام دیوان بہ ترتیب حروف تہجی جمع کیے تھے۔آخر اِس ترتیب مین یہ قباحت نکلی کہ جس غزل کا مطلع معلوم نہو اُس کا دیوان مین ملنا دشوار تھا۔چنانچہ شیخ کی وفات کے بیالیس برس بعد اُسے دوبارہ شیخ کے سب دیوان موجودہ طریقے پر مرتب کیے اور پھر یہ ترتیب عموماً جاری ہوگئی۔
شیخ کی غزلیات کے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا چار دیوان ہین جن مین سب سے بڑا دیوان موسوم بہ طیبّات ہے۔باقی تین دیوان اِس سے چھوٹے ہین اگرچہ اِن مین بعض دیوان ابتدائے عمر کے اور بعض سن کہولت اور پیری کے زمانے کے ہین۔ مگر شیخ کا انداز بیان ابتدا ہی سے تغزل مین ایسا صاف اور سلیس ہے کہ چارون دیوانون مین باعتبار صفائی اور سلاست کے بہت کم تفاوت محسوس ہوتا ہے۔شاعر کے کلام مین ہمیشہ صفائی اور گھلاوٹ ایک مدّت کی مشق و مہارت کے بعد آتی ہے۔عنفوان شباب کا کلام ویسا صاف اور شستہ نہین ہوتا جیسا سن کہولت اور بڑھاپے کا ہوتا ہے مگر شیخ کا کلام اِس سے مستثنیٰ ہے ۔ البتہ طیبّات اور بدائع جو جوانی اور کہولت کے زمانے کے دیوان ہین اُن مین اور دیوانون کی

نسبت خیالات کی نزاکت اور زور بیان زیادہ پایا جاتا ہے۔

شیخ کے دیوان کو اکثر تذکرہ نویسون نے نمکدانِ شعرا لکھا ہے اگرچہ اِس سے پہلے انوری وخاقانی وظہیر وغیرہ کی غزلیات موجود تھین اور قدما کے قصائد مین بھی مثل متاخرین کے اکثر تشبیهون مین تغزل یعنی عاشقانہ اشعار ہوتے تھے۔ مگر اُسوقت غزل مین یہ لذت نہتی جو شیخ نے اپنی جادو بیانی سے پیدا کی پہلے شاعری کا مدار زیادہ تر قصیدے اور مثنوی پر تھا۔ بعضے دوبیتی (یعنی رباعی) اور قطعے کے سوا اور کچھہ نہ کہتے تھے۔

شیخ نے غزل کو ایسا رنگین اور بامزہ کر دیا کہ لوگ قصیدے اور مثنوی کو چھوڑ کر غزل پر ٹوٹ پڑے۔ غزل گویون کے نام یا تو انگلیون پر گنے جا سکتے تھے یا لاکھون سے متجاوز ہو گئے اسی واسطے بعض شعرا نے شیخ کو غزل کا پیمبر کہا ہے۔ مگر کلام کی نمکینی اور شیرینی محض وجدانی کیفیتین ہین جو بدون ذوقِ سلیم کے ہرگز معلوم نہین ہوسکتین بس صرف یہ کہدینا کہ اُس کا دیوان نمکدانِ شعرا ہے یا وہ غزل کا پیمبر ہے اُنہین کے لیے کافی ہے جو شعر کا پورا پورا مذاق رکھتے ہین اُن کے سوا اور لوگ جبتک کوئی صریح ما بہ الامتیاز شیخ اور قدما کی غزل مین بیان نہ کیا جائے یہ نہین سمجھہ سکتے کہ شیخ کی غزل کو کیا فوقیت ہے۔ لیکن وجدانیات مین فرق بتانا کچھہ آسان کام نہین ہے۔

مین نے شیخ اور انوری وخاقانی وظہیر کی غزلیات کو صرف اس غرض سے دیکھا کہ وہ تفاوت جو شیخ اور قدما کی غزلیات مین ہے صاف صاف معلوم ہو۔ مجھکو چند باتین شیخ کے دیوان مین ایسی ملی ہین جو قُدما کے کلام مین یا تو بالکل نہین یا بہت کم پائی جاتی ہین میرے

نزدیک یہی وہ خصوصیتیں ہین جنہون نے غزل کو نہایت بامزہ اور لطف انگیز اور مرغوب طبائع خاص وعام کردیا ہے -

۱- شیخ اکثر غزل کی بحر اور زمین ایسی اختیار کرتا ہے جو تغزل اور تغنی کے واسطے بہت مناسب ہوتی ہے - نظم مین سب سے بڑا کرشمہ جو کہ اکثر اُس کو نثر سے زیادہ دلفریب اور دلکش کردیتا ہے وزن اور قافیہ ہے - پس ظاہر ہے کہ شگفتہ زمین اور مضمون کے مناسب وزن اختیار کرنے سے نظم کی دلفریبی زیادہ ہوجائیگی - اسی لیے شیخ کی غزلیات ابتدا سے وجد وسماع کی مجلسون مین گائی جاتی تہین - علی بن احمد جامع کلیات شیخ جس نے شیخ سے ۴۲ برس بعد اسکا کلام جمع کیا - اپنا مشاہدہ لکہتا ہے کہ ایک جگہہ رات کو مجلس سماع منعقد تہی جسمین شیخ کی یہ غزل گائی گئی تہی ؎

نظر خدای بینان ز سر ہوا نباشد	سفر نیازمندان ز رہ خطا نباشد

مجلس کے خاص وعام جابجا بے ہوش اور از خود فراموش پڑے ستے اور مجلس کے برخاست ہونے کے بعد سب کا اس بات پر اتفاق تھا کہ مدت عمر مین ایسا سماع نہین دیکہا - مین لکہتا ہون کہ ایکبار مینے بھی ایک بزرگ کو جو سماع سے ہمیشہ پرہیز کرتے تہے شیخ کے ایک مطلع پر جو قوال نے بے فرامیر کے اُن کے سامنے گایا تہا دیکھا کہ اُن کا تمام بدن کانپنے لگا تھا اور آنکہون سے برابر آنسو جاری تہے اور یہ کیفیت اُنپر بہت دیر تک طاری رہی تہی وہ مطلع یہ تہا ؎

اے کہ آگاہ نۂ عالم درویشان را	تو چہ دانی کہ چہ سوداست ایشان را

۲- شیخ کی غزل کو اُس جبلی عشق ومحبت نے جو اُسکی بات بات سے ٹپکتی ہے اور بہی زیادہ چمکا دیا تھا - عرب اور عجم کے تمام شعرا جو عاشق مزاج ہوئے ہین ان کی تشبیب اور تغزل مین ایک

خاص حالت پائی جاتی ہے۔ جو اورون کے کلام مین نہین پائی جاتی۔ چنانچہ شیخ ایک جگہہ خود فرماتے ہین "آنکہ نشنیدست ہرگز بوئے عشق - گو بشیراز آؤ خاکِ ما ببوی"۔ یہی سبب ہے کہ وہ حسن و عشق وصل وجدائی - یاس وامید - صبر ومجبوری - وعدہ وانتظار اور دیگر لوازم عشق کی جو کیفیتین بیان کرتا ہے اُن مین بالکل تصنّع نہین پایا جاتا اور وہ سب ایسی باتین ہوتی ہین جو اُس عالم مین ہر شخص پر گزرتی ہین - اسی واسطے عشاق کے دل پر اُن کا زیادہ اثر ہوتا ہے ایسے اشعار سے شیخ کے چارون دیوان بھرے پڑے ہین - مگر چند شعر بطور نمونے کے یہان لکھے جاتے ہین ؎

مقدار یار ہمنفس چون من نداند ہیچکس	ماہی کہ در خشک اوفتد قیمت بداند آب را
ایکہ گفتی ہیچ مشکل چون فراقِ یار نیست	گر اُمیدِ وصل باشد آنچنان دشوار نیست
ہر کو بہمہ عمر ش سودائے گلے بودہ ست	داند کہ چرا بلبل دیوانہ ہمے باشد
دل دریا نم بتو مشغول ونگہ بر چپ و راست	تا ندانند رقیبان کہ تو منظورِ منی
دیگران چون بروند از نظر از دل بروند	تو چنان در دلِ من رفتہ کہ جان در بدنے
گفتہ بودم کہ رختت بر بندم	تا رہ بصرہ گیرم و بغداد
دست از دامنم نمے دارد	خاکِ شیراز و آبِ رُکنا باد
ہزار جہد بکردم کہ سرِ عشق بپوشم	نبود بر سر آتش میسّرم کہ بجوشم
بہ زخم خوردہ حکایت کنم ز دستِ جراحت	کہ تندرست ملامت کند چو من بخروشم
نفحاتِ صبح دانی زچہ روی دوست دارم	کہ بروی دوست ماند کہ برافگند نقابے

بروای گدای مسکین وورے دگر طلب کن
که ترا بار گفتی ونیامدت جوابے

شربت تلخ ازور و فراقت باید
تاکند لذت وصلِ تو فراموش مرا

بر عندلیب عاشق گر بشکنی قفس را
از ذوقِ اندرونش پرواے در نباشد

برقِ یمانی بجست بادِ بہاری بخاست
طاقت مجنون نماند خیمۂ لیلی کجاست

۴۴ - اکثر وہ ایسے شعر کہتا ہے جن سے مفہوم ہوتا ہے کہ کوئی خاص موقع ہے اور وہان جو حالت اُسنے آنکھون سے دیکھی ہے یا جو کیفیت اوس کے دل پر گذری ہے اُسکو بیان کر رہا ہے - اس قسم کے اشعار اکثر ایسے موقعون پر جہان اُسی طرح کی کیفیت پیش آتی ہے نہایت مزا دیتے ہین مثلاً ؎

ای روبہک چرا نشستی بجای خویش
باشیر پنجہ کردی و دیدی سزاے خویش

ساربان آہستہ ران کارام جان در محمل ست
اشتران را بار بر پشت ست و ما را بر دل ست

چه رویست اینکه پیش کاروان ست
مگر شمعے بدستِ ساربان ست

سلیمان ست گوئی در عماری
که بر بادِ صبا تختش روان ست

زردی کارِ من برقع برانداخت
بیکبار آنکه در برقع نہان ست

شتر پیشی گرفت از من برفتار
که بر من پیش ازان بارِ گران ست

بدارا ے ساربان محمل زمانے
که عہدِ وصل را آخر زمان ست

یا ربار افتادہ را در کاروان بگذاشتند
بیوفا یاران که بر بستند بار خویش را

ہر کرا در خاکِ غربت پاے در گل ماند ماند
گو دگر در خواب خوش بیند دیار خویش را

پیوند روح میکند این باد مشک بیز هنگام نوبت سحر ست ای ندیم خیز
شاہد بخوان و شمع بسوزان و گل بنہ عنبر بسای و عود بسوزان و گل بریز
خادمہ سرای را گو در حجرہ بند کن تا بہ سحر حضور ما رہ نبرد موسوے

۴ - وہ اکثر حالات و واردات کو جو اُسکے دل پر گذرتے ہین تمثیلات مین بیان کرکے کلام کو نہایت بلیغ اور بلند کر دیتا ہے - اِس قسم کی تمثیلات حکیم سنائی اور مولانا روم کے کلام مین بھی بہت پائی جاتی ہین - مثلاً ؎

بگنج شائگان افتادہ بودم ندانستم کہ در گنج اند ماران
اے برادر ما بگرداب اندر یم وانکہ شنعت میزند بر ساحل ست
رطب شیرین و دست از نخل کوتاہ زلال اندر میان و تشنہ محروم
اُستادِ کیمیا را بسیار زر بباید در خاک تیرہ کردن تا آنکہ زر بیاشد

۵ - شیخ کی غزل مین باوجود کمال سادگی اور صفائی کے اکثر ایک نزاکت اور چوچلا پایا جاتا ہے جس سے قدما کی غزل معرا معلوم ہوتی ہے وہ ایک سیدھی سی بات کو ہیر پھیر کر ایسے لطیف و خوشنما پیرایے مین ادا کر دیتا ہے جسکو دیکھکر حیرت ہوتی ہے - وہ سنگریزون کو ترتیب دیکر موتیون کی لڑی سے زیادہ خوشنما اور گران بہا بنا دیتا ہے - مثلاً ؎

بود ہمیشہ پیش از این رسم تو بیگنہ کشی از چہ مرا نمی کشی من چہ گناہ کردہ ام
خلق را بیدار باید بود ز آب چشم من وین عجب کان وقت میگریم کہ کس بیدار نیست
من ندانستم از اول کہ تو بیمہر و وفائی عہد نابستن از ان بہ کہ ببندی و نپائی

دوستان عیب کنندم کہ چرا دل بتو دادم	باید اوّل بتو گفتن کہ چنین خوب چرائی
گفتہ بودم چو بیائی غم دل باتو بگویم	چہ بگویم کہ غم از دل برود چون تو بیائی
من آن نیم کہ حلال از حرام نشناسم	شراب باتو حلال ست و آب بیتو حرام

اِس خاصیّت مین شیخ کی غزل سے جو نسبت قُدما کی غزل کو ہے اُسکا اندازہ شیخ کے چند اشعار کا مقابلہ قُدَما کے اشعار کے ساتھ کرنیسے ہوسکتا ہے۔ چنانچہ اِس مقام پر دو شعر خاقانی اور انوری کے اور اُن کے ہم مضمون اشعار شیخ کے دیوان سے نقل کیے جاتے ہین۔

انوری	سعدی
روی چون ماہِ آسمان داری قدّ چون سروِ بوستان داری	سرو را مانی ولیکن سرو را رفتار نیست ماہ را مانی ولیکن ماہ را گفتار نیست
ایضاً	**ایضاً**
ہمہ با من جفا کنند لیکن بجفا ہیچ از و نیازارم	قادری بر ہرچہ میخواہی بجز آزار من زانکہ گر شمشیر بر فرقم زنی آزار نیست
خاقانی	**ایضاً**
برخت چہ چشم دارم کہ نظر دریغ داری برہت چہ گوش دارم کہ خبر دریغ داری	ہمہ چشمیم تا برون آئی ہمہ گوشیم تا چہ فرمائی
ایضاً	**ایضاً**
شاد باش از حسن خود کز وصفِ تو سحر حلال	ہردم از شاخ زبانم میوۂ تر میرسد

بوستانہا رستہ زان تخمیکہ دردل کاشتی	طبع خاقانی بہ نظم آوردہ دیوان تازہ کرد

۶۔ سب سے بڑی بات جو شیخ اور قدما کی غزل مین مابہ الامتیاز ہے اور جس کے سبب سے اُس کے دیوان کو نمکدان شعر لکھا گیا ہے وہ یہ ہے کہ شیخ کی غزل کا مدار زیادہ تر مضامین مندرجہ ذیل پر ہے تصوف اور درویشی۔ عشق حقیقی کو عشق مجازی کے پیرائے مین ادا کرنا اور شاہد مطلق کے شیون اور صفات کو زلف وخال وخط ولب ودندان وغیرہ سے تعبیر کرنا۔ کاملین اور عرفا ومشائخ پر رند۔ بادہ خوار میفروش۔ پیر خرابات وغیرہ کے الفاظ اطلاق کرنے اور اُن کے حالات اور واردات کو شراب ونغمہ ودف وچنگ وغیرہ کے لباس مین ظاہر کرنا۔ سلوک اور فقیری کے مدارج مقامات یعنی صبر ورضا وتسلیم وتوکل وقناعت وغیرہ کو نئے نئے عنوان اور اسلوب سے بیان کرنا۔ محتسب وزاہد وفقیہہ اور ایسے لوگون پر جو مذہب کی رو سے محلّ ادب ہین طعن و تعریض کرنی اور غیر متشرّع اور آزاد لوگ جو از روے مذہب قابل توہین ومذمّت ہین اُنکی خوبی ظاہر کرنی۔ دنیا کی بے ثباتی اور انقلابات کو طرح طرح سے جتانا۔ ناصحون کی نصیحت سے نفرت اور رسوائی وبدنامی کی رغبت ظاہر کرنی۔ عقل ودانش کی جابجا توہین اور عشق مجازی کو عشق حقیقی کا زینہ قرار دیکر اُسکی تعریف کرنی۔ ساقی ومطرب کو بار بار پکارنا اور اُن سے شراب ونغمے کا اسلیے طلبگار ہونا کہ دنیا کے تعلقات سے انقطاع میسّر آسکے۔ باد صبا اور نسیم سحری اور بوی گل کو اکثر مخاطب کرنا اور اُن کو قاصد وپیغامبر ٹہیرا کر اپنی آرزوئین اور مرادین اور حسرتین اُن سے بیان کرنی وغیرہ وغیرہ یہ تمام عنوان ہر شخص کو مرغوب ہوتے ہین مثلاً عشق حقیقی کی واردات اور کیفیات عشق مجازی کے پیرائے مین بیان کرنی اور زلف وخال

وخط سے شاہد مطلق کے شیون اور صفات مراد لینی زیادہ دلکش اور موثر ہین بہ نسبت
اسکے کہ کھلی سورٹھہ گائی جائے۔ یعنی عشق حقیقی کو صاف صاف اس طرح بیان کیا جائے
جیسے اکثر اونی درجے کے شاعر یا موزون طبع مولوی اور واعظ نظم مین توحید و مناجات وغیرہ
لکھا کرتے ہین۔ حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہین ؎

خوشتر آن باشد کہ سر دلبران	گفتہ آید در حدیث دیگران

اسی طرح واعظ۔ زاہد۔ شیخ۔ قاضی۔ صوفی۔ محتسب۔ اور ایسے اشخاص کو جنکی مذہب
مین تعظیم کی جاتی ہے۔ ریاکاری اور مکر اور سالوس وغیرہ کے بہانے سے لتاڑنا اور رند
اوباش اور حسن پرست و بادہ خوار لوگون کو اُن کی صاف باطنی۔ آزادی اور بے ریائی کی
وجہ سے تعریف کرنی بہ نسبت اسکے کہ رندون کو ملامت کی جائے اور متشرع لوگون کی تعریف
کی جائے زیادہ مزیدار ہے اور زیادہ توجہ سے سنا جاتا ہے۔

اگرچہ اِن مین سے بعض عنوان جستہ جستہ قدما کی غزل مین بھی پائے جاتے ہین لیکن
شیخ کے ہان اول تو کثرت سے ہین اور دوسرے اُس کے حسن بیان نے اُن کو بہت بامزہ
اور لطف انگیز کر دیا ہے۔ شیخ کے بعد اول حضرت امیر خسرو اور میر حسن دہلوی نے اِس خصوصیت
مین شیخ کا تتبع کیا ہے کیونکہ شیخ نے اپنے چارون دیوان جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے۔
ملتان مین خان شہید کے پاس جس کے ہان امیر خسرو نوکر تھے اپنی زندگی ہی مین بھیجدیے
تھے۔ اسوقت حضرت امیر کی عمر تیس برس سے بھی کچھہ کم تھی اور شاعری مین ترقی کرنے
کے لیے اُن کے آگے ایک وسیع میدان موجود تہا۔ وہ اگرچہ اور اصنافِ سخن

مین جیسا کہ مثنوی نہ سپہر[۱] مین لکھتے ہین اپنے تئین شیخ سے بہتر سمجھتے تھے مگر شیخ کی غزل کو وہ بھی مانتے تھے - چنانچہ ایک جگہہ فرماتے ہین ؎

"خسرو سرمست اندر ساغر معنی بریخت	شیرہ از خمخانۂ مستی کہ در شیراز بود"

نیز جس طرح شیخ نے بچپن کے زمانے کی غزلون کا نام غزلیات قدیم اور جوانی اور کہولت کی غزلیات کا نام طیبات اور بدائع اور آخر عمر کی غزلیات کا نام خواتیم رکھا ہے اسی طرح حضرت امیر نے بھی عمر کے چار زمانون کے موافق چار دیوان مرتب کیے ہین - تحفۃ الصغر - وسط الحیوٰۃ غرۃ الکمال - بقیہ نقیہ - ان تینون کے سوا حضرت امیر کی غزلیات سے بھی صاف پایا جاتا ہے کہ وہ سعدی کے تتبع سے خالی نہ تھے - امیر خسرو کے بعد خواجہ حافظ شیرازی نے بھی غزل کی بنیاد زیادہ ترانہین خیالات پر رکھی ہے جن کو سب سے اول شیخ نے چمکایا تھا مگر ان مین بعض مضامین کو خواجہ حافظ نے ایسی رونق دی ہے کہ وہ انہین کا حصہ ہوگئے ہین - جیسے تصوف شراب - اہل ظاہر پر خردہ گیری دنیا کی بے ثباتی - عقل و تدبیر کی توہین - عشق و جوانی کی ترغیب وغیرہ وغیرہ -

[۱] نہ سپہر کے اشعار یہ ہین ؎

کس نہ بیند رسو نظم دلگیر	کہ نگردد بدے منزل گیر
چون نماند بہ دل سے خلقے یاد	گرچہ شد زادہ ہمان دان کہ نزاد
تا بجائے کہ حد پارسیان	اندرین عہد دو تن گشت عیان
زان یکے سعدی و ثانیش ہمام	ہر دو را در غزل آئین تمام
لیک اگر سوے وگر یا زے ہست	شعر شان ہست بدان گونہ کہ ہست

اب ہم کچھ غزلیں اور اشعار شیخ کے دیوان میں سے ایسے نقل کرتے ہیں جن میں مضامین مذکورہ بالا زیادہ تر باندھے گئے ہیں ۵

برخیز تا یکسو نہیم این دلق ازرق فام را | بر باد قلاشی دہیم این شرک تقوی نام را
مے با جوانان خوردنم خاطر تمنا میکند | تا کودکان در پے فتند این پیر درد آشام را
زین تنگنای خلوتم خاطر بصحرا مے کشد | کز بوستان باد سحر خوش میدہد پیغام را
غافل مباش ار عاقلی دریاب گر صاحبدلی | باشد کہ نتوان یافتن دیگر چنین ایام را
جائیکہ سرو بوستان باپاے چوبین میرود | ما نیز در رقص آوریم آن سرو سیم اندام را

وقت طرب خوش یافتیم آن دلبر طناز را | ساقی بیار آن جام مے مطرب بساز آن ساز را
امشب کہ بزم عارفان از شمع رویت روشنست | آہستہ تا نبود خبر رندان شاہد باز را
روی خوش و آواز خوش دارند ہر یک لذتے | بنگر کہ لذت چون بود محبوب خوش آواز را
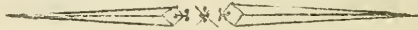
جان ندارد ہر کہ جانانیش نیست | تنگ عیش ست آنکہ بستانیش نیست
گر دلے داری بدلدارے سپار | ضائع آن کشور کہ سلطانیش نیست
ماجرائے عقل پرسیدم ز عشق | گفت معزول ست و فرمانیش نیست
درد عشق از تندرستی خوشترست | گرچہ غیر از صبر درمانیش نیست

چنان بموی تو آشفته‌ام ببوی مست — که نیستم خبر از هرچه در دو عالم هست

دگر بروی کسم دیده بر نمی باشد — خلیل من همه بتهای آزری بشکست

غلام همت آنم که پای بند یکیست — بجانبی متعلق شد از هزار برست

نگاه من بتو و دیگران بتو مشغول — معاشران ز می و عارفان ز ساقی مست

برادران و عزیزان نصیحتم نکنید — که اختیار من از دست رفت و تیر از شست

خوشتر از دوران عشق ایام نیست — بامداد عاشقان را شام نیست

مطربان رفتند و صوفی در سماع — عشق را آغاز هست انجام نیست

از هزاران در یکی گیرد سماع — زانکه هر کس محرم پیغام نیست

هر کسی را نام معشوقی که هست — میبرد معشوق ما را نام نیست

باد صبح و خاک شیراز آتشی ست — هر که او در وی گرفت آرام نیست

سعدیا چون بت شکستی خود مباش — خود پرستی کمتر از اصنام نیست

دلی که عاشق و صابر بود مگر سنگست — ز عشق تا به صبوری هزار فرسنگست
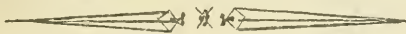
برادران طریقت نصیحتم مکنید — که توبه در ره عشق آبگینه و سنگست

دگر به خفیه نمی بایدم شراب و سماع — که نیک نامی در دین عاشقان ننگست

چه تربیت شنوم یا چه مصلحت بینم — مرا که چشم بساقی و گوش بر چنگست

بخشم رفتهٔ ما را که میبرد پیغام — بیا که ما سپر انداختیم گر جنگست
بیادگار کسی دامنِ نسیم صباح — گرفته ایم وچه حاصل که باد در چنگست
بکش چنانکه تو دانی که بی مشاهده است — فراخنای جهان بر وجودِ ما تنگست
ملامت از دلِ سعدی فرو نشوید عشق — سیاهی از حبشی چون رود که خود رنگست

دوش بی روی تو آتش بسرم بر میشد — آبم از دیده همیرفت و زمین تر میشد
تا به افسوس بپایان نرود عمرِ عزیز — همه شب ذکر تو میرفت و مکرّر میشد
چشمِ مجنون چو بخفتی همه لیلی دیدی — مدعی بود گرش خواب میسّر میشد
یارب آن صبح کجا رفت که شبهای دگر — نفسی میزد و آفاق منوّر میشد
سعدیا عقدِ ثریا مگر امشب بگسیخت — ورنه هر شب ز گریبان سحر بر میشد

منقلب درونِ جامهٔ ناز — چه خبر دارد از شبانِ دراز
جهد کردم که دل بکس ندهم — چه توان کرد با دو دیدهٔ باز
محتسب در قفای رندان ست — غافل از صوفیانِ شاهد باز
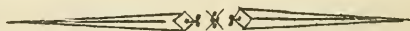
از تو با مصلحتِ خویش نمی پردازم — همچو پروانه که میسوزم و در پروازم
گر تو خواهی که بجوئی دلم امروز بجوی — ورنه بسیار بجوئی و نیابی بازم

من خراباتی و دیوانه ام و عاشق و بس
بیشتر زین چه حکایت بکند غمازم

ماجرای دل دیوانه بگفتم بطبیب
از همه شب و ز چشم ست بفکرت بازم

گفت زین نوع شکایت که تو داری سعدی
درد عشق ست ندانم که چه درمان سازم

برخیز تا طریق تکلف رها کنیم
دکان معرفت بدو جو پر بها کنیم

گر دیگر آن نگار قبا پوش بگذرد
ما نیز جامهای تصوف قبا کنیم

ساقیا می ده که ما دردی کش میخانه ایم
با خرابات آشنا و از خرد بیگانه ایم

خویشتن سوزیم و جان بر سر نهاده شمع وار
هر کجا در مجلسی شمعی ست ما پروانه ایم

اهل دانش را درین گفتار با ما کار نیست
عاقلان را کی زبان دارد که ما دیوانه ایم

خلق میگویند جاه و فضل در فرزانگیست
گو مباش اینها که ما رندان نافرزانه ایم

عیب تست ار چشم گوهر بین نداری ورنه ما
هر یک اندر بحر معنی گوهر یکدانه ایم

دو چشم مست میگونش ببرد آرام هشیاران
دو خواب آلوده بربودند عقل از دست بیداران

نصیحت گوی را از من بگو ای خواجه دم درکش
که سیل از سر گذشت آنرا که میترسانی از باران

چه بو لیست آنکه عقل از من ببرد و صبر و هشیاری
ندانم باغ فردوس ست دیا بازار عطاران

تو با این مردم کوته نظر در چاه کنعانی
بمصر آ تا پدید آیند یوسف را خریداران

اے کہ زدیدہ غائبی دردل ما نشستۂ
حسنِ تو جلوہ میکند دین ہمہ پردہ بستۂ

خاطرِ عام بردۂ خونِ خواص خوردۂ
ما ہمہ صید کردۂ خود ز کمند جستۂ

مے بر زند ز مشرق شمع فلک زبانہ
اے ساقیِ صبوحی دردہ می شبانہ

عقلم بدزد لختے چند اختیار دانش
ہوشم بر ز ماسنے تا کے غم زمانہ

صوفی چگونہ گردد گردِ شراب صافی
کنجشک را نہ گنجد عنقا در آشیانہ

آن کوزہ بر کفم نہ کاب حیات دارد
ہم طعمِ نار دارد ہم رنگِ ناردانہ

گرمی بجان وہندت بستان کہ پیش دانا
ز آبِ حیات خوشتر خاکِ شرابخانہ

ہر روز بادے بردازبوستان گلے
مجروح میکند دل مسکین بلبلے

روئیست ماہ پیکر وموئیست مشکبوی
ہر لالۂ کہ میدمد از خاک وسنبلے

بالای خاک ہیچ عمارت نکردہ اند
کز وے بدیر زود نباشد تحوّلے

مکروہ طلعتے ست جہانِ فریبناک
بربادداد کردہ بہ شوخی تجمّلے

وے بوستان وخرّم صحرا و لالہ زار
وز بانگِ مرغ در چمن افتادہ غلغلے

دامِ ورزِ خارہای مغیلان کشیدہ تیغ
گوئی کہ خود نبود درین بوستان گلے
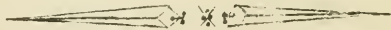
دنیا پلے ست رہگذر دارِ آخرت
اہل تمیز خانہ نگیرند بر پلے

ایکه آگاه نه عالم درویشان را ‌‌‌‌ ‌ تو چه دانی که چه سودا بسرست ایشان را

گنج آزادگی و گنج قناعت ملکی ست ‌ ‌ که بشمشیر میسّر نشود سلطان را

طلب منصب فانی نکند صاحب عقل ‌ ‌ عاقل آنست که اندیشه کند پایان را

جمع کردند و نهادند و بحسرت رفتند ‌ ‌ وین چه دارد که بحسرت نگذارد آن را

در ازل بود که پیمان محبّت بستند ‌ ‌ نشکند مرد اگرش سر برود پیمان را

عاشقی سوخته‌ئی بی سر و سامان دیدم ‌ ‌ گفتم ای یار مکن در سر فکرت جان را

نفسی سر برآورد و ضعیف از سر زد ‌ ‌ گفت بگذار من بی سر و بی سامان را

پند دلبند تو در گوش من آید هیهات ‌ ‌ منکه بر درد حریصم چه کنم درمان را

سعدیا عمر عزیزست بغفلت مگذار ‌ ‌ وقت فرصت نشود فوت مگر نادان را
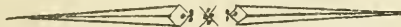
لاابالی چه کند دفتر دانائی را ‌ ‌ طاقت وعظ نباشد سر سودائی را

دیده را فائده آنست که دلبر بیند ‌ ‌ ور نه بیند چه بود فائده بینائی را

همه دانند که من سبزهٔ خط دارم دوست ‌ ‌ نه چو دیگر حیوان سبزهٔ صحرائی را

سعدیا نوبتی امشب دهل صبح نکوفت ‌ ‌ یا مگر صبح نباشد شب تنهائی را
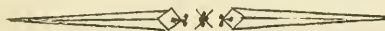
شبی و شمعی و گوینده و زیبائی ‌ ‌ ندارم از همه عالم جز این تمنائی

فرشته رشک برد بر جمال مجلس من ‌ ‌ گر التفات کند چون تو مجلس آرائی

ضرورتست بلا دیدن و جفا بردن	ز دستِ آنکہ ندارد بحسن ہمسائے
قیامت ست کہ در روزگار بازخاست	براستی کہ بلائیست آن نہ بالائے
دگر چہ بینی اگر رواز و بگردانی	کہ نیست خوشتر ازو در جہان تماشائے
وگر کنی نظر از دور کن کہ نزدیکست	کہ سر ببازی اگر پیشتر نہی پائے
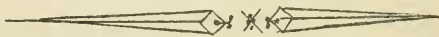
عالم کہ عارفان را گوید نظر بدوزند	گر یار ما ببیند صاحب نظر بباشد
زیرا کہ بادشاہے چون بقعۂ بگیرد	بنیادِ حکم اوّل زیر و زبر بباشد
دیوانہ را کہ گوی ہشیار باش و عاقل	ترسم کہ از نصیحت دیوانہ تر بباشد
ساقی بیار جامے مطرب بگوی چیزی	لب بر دہانِ نے نہ تا نیشکر بباشد

ببوئے زلف تو با باد عیش ہا دارم	اگرچہ عیب کنندم کہ باد پیمائیست
ترا ملامتِ سعدی حلال کیے باشد	کہ بر کناری و او درمیان دریائیست

الغرض شیخ سے پہلے تغزل کا میلان زیادہ تر عشق مجازی کی طرف تھا اور عشق مجازی کے متعلق بھی صرف وہ بیرونی اور ظاہری حالتین بیان کی جاتی تھین جو عام عشقبازون کی زبان پر جاری ہوتی ہین - شیخ نے اپنی غزل مین ایسی باتین کم لکھی ہین بلکہ وہ اکثر عشق و محبت کے پوشیدہ اسرار و غوامض اور عمیق کیفیات اور اندرونی حالات بیان کرتا ہے جو وابستگی کے زمانے مین ہر انسان پر گذرتے ہین لیکن ہر شخص ان کو بیان نہین کرسکتا بلکہ یہ

بھی نہین سمجھ سکتا کہ مجھہ پر کیا گذر رہا ہے - مثلاً یہ بات عشقبازون اور بوالہوسون کے زبان زد ہوتی ہے کہ معشوق کی جدائی ایسی سخت چیز ہے جو کسی طرح اور کسی حالت مین برداشت نہین کیجا سکتی لیکن یہ بات عام نظرون سے مخفی ہوتی ہے کہ وصل کی امید پر جدائی بسر کرنی ایسی مشکل نہین ہے جیسی خیال کیجاتی ہے جیسا کہ شیخ کہتا ہے ؎

اے کہ گفتی ہیچ مشکل چون فراق یار نیست	گر امید وصل باشد آنچنان دشوار نیست

یا مثلاً جو لوگ کسی کے عشق مین مبتلا ہین اور باوجود کمال اشتیاق کے وصل سے بہرہ مند نہین ہوتے وہ عموماً عشق و محبت کی قید سے آزاد ہونے کی آرزوئین کیا کرتے ہین اور اوس موقع کو یاد کر کے پچتاتے ہین جبکہ وابستگی کے سامان اونہون نے خود مہیّا کیے تھے اور بار بار صورت دیکھنے یا باتین سننے یا ربط بڑہانے سے ایک افسردہ چنگاری کو زیادہ افروختہ کیا تھا لیکن اُنکو یہ شعور بہت کم ہوتا ہے کہ اِس جلن اور سوزش مین کسقدر لذّت چھپی ہوئی ہے اور یہ کہ اگر بالفرض ترک عشق و محبّت پر اونکو اختیار دیدیا جائے تو وہ ہرگز اس دلبند قید سے چھوٹنا گوارا نہین کر سکتے جیسا کہ شیخ نے کہا ہے ؎

بر عندلیب عاشق گر بشکنی قفس را	از ذوقِ اندرونش پروائے در نباشد

یا مثلاً عشاق کا عام خیال یہ ہے کہ معشوق کے دیکھنے سے کبھی جی سیر نہین ہوتا اور جبتک وہ سامنے رہتا ہے عاشق اوسکے دیکھنے سے باز نہین رہ سکتا مگر یہ بات بہت کم خیال مین گذرتی ہے کہ عُشاق کو بسا اوقات ایسے مواقع بھی پیش آتے ہین کہ باوجود کمال اشتیاق کے معشوق کی طرف آنکھہ اوٹھا کر نہین دیکھتے جیسا کہ شیخ کہتا ہے ؎

دل و جانم بتو مشغول ونگہ برچپ و راست	تا نداننند رقیبان کہ تو منظور منی

یا مثلاً عشاق کا عام خیال یہ ہے کہ دوست سے جب مدت کے بعد ملاقات ہوتی ہے تو وہ شکوہ شکایت اور جدائی کی مصیبتین بیان کرنے کا موقع ہوتا ہے مگر اس واقعی کیفیت سے بیخبر ہوتے ہین کہ جب دوست سے ملاقات ہوتی ہے تو اوسکے ملنے کی خوشی مین اکثر تمام شکوے اور جدائی کے صدمے یک قلم فراموش ہوجاتے ہین چنانچہ شیخ نے اِس مضمون کو یون بیان کیا ہے ؎

گفتہ بودم چو بیائی غم دل باتو بگویم	چہ بگویم کہ غم از دل برود چونتو بیائی

غرضکہ ایسے گہرے خیالات سے قدما کی غزل بالکل معرا تھی - اوّل شیخ ہی نے اِن مضامین کی بنیاد ڈالی ہے - تصوّف و درویشی وغیرہ کے مضامین نے غزل مین اور بہی زیادہ لذت اور نمک اور درد بھر دیا - جن اصول پر شیخ نے غزل کی بنیاد رکہی تہی اوسکے بعد اکثر متغزلین نے وہی اصول اختیار کیے کیونکہ اوسکے بغیر غزل کا سرسبز ہونا نہایت دشوار تھا اور اِس طرح رفتہ رفتہ تمام ایران اور ترکستان اور ہندوستان مین ایک آگ سی لگ گئی - ہر موزون طبع نے غزل کہنی اختیار کی اور غزل گویون کی تعداد حساب اور شمار سے زیادہ بڑہگئی - ازانجملہ بعض اکابر کی غزل نے شیخ سے بھی زیادہ شہرت اور رواج پایا - علی الخصوص خواجہ حافظ شیرازی کی غزل نے اپنا وہ سکہ جمایا کہ مذکورہ بالا ملکون مین جو لوگ شعر کا مذاق رکھتے تھے یا فقر و درویشی کی چاشنی سے باخبر تہے یا راگ راگنی سے آشنا تہے یا شراب و کباب کا چسکا رکھتے تہے یا عاشق مزاج اور عیش دوست تہے سب جان و دل سے اوسپر قربان ہوگیے - رقص و سرود کی محفلون مین

حال وقال کی مجلسون مین - قہوہ خانون اور شراب خانون مین - شعرا کی صحبتون مین مشائخ کے حلقون مین درودیوار سے لسان الغیب ہی کی آواز آنے لگی -

اس مین کچھہ شک نہین کہ شیخ کی غزل نے فارسی شاعری مین ایک خاص قسم کی وسعت پیدا کی جسکے سبب سے قدرتی جذبات کا ایک طویل الذیل باب یعنی عشق ومحبت کے مضامین نہایت آب ورنگ کے ساتھہ بیان کیے گیے - مگر اسمین بھی کچھہ شبہ نہین کہ اس بادۂ ہوش ربا یعنی غزل سے سوسائٹی کے اخلاق - خیالات - اور معاشرت پر کچھہ اچھے ثمرے مترتب نہوئے شعر کو خواہ وہ عاشقانہ ہو اور خواہ اخلاقی ایک پوشیدہ تعلق اخلاق کے ساتھہ ہوتا ہے اور جو اشعار کسی قوم مین زیادہ شایع ہو جاتے ہین اور مجالس ومحافل مین ہمیشہ پڑہے اور گائے جاتے ہین وہ اندر ہی اندر تمام جماعت پر اپنا اثر اس طرح کرتے ہین کہ جماعت کو اصلا شعور نہین ہوتا اور جسقدر شعر مین نمک اور حسن زیادہ ہوتا ہے اوسیقدر اوسکی تاثیر جلد اور پایدار ہوتی ہے شیخ سعدی - خواجہ حافظ - امیر خسرو - میر حسن سنجری - مولانا جامی وغیرہم کی غزلین جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ممالک اسلامیہ کے ایک بڑے حصّہ مین عمومًا پڑہی اور گائی جاتی ہین -

اگرچہ ان بزرگوارون کا کلام زیادہ تر حقائق اور معارف اور سلوک اور تصوف پر مبنی ہے - لیکن اوس مین مجاز وحقیقت کے دونون پہلو موجود ہین - جس طرح اوس سے ایک صوفی خدا پرست روحانی کیفیت اوٹھاتا ہے اسی طرح ایک بوالہوس صورت پرست کے نفسانی جذبات اوسکے سننے اور پڑہنے سے برانگیختہ ہوتے ہین - سب سے زیادہ خواجہ حافظ کی غزل مجالس ومحافل مین گائی جاتی ہے اور اوس کے مضامین سے اکثر لوگ واقف ہین - وہ ہمیشہ

سامعین کو چند باتون کی ترغیب دیتی ہے - عشق حقیقی کے ساتھ ہی عشق مجازی اور صورت
پرستی و کام جوئی کو بھی وہ دین و دنیا کی نعمتون اور فضیلتون سے افضل بتاتی ہے مال و دولت
علم و ہنر - نماز و روزہ - حج و زکوٰۃ - زہد و تقویٰ غرضکہ کسی شے کو نظر بازی و شاہد پرستی کے
برابر نہین ٹھیراتی - وہ عقل و تدبیر - مآل اندیشی - تمکین و وقار - ننگ و ناموس جاہ و منصب
وغیرہ کی ہمیشہ مذمت کرتی ہے - اور آوارگی - رسوائی - بدنامی - بدمستی بے سر و سامانی
وغیرہ کو جو کہ عشق کی بدولت حاصل ہو تمام حالتون سے بہتر ظاہر کرتی ہے دولتِ دنیا پر
لات مارنا - عقل و تدبیر سے کبھی کام نہ لینا توکل و قناعت کے نشے مین اپنی ہستی کو مٹانا اور
جوہر انسانیت کو خاک مین ملا دینا - دنیا و مافیہا کے زوال و فنا کا ہر وقت تصور باندھے رکھنا
علم و حکمت کو لغو و پوچ اور حجابِ اکبر جاننا - حقائق اشیا مین کبھی غور و فکر نہ کرنا - کفایت
شعاری اور انتظام کا ہمیشہ دشمن رہنا - جو کچھ ہاتھ لگے اوسکو فوراً رائگان کھو دینا اور اسیطرح
کی اور بہت سی باتین اوس سے مستفاد ہوتی ہین - ظاہر ہے کہ یہ تمام مضامین ایسے ہین جو
ہمیشہ بے فکرون اور نوجوانون کو بالطبع مرغوب ہوتے ہین اور کلام کا سادہ اور عام فہم ہونا اور
شاعر کی فصاحت و بلاغت اور مطرب و رقاصہ کی خوش آوازی اور حسن و جمال اور مزامیر
کی سے اونکو لے اڑتی ہے اور اُن کی تاثیر کو دس بیس گنا کر دیتی ہے اور جب باوجود اِن سب
باتون کے سامعین کو یہ بھی اعتقاد ہوتا ہے کہ اس کلام کے قائل اکابر صوفیہ اور مشایخ
کرام ہین جنکی تمام عمر حقائق اور معارف کے بیان کرنے مین گذری ہے اور جس کا شعر شریعت
کا لبِ لُباب اور طریقت کا رہنما اور عالم لاہوت کی آواز ہے تو یہ مضامین اور بھی دلنشین

زیادہ ہوتے ہین - پس ممکن نہین کہ شیخ اور اوسکے متبعین کی غزل نے سوسائٹی کو اکو اپنے جادو سے اچھوتا چھوڑا ہو - اور جب ہم مسلمانون کے اخلاق اور معاشرت پر نظر ڈالتے ہین تو اون کو اکثر اُن صفات سے موصوف پاتے ہین جنکی اس مجموعۂ غزلیات سے ترغیب ہوتی ہے - عشق بازی - حسن پرستی اون کے ساتھہ اسقدر مخصوص ہے کہ نہ صرف دولتمند بلکہ اکثر فاقہ مست بھی اس کا چسکا رکھتے ہین - اور نہ صرف نوجوان بلکہ معمر لوگ بھی اوس کا دم بھرتے ہین - فضول خرچی - ناعاقبت اندیشی - عقل و تدبیر سے کچھہ کام نہ لینا - توکل اور قناعت کے دھوکے مین معاش کی کچھہ فکر نہ کرنی - غیر قومون کی ترقی کا ذکر سنکر دنیا و مافیہا کو ہیچ و پوچ بتانا - عقل انسانی کو حقائق اشیا کے ادراک سے عاجز جاننا اور موجودہ علمی ترقیات کو سراسر ایک دھوکا سمجھنا وغیرہ وغیرہ ہماری قوم کی عام خاصیتین ہین جو ہمارے ہر طبقے اور ہر درجے کے لوگون مین کم و بیش پائی جاتی ہین - اگرچہ یہ بات کہنی مشکل ہے کہ ہم لوگون مین یہ خاصیتین اسی شعر و غزل کی بدولت پیدا ہوئی ہین - شاید اسکے اصلی اسباب کچھہ اور ہون لیکن اسمین شک نہین کہ عاشقانہ اور متصوفانہ اشعار نے اس حالت کی ترقی دینے مین بہت کچھہ مدد پہنچائی ہے -

سیٹون صاحب نے جو کلکتہ ریویو مورخہ جون ۱۸۶۶ع مین خواجہ حافظ کا حال لکھا ہے اوسمین ایک عجیب حکایت لکھی ہے جسکا نقل کرنا اس مقام پر شاید بے موقع نہوگا وہ لکھتے ہین کہ سعدی جو کہ حافظ کا چچا ہے ایک روز وہ اور حافظ کسی جگہہ بیٹھے تھے اور سعدی غزل لکھہ رہا تھا جس کا پہلا مصرعہ حافظ کی بھی نظر پڑ گیا - اتفاقاً اوسیوقت سعدی

کسی کام کے لیئے وہان سے اوٹھہ گیا اور اپنی غزل کا کاغذ ساتھہ لے گیا - حافظ نے اوس
مصرعہ پر دوسرا مصرعہ لگا کر اور پوری بیت ایک پرچے پر لکھکر وہان چھوڑ دی - اور آپ
چلدیا - شیخ نے پھر وہان آکر حافظ کو نپایا مگر وہ شعر لکھا ہوا دیکھا جسین سعدی پر کچھہ چوٹ
کی تھی - سعدی اس بات سے ناخوش ہوا اور حافظ کو بلا کر پوچھا کہ یہ شعر تو نے لکھا ہے
اوس نے کہا ہان - شیخ نے اوس سے ساری غزل پوری کرائی اور جب وہ غزل سُنی تو
اوسکو بددعا دی کہ جو شخص تیری غزل پڑہے گا وہ عقل سے بیگانہ رہیگا" اس کے بعد صاحب
موصوف سلکھتے ہین کہ قسطنطنیہ کے اکثر شیعی مسلمان اسبات کا یقین رکھتے ہین کہ بیشک
سعدی کی بد دعا حافظ کے حق مین مستجاب ہوئی - کیونکہ اوسکے ہر ایک شعر مین یہ تاثیر
پائی جاتی ہے - اسکے بعد وہ لکھتے ہین کہ "حکایت صحیح ہویا نہو مگر یہ خیال بالکل غلط ہے
کہ حافظ کی غزل سے دیوانگی اور وحشت پیدا ہوتی ہے" مین کہتا ہون کہ یہ خیال تو شاید
غلط نہو مگر یہ حکایت قطعی غلط ہے کیونکہ شیخ اور خواجہ کی وفات مین پورا ایک صدی کا
آگا پیچھا ہے قسطنطنیہ کے شیعون کا خیال میرے نزدیک اِس اعتبار سے صحیح ہے کہ
خواجہ حافظ کی غزل کی مُمارست اور مزاولت سے بیشک ابرار و احرار کے دلون مین دنیا
کی بے ثباتی اور توکل و استغنا و قناعت کا نہایت پختہ خیال پیدا ہوتا ہے - اور
اوباش و الواط کو بیفکری - ناعاقبت اندیشی - عشقبازی - بدنامی و رسوائی کی ترغیب
ہوتی ہے اور قوم کی موجودہ حالت کے لحاظ سے پہلی تاثیر بھی ویسی ہی خانہ برانداز اور
خانمان سوز ہے جیسی دوسری - ہر زمانے کا جدا جدا اقتضا ہوتا ہے - جب دولتمند اور

ذی اقتدار لوگ دنیا طلبی اور حب جاہ مین سراسر منہمک اور مستغرق ہو جاتے ہین اور
جسمانی خوشیون مین محو ہوکر روحانی مسرتون کو بالکل فراموش کر دیتے ہین اور عقل و شریعت
کے احکام معطل ہونے کے قریب جا پہونچتے ہین اوسوقت البتہ یہ امید ہو سکتی ہے کہ
ایسی ترغیبون سے کوئی عمدہ نتیجہ پیدا ہو۔ لیکن ایسی حالت مین جبکہ تمام قوم کم ہمت اور
پست حوصلہ ہوگئی ہو اور الوالعزمی کا تخم اونکی طبیعت مین جل گیا ہو۔ اور جبکہ تمام دنیا کی
قومین ترقی کی طرف متوجہ ہون اوسوقت دنیا سے اونکا دل سرد کرنا اور قناعت اور توکل
کا اونکو سبق پڑہانا بالکل ایسا ہی ہے جیسے ٹمٹماتے ہوئے چراغ مین بجائے تیل ڈالنے
کے زور سے پہونک مارکر اوسکو گل کر دینا۔ پس ممکن ہے کہ شیخ اور اوسکے متبعین کی
غزل نے اوس زمانے مین جبکہ مسلمانون کے دماغ مین نشۂ جاہ دنیوی عروج پر تہا
کچہہ مفید نتائج پیدا کیے ہون لیکن اس زمانے مین میرے نزدیک اس سے ضرر کا
اندیشہ ہے۔

اس سے یہ نہ سمجہنا چاہیے کہ شیخ اور حافظ کی غزل پر کچہہ اعتراض کرنا مقصود
ہے بلکہ اس سے اونکی کمال سحر بیانی اور سیف زبانی ثابت ہوتی ہے۔ شاعر کا کمال
یہی ہے کہ جو کچہہ وہ کہے لوگ اوس سے متاثر ہون نہ یہ کہ اوس سے کبہی مضر نتائج پیدا
نہ ہونے پائین۔ باروت نے باوجودیکہ بنی آدم کی ہزارون جانین تلف کی ہین اور شراب
نے بیشمار آدمیون کو اخلاقی اور جسمانی مضرتین پہونچائی ہین با اینہمہ انکے موجدون کی دانشمندی
کا تمام دنیا اعتراف کرتی ہے اور کریگی۔

قصائد وغیرہ

اِس مجموعے مین شیخ کے مدحیہ قصیدے - مرثیے - ترجیع بند ملمع اور مثلث جمع کیے گئے ہین - یہ مجموعہ غزلیات کی نسبت بہت تھوڑا ہے - شیخ نے قصیدے مین کچھ زیادہ نام اور شہرت حاصل نہین کی - یا تو اوسکی طبیعت ہی کو قصیدہ گوئی اور مدح سرائی کی گون نہ تہی - اور یا اوس سنے مدح وستایش سکے طریقہ مروجہ کو مکروہ سمجھ کر اختیار نہین کیا مگر چونکہ اوس زمانے کے دستور کے موافق ایک ایسے نامور شاعر کو جیسا کہ شیخ تہا کچھ کچھ قصیدے کے نام سے لکہنا ضرور تہا اِس لیے اُسنے کسیقدر قصائد لکہے ہین جو کہ سپلے قصیدہ گویون کی طرز سے بالکل مغایر ہین -

شیخ سے پہلے جو حالت قصیدہ گوئی اور مدّاحی کی مسلمانون مین تہی اوسکی تفصیل کرنیکا یہان محل نہین مگر مختصر یہ ہے کہ منصور بن مہدی عباسی خلیفہ بغداد کے زمانے سے شعرا کو نہایت گران بہا صلے اور انعام ملنے لگے تہے - ایک ایک شعر پر لاکہہ لاکہہ درہم شاعرون کو مل جاتے تہے خلفا اور امرا کو اپنی تعریفین سننے کا ایسا شوق ہوگیا تہا کہ اون کا مدّاح کسی اور شخص کی مدح مین زیادہ مبالغہ کرتا تہا تو اون کو سخت ناگوار ہوتا تہا اور اگر تشبیب مین زیادہ شعر لکھ لاتا تو شکایت کرتے تھے کہ یہ لوگ طبیعت کا سارا زور تو خال وخط کی تعریف مین خرچ کردیتے ہین صرف کچھ بچے کچے خیالات ہمارے سر مارتے ہین -

ہزارون علما و فضلا نے قصیدہ گوئی اور مداحی کو اپنا پیشہ ٹھیرا لیا تھا اور شاعری مین شہرت ہوجانے کے بعد کسیکو اس بات سے چارہ نہ تھا کہ ذی اقتدار لوگون کی مدح سرائی مین خامہ فرسائی کرے۔ شعرا تمام ممالک اسلامیہ مین اس امید پر سفر کرتے تھے اور قصیدہ گوئی کی بدولت اطراف و جوانب سے مال و دولت جمع کرکے لاتے تھے۔

عباسیون کے علاوہ فاطمی - دیلمی - کرومی - طاہری - صفاری - سامانی - غزنوی سلجوقی - خوارزم شاہی وغیرہ تمام سلسلون مین مداحون کی نہایت قدر کی جاتی تھی - ایران مین بھی سامانیون کے عہد سے پہلے تو عربی قصائد ہی کا زور و شور رہا مگر سامانیون کے زمانے مین ایران کی شاعری کا مدار زیادہ تر فارسی زبان پر آٹھیرا۔ فارسی قصیدے نے بھی خوب رواج پایا۔ ظہیر - رشید - خاقانی اور انوری وغیرہم نے فارسی قصیدے مین وہی شہرت حاصل کی جو عربی مین متنبی - ابو تمام - بحتری اور ذوالرمہ نے حاصل کی تھی۔

اِس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ شیخ سعدی جیسے مشہور شاعر کو سلاطین و امرائے عہد کی تعریف مین قصیدہ لکھنا ایسا ہی ضروری تھا جیسے درباریون کو جشن اور تہوار مین نذر دکھانا مگر قصیدے کی حالت اوسوقت ایسی بُری تھی کہ شیخ کو اپنی جبلّی استقامت اور سنجیدگی کے سبب اوس روش پر چلنا دشوار تھا۔ ممدوح کی ستایش مین سراسر عقل و عادت کے خلاف مبالغے کیے جاتے تھے۔ الفاظ کی سادگی اور بے تکلفی قصائد مین مذموم سمجھی جاتی تھی۔ مسائل علمیہ اور مقدماتِ حکمیہ اور سلوک و تصوف کے دقائق اور علوم مختلفہ کی اصطلاحین اظہار علم و فضل کے لیے اون مین بالقصد داخل کیجاتی تھین۔ صنایع لفظی خصوصاً تجنیس و ترصیع

وغیرہ کو ادن کا زیور سمجھتے تھے - شیخ کی آزادی اور حق گوئی خصوصاً سادہ بیانی جو اُس کی طبیعت مین ودیعت کی گئی تھی اِن تکلفاتِ لایعنی سے مانع تھی اُس کے کلام سے جا بجا یہ مفہوم ہوتا ہے کہ وہ مبالغہ اور خوشامد کو نہایت ناپسند کرتا تھا - ظہیر فاریابی نے قزل ارسلان کی مدح مین ایک جگہہ یہ شعر لکھا ہے ؎

نہ کرسی فلک نہد اندیشہ زیر پائے	تا بوسہ بر رکاب قزل ارسلان دہد

شیخ بوستان مین جہان اتابک ابوبکر سعد کی تعریف لکھتا ہے وہان ظہیر کے اس شعر پر اس طرح تعریض کرتا ہے ؎

براہ تکلف مرو سعدیا	اگر صدق داری بیار و بیا
تو منزل شناسی و شہ راہ رو	تو حق گو و خسرو حقائق شنو
چہ حاجت کہ نہ کرسیِ آسمان	نہی زیر پائے قزل ارسلان
مگو پائے عزت بر افلاک نہ	بگو روئے اخلاص بر خاک نہ

اِسکے سوا اور اکثر جگہہ اُس نے مدّاح پیشگی سے نفرت اور اعراض ظاہر کیا ہے - اُس کے ایک قطعہ کا یہ مضمون ہے کہ "لوگ مجھ سے کہتے ہین کہ اے سعدی تو کیون سختیان اٹھاتا ہے اور کیون اپنے کمال شاعری سے متمتع نہین ہوتا؟ اگر تو مدح گوئی اختیار کرے تو نہال ہو جاے - مگر مجھ سے یہ نہین ہو سکتا کہ کسی رئیس یا امیر کے دروازے پر اپنا مطالب دریوزہ گرون کی طرح لے جاؤن - اگر ایک جوہر ہنر کے عوض مین کوئی مجھ کو سو خزانے بخشدے تو وہ مستحق شکر ہے اور مین قابل نفرین"

شیخ کو قطع نظر اسکے کہ مبالغہ اور خوشامد سے نفرت تھی کوئی ضرورت بھی ایسی داعی نہ
تھی کہ وہ آنکھین بند کر کے اگلی بھیڑون کے پیچھے قدم بقدم چلنے پر مجبور ہو جاتا اور
قصیدہ گوئی کا جو اُسوقت کمال سمجھا جاتا تھا اُس کے حاصل کرنے مین مقتضائے
طبیعت کے خلاف کوشش کرتا - وہ سلطانی خدمات سے ہمیشہ متنفر رہتا تھا اور اپنے
دوستون کو اِس سے باز رکھنے مین کوشش کرتا تھا - پس اُسکو اِس بات کی کچھہ پروا نہ تھی
کہ قصیدہ کو مقبول خاص و عام بنا لے اور اِس ذریعہ سے دربار مین تقرب حاصل کرے
جتنے نامی قصیدہ گو ایران مین گزرے ہین سب بادشاہون کے ہان اس خدمت
پر مامور رہے ہین کہ خوشی کی تقریبون مین طوفان کے تودے بنا کر لائین اور اُنہین جسقدر
زیادہ مبالغہ اور جھوٹ کو کام فرمائین اُسیقدر گران بہا صلے اور انعام پائین - چنانچہ
ظہیر قزل ارسلان کے ہان - انوری سلطان سنجر کے ہان - رشید وطواط خوارزم شاہ
اُتسز کے ہان - اور خاقانی شروانشاہ کے ہان ملک الشعرا تھے - اِن لوگون کی تمام
طاقت اور لیاقت قصیدہ گوئی مین صرف ہوتی تھی اور اُن کی ترقی اور تقرّب کا مدار
صرف اُن باتون پر تھا جو اُس زمانہ مین قصیدہ گوئی کے لیے ضروری تھین یہی سبب ہے
کہ قصیدہ کے سوا کوئی بڑی یادگار اُنہون نے نہین چھوڑی -

پس اگرچہ شیخ جیسے مشہور اور نامور شاعر کو اُس زمانہ کے دستور کے موافق کچھہ نہ کچھہ
قصیدہ کے نام سے لکھنا ضرور تھا - لیکن اُسکو ویسے جھوٹے اور نمائشی طلسم باندھنے
کچھہ ضرور نہ تھے جیسے کہ انوری اور ظہیر وغیرہ نے باندھے ہین - اِسی لیے غلطی سے

یہ خیال کیا گیا ہے کہ شیخ کو قصیدہ لکھنا نہ آتا تھا - مین ہرگز اس امر کو تسلیم نہین کرتا کہ اُسکو معمولی چمک دمک کے ساتھ قصیدہ لکھنے پر قدرت نہ تھی بلکہ میرے نزدیک جس طرح رولر ٹیڑھا خط کھینچنے سے مانع ہوتا ہے اسی طرح طبیعت کی استقامت کبھی بے راہ نہین چلنے دیتی - اس مین شک نہین کہ فارسی مین جسقدر قصیدہ حد شاعری سے متجاوز ہوگیا ہے ایسی اور کوئی صنعت نہین ہوئی - مدحیہ قصائد سے ہمیشہ یہ مقصود ہونا چاہیے کہ ممدوح کی صفات کو سنکر خاص و عام کے دل مین اُسکی محبت اور اوسکے ساتھ حسن ظن پیدا ہو اور خود ممدوح پر یہ اثر ہونا چاہیے کہ اگر وہ صفتین اُس مین موجود ہون تو اُن مین اور زیادہ ترقی کرے یا کم سے کم اُن کو اُسی حال پر قایم رکھے اور اگر نہون تو اون کے حاصل کرنے مین کوشش کرے یہ مطلب جیسا کہ ظاہر ہے جب ہی حاصل ہو سکتا ہے کہ جو صفات کہ مدح مین ذکر کی جائین وہ ممدوح کی ذات مین یا تو فی الواقع موجود ہون یا اُن کے موجود ہونے کا احتمال ہو - ورنہ ممدوح کے دل مین اُس مدح کی وقعت ایک ہجو ملیح سے زیادہ نہو گی - مثلاً ظہیر فاریابی نے جو قزل ارسلان کی مدح مین یہ لکھا ہے کہ "تصور جب ساتون آسمانون اور عرش و کرسی کو طے کر لیتا ہے تب جاکر قزل ارسلان کی رکاب پر بوسہ دیتا ہے - اِس سے قزل ارسلان کے دل پر سوا اِسکے کہ اُسکو ایک ہجو ملیح سمجھا ہو اور کیا اثر ہوا ہوگا - یا مثلاً انوری جو مجدالدین ابوالحسن کی شان مین لکھتا ہے کہ "اگر دہ زمانہ گذشتہ کو رجعت کا حکم دے تو پھر زمانہ آیندہ کی جگہہ آجائے" اِس سے ابوالحسن کے دل مین سوا اسکے کہ مدّاح مجھکو بناتا ہے یا میرا خاکا اڑاتا ہے اور کیا خیال گزرا ہوگا -

یہی حال اُن تمام قصیدہ گویوں کی مدح کا ہے جن کو ایران اور ہندوستان وغیرہ مین سب نے تسلیم کیا ہے۔ شیخ نے نہ عدم قدرت کے سبب بلکہ فرط کراہت کے سبب مدح وستایش کے اِس ناپسندیدہ طریقہ کو اختیار نہین کیا۔ اُس نے قصائد بھی اُسی اپنی شیرین زبانی اور سادہ بیانی و بے تکلفی کے ساتھ جو کہ اُسکے کلام کی عام خاصیت ہے لکھے ہین۔ اُس کے قصائد سے کمال آزادی اور حق گوئی ثابت ہوتی ہے۔ اُس نے اکثر قصیدے اور ترجیع بند وغیرہ محض محبّت اور خلوص اور دلی جوش سے لکھے ہین۔ نہ خوشامد کی راہ سے اور نہ صلہ و انعام کی اُمید پر۔ باقی جسقدر قصیدے بضرورت سلاطین عہد اور حکام وقت کی شان مین لکھے ہین اُن کے اسلوب بیان سے صاف ظاہر ہے کہ اُس نے اہل دنیا کی تنبیہ اور نصیحت وپند کے لیے قصیدہ کو اُن سے خطاب کرنے کا ایک ذریعہ قرار دیا تھا۔ کیونکہ وہ بالکل مواعظ و نصائح سے بھرے ہوئے ہیں۔ بعض قصیدون مین پند و اندرز کے سوا مدحیہ اشعار دو چار سے زیادہ نہین۔ یہ وہ قصیدے ہین جو اوس نے اپنے دوست اور معتقد امیرون اور بادشاہون کے ساتھ نامزد کیے ہین۔ اِن کے سوا اور قصیدون میں اول مدح وستایش کی چاٹ دیکر پھر نصیحت کرنی شروع کی ہے۔

شیخ کی قصیدہ گوئی کا ڈھنگ اور اوس کی علّت غائی جو اُس نے قرار دی تھی ذیل کے اشعار سے معلوم ہو سکتی ہے۔

اتابک ابوبکر بن سعد زنگی جو فارس کا بادشاہ تھا اور شیخ اُس کی رعایا مین سے تھا

اُسکی طرف خطاب کرکے کہتا ہے ؎

بنوبت اند ملوک اندرین سپنج سرائے / کنون کہ نوبت تست ای ملک بعدل گرائے
چہ مایہ بر سر این ملک سروران بودند / چو دور عمر بسر شد در آمدند از پائے
نیاز باید و طاعت نہ شوکت و ناموس / بلند بانگ چہ سود و میان تہی چو درائے
بہ تیغ و نیزہ گرفتند جنگجویان ملک / تو بر و بحر گرفتی بعدل و ہمت و رائے
چو ہمت است چہ حاجت بہ گرز مغفر کوب / چو دولت است چہ حاجت بہ تیر جوشن خائے
عمل بیار کہ رخت سرائے آخرت است / نہ عود سوز بکار آیدت نہ عنبر سائے
ہر آنکسست کہ بہ آزار خلق فرماید / عدوے مملکت است آن بکشتنش فرمائے
بکامۂ دل دشمن نشیند آن مغرور / کہ بشنود سخن دشمنان و دوست نمائے
دیار مشرق و مغرب بگیر و جنگ مجوے / وے بدست کن و زنگ خاطرے بزدائے
نگویمت چو زبان آوران رنگ آمیز / کہ ابر مشک فشانی و بحر گوہر زائے
نکاہد آنچہ نوشتہ است عمر و نفزاید / پس اینچہ فائدہ گفتن کہ تا بحشر بپائے

دوسرے قصیدہ مین چند مدحیہ شعر لکھہ کر اتابک ابوبکر کی طرف اسطرح خطاب کرتا ہے ؎

بدیع شیوۂ درویش نیست تا گوید / کہ ہیچو بحر محیطی و ابر آذاری
نگویمت کہ بفضل از کرام ممتازی / نگویمت کہ بعدل از ملوک مختاری
دگر چہ اینہمہ ہستی نصیحت اولی تر / کہ پند راہ خلاص است و دوستی یاری
بسعی کوشش کہ تا گر فراغتت بنود / کہ سر بخاری - اگر روے شیر نرخاری

خدای یوسف صدیق را عزیز نه کرد   بخوبروی - ولیکن بخوب کرداری
شکوه لشکر و جاه و جلال و مالت هست   و لے بکار نیاید بجز نکوکاری
بقائے مملکت اندر وجود یک حرف ست   که دست هیچ قوی بر ضعیف نگماری
پس از گرفتن عالم چو کوچ خواهد بود   رواست گر همه عالم گرفته انگاری
به نیک و بد چو بباید گذشت آن بهتر   که نیک نام بدست آوری و بگزاری
هزار سال نگویم بقائے عمر تو باد   که این مبالغه دانم ز عقل نشماری
همین سعادت و توفیق بر مزیدت باد   که حق گزاری و ناحق کسے نیازاری

اتابک سلجوق شاہ بن سلغر شاہ جو اتابکون کے خاندان مین بڑا ظالم بادشاہ گزرا ہے اور جو آخر کو اپنے ظلم کے سبب قتل کیا گیا اُسکی مدح مین چند شعر لکھکر کہتا ہے ؎

مراد سعدی از انشاد وز حمیت خدمت   نصیحت است بسمع قبول شاهنشاه
دوام دولت و آرام مملکت خواهی   ثبات راحت و امن مزید و رفعت و جاه
کمر بطاعت و انصاف و عدل و عفو ببند   چو دست رحمت حق بر سرت نهاده کلاه
تو روشن آئینه ز آه دردمند بترس   عزیز من! که اثر میکند در آئینه آه
معلمان بدآموز را سخن مشنو   که دیر سال بمانی بکام نیکی خواه

ایل خان یعنی ہلاکو خان یا اُسکے بیٹے اباقا خان کی شان مین جن کی ہیبت سے روم و روس و چین کے بادشاہ لرزتے تھے مدحیہ اشعار لکھکر لکھتا ہے ؎

هر نوبتے نظر به یکے مے کند سپهر   هر مدتے زمین به یکے میدهد امان

بیخے نشان کہ دولت باقیست بردہد
کاین باغ عمر گاہ بہارست وگہ خزان

اے بادشاہ روئے زمین دوراز آن تست
اندیشۂ تقلب دوران کن و زمان

چون کام جاودان متصوّر نمے شود
خرمّ کسیکہ زندہ کند نامِ جاودان

نادان کہ بخل مے کند و گنج مے نہد
مزدور دشمن ست تو بردوستان فشان

یارب تو ہرچہ رائے صوابست وفعل خیر
اندر دل وے افگن و بردست وے برآن

آہوئے طبع بندہ چنین مشک میدہد
کز پارس میبرند بہ تاتار ارمغان

سردار انکیانو جو خاندان اتابک کے زوال کے بعد سلطان اباقا خان پسر ہلاکو خان کے حکم سے فارس کا فرمان روا مقرر ہوا تھا اور اپنے قدیم تاتاری مذہب پر نہایت پختگی سے ثابت قدم تھا اُس کے شان مین جتنے قصیدے شیخ نے لکھے ہین اُن مین متعدد اشعار کے سوا باقی تمام نصیحت و پند مندرج ہے ازانجملہ ایک قصیدہ مین بہت سے مواعظ ونصائح کے بعد لکھا ہے ؎

حرامش باد ملک وبادشاہی
کہ پیشش مدح گویند از قفا ذم

عروسِ زشت زیبا کے توان کرد
وگر برخود کند دیبائے مُعلّم

اگر مردم ہمین بالا وریش اند
بہ نیزہ نیز بربستہ ست پرچم

چنین پند از پدر نشنیدہ باشی
الا گر ہوشیاری بشنو از عم

چو یزدانت مکرم کرد مخصوص
چنان زی درمیانِ خلق عالم

اگر وقتے میانِ بادشاہیست
نباشد ہمچنان باشی مکرم

نہ ہر کس حق تواند گفت گستاخ	سخن ملکیست سعدی راسلّم
مقامات از دو بیرون نیست فردا	بہشت جاودانی یا جہنّم

سلجوق شاہ جسکا ذکر اوپر ہوچکا ہے اُسکی مدح کو ایک اور قصیدہ مین اسطرح ختم کیا ہے ؎

جہان نماند و آثارِ مملکت ماند	بخیر کوش و صلاح و بعدل کوش و کرم
کہ ملک و دولتِ ضحاک بیگنہ آزار	نماند و تا بہ قیامت بر و بماند رقم
خطاے بندہ نگیری کہ مہتران و ملوک	شنیدہ اند نصیحت ز کہتران خدم
خنک کسیکہ پس از وے حدیث خیر کنند	کہ جز حدیث نمی ماند از بنی آدم

اِن کے سواے جو قصیدے خواجہ شمس الدین جوینی صاحب دیوان اور اُس کے بھائی خواجہ علاء الدین جوینی اور مجد الدین رومی اور فخر الدین ابوبکر وغیرہم کی شان مین ہیں اُنمین مدح اکثر براے نام ہے زیادہ تر نصیحت و پند ہے اور بہت سے قصیدے ایسے بھی ہین جو کسی کی مدح مین نہین ہین اُن مین صرف نصائح و مواعظ یا فصل بہار کا سمان یا معشوق کی تعریف یا حمد الٰہی وغیرہ مندرج ہے۔

ایک مختصر قصیدہ اول سے آخر تک بہی اِس مقام پر نقل کیا جاتا ہے تاکہ ناظرین کو مدح اور نصیحت دونو کا ڈھنگ معلوم ہو ؎

مدح و موعظۂ مجد الدین رومی

جہان برآب نہادست زندگی برباد	غلامِ ہمّتِ آنم کہ دل برو ننہاد

جهان نماند و خرم روان آدمی — که باز ماند ز وی در جهان به نیکی یاد

سرای دولت باقی نعیم آخرتست — زمین سخت نگه کن چو می نهی بنیاد

کدام عیش درین بوستان که باد اجل — همی برآورد از بیخ قامت شمشاد

حیات عاریتی خانه ایست در ره سیل — چراغ عمر نهاده است بر دریچه باد

بسی برآید و بی ما فرو شود خورشید — بهار گاه خزان باشد و گهی مرداد

هر آنچه میگذرد دل منه که دجله بسی — پس از خلیفه بخواهد گذشت در بغداد

گرت نه دست برآید چو نخل باش کریم — ورت بدست نباشد چو سرو باش آزاد

بسی بدیده حسرت ز پس نگاه کنند — یکی که برگ قیامت ز پیش نفرستاد

وجود خلق بدل میکنند ورنه زمین — همان ولایت کیخسروست و ملک قباد

چو طفل بر همه بازید و بر همه خندید — عجب تر آنکه نه گشتند دیگران استاد

عروس ملک نکوروی دختریست ولی — وفا نمی کند این سست مهر با داماد

نه خود سریر سلیمان بباد رفتی و بس — که هر کجا که سریست میرود بر باد

همین نصیحت من گوش دار و نیکی کن — که دانم از پس مرگم کنی به نیکی یاد

نداشت چشم بصیرت که گرد کرد و نخورد — ببرد گوی سعادت که صرف کرد و بداد

چنان که صاحب فرخنده رای مجدالدین — که بیخ اجر نشاند و بنای خیر نهاد

نگویمت به تکلف فلان بدولت و دین — سپهر مجد و معالی جهان دانش و داد

تو آن برادر صاحب دلی که مادر دهر — بسالها چو فرزند نیکبخت نزاد

بہ روزگار تو ایّام دست فتنہ ببست	بہ یمین تو در اقبال بر جہان بکشاد
دلیل آنکہ ترا از خدائے نیک آید	بس ست خلق جہانرا کہ از تو نیک افتاد
یکے دعا کُنمت بے رعونت از سر صدق	خدات در نفس آخرین بیامرزاد
تو ہم زیان نہ کنی گر بصدقِ دل گوئی	کہ آفرین خدا بر روان سعدی باد

ایک ترجیع بند کے کچھہ اشعار بھی جو کہ شیخ نے سعد[۱] بن ابوبکر کے مرثیہ مین لکھے ہین اور جو کلیات مین غلطی سے امیر فخر الدین ابوبکر کے نام پر لکھدیا گیا ہے بطور نمونہ کے یہان نقل کیے جاتے ہین ؎

غریبان را دل از بہر تو خون ست	دل خویشان نمے دانم کہ چون ست
عنانِ گریہ چون شاید گرفتن	کہ از دستِ شکیبائی برون ست
مگر شاہنشہ اندر قلب لشکر	نمے آید کہ رایت سرنگون ست

[۱] - امیر فخر الدین ابوبکر اتابک ابوبکر کے امرائے نامدارین سے تھا جو ادنیٰ درجہ سے منصب امارت بلکہ مشارکتِ ملک تک پہنچا تھا اور سعد ابوبکر اتابک کا بیٹا تھا جس زمانہ مین ہلاکو خان نے بغداد کو فتح کیا تھا ابوبکر نے اپنے بیٹے سعد ابوبکر کو اظہار دوستی و خیرخواہی کے لیے بغداد مین بہیجا تھا جب وہان سے باعزاز تمام رخصت ہوا - تو راہ مین باپ کے مرنے کی خبر سنی جس سے اور ولی عہدونکی طرح اُسکو خوش ہونا چاہیئے تھا مگر اُس کو اِس خبر سے ایسا صدمہ ہوا کہ راہ ہی مین سخت بیمار ہوگیا اور رستے ہی مین باپکی وفات سے بارہ روز بعد مرگیا - اُسکی سُناونی جب شیراز مین آئی - تو شیخ نے یہ مرثیہ لکھا ہے جیسا کہ ترجیع کے شعر سے ظاہر ہے - سعد کے بعد اُسکا بیٹا اتابک محمد مظفر اُس کا جانشین ہوا - ۱۲

شکیبائی مجو از جان مهجور | که بار از طاقت مسکین فزون ست
سکون در آتش سوزنده گفتم | نشاید کرد - درمان هم سکون ست
که دنیا صاحب بدعهد خونخوار | زمانه مادرے بے مهر دون ست
نه اکنون ست بر ما جور ایّام | که از دورانِ آدم تا کنون ست

نمی دانم حدیث نامه چون است
همی بینم که عنوانش بخون ست

بزرگان چشم و دل در انتظار اند | عزیزان وقت و ساعت مے شمارند
غلامان دُر و گوهر مے فشانند | کنیزان دست و ساعد مے نگارند
ملک خان و مساق دیدرو ترخسان | برهوارانِ تازی بر سوارند
که شاهنشاه عادل سعد بوبکر | به ایوان شهنشاهی در آرند
حرم شادی کنان بر طاق و ایوان | که مروارید بر تاجش ببارند
زمین مے گفت عیشے خوش گزاریم | ازان پس آسمان گفت آز گزارند
امید تاج و تختِ خسروی بود | ازین غافل که تابوتش در آرند
چه شد پاکیزه رویان حرم را | که بر سرگاه بر زیور غبارند
نشاید پاره کردن زیور روے | که مردم تحتِ امرِ کردگارند
ولیکن با چنین داغ جگر سوز | نمے شاید که فریادے ندارند
ولے شاید که مهجوران بگریند | روا باشد که مظلومان بزارند

نمی دانم حدیث نامه چون ست
همی بینم که عنوانش بخون ست

پس از مرگ جوانان گل مماناد — پس از گل در چمن بلبل مخواناد
کس اندر زندگانی قیمت دوست — نداند۔ کس چنین قیمت مداناد
سر آمد روزگار سعد بوبکر — خداوندش برحمت در رساناد
به تلخی رفت از دنیای شیرین — زلال کام در حلقش چکاناد
جزای مرده رفتن در غریبی — شراب از دست پیغمبر ستاناد
درین گیتی مظفر شاهِ عادل — محمد نام بردارش بماناد
سعادت پرتو نیکان و بادش — بخوی صالحانش پروراناد
روانِ سعد را با جانِ بوبکر — به اوج روح و راحت گستراناد
بکام دوستان و بخت فیروز — بسی دوران دیگر بگذراناد

نمی دانم حدیثِ نامه چون ست
همی بینم که عنوانش بخون ست

صاحبیہ

یہ مجموعہ شیخ کے متفرق اشعار کا سو صفحہ کے قریب ہے جسمین قطعہ - رباعی - فرد - ملمع مثنوی وغیرہ جمع کی گئی ہین - چونکہ شیخ کے ساتھہ خواجہ شمس الدین جسین صاحب دیوان کو کمال خلوص اور عقیدت تھی اس لیے شیخ نے اِس مجموعہ کا نام صاحبیہ رکھا ہے -

اِن اشعار مین کوئی نئی خصوصیت نہین ہے جسکا ذکر کیاجائے بیشتر اشعار نصیحت و پند پر اور کسی قدر حسن و عشق کے مضامین پر مشتمل ہین - چند قطعے اور رباعیان جو سرسری نظر مین اچھی معلوم ہوئین نقل کیجاتی ہین -

قطعات

ناکسان را فراستے ست عظیم
چون دو کس مشورت کنند بہم

گرچہ تاریک طبع و بدخویند
گویدا این عیب من ہمی گویند

سگے شکایت ایام با یکے میگفت
نہ آشیانہ چو مرغان نہ غلہ چون موران
گرم دہند خورم ورنہ میرم آزاد
مرا نہ برگ زمستان نہ عیش تابستان

نہ بینم کہ چہ برگشتہ حال و مسکینم
قناعتم صفت و بردباری آئینم
نہ ہمچو آدمیان خشمناک بنشینم
کفایت ست ہمین پوستین یارینم

نه در ریاضت و خلوت مقام میسازم   که جایگاه گلوخ ست و سنگ بالینم
به لقمهٔ که تناول کنم ز دست کسے   روا ست گر بزند بعد از آن به تزو بینم
چو گربه در دهن ربایم ز دست مردم چیز   دراو فتاده بود ریزه ریزه بر چینم
بجاے من کر نشنید که در مقام رضا   برابر ست گلستان و تل سه گینم
مرا که سیرت ازین جنس و خو بدین صفت ست   چه کرده ام که سزاوار سنگ و نفرینم
جواب داد کزین بیش لعنت خویش مگو   که خیره گشت ز وصفت زبانِ تحسینم
همین دو خصلت ملعون کفایتت که ترا   غریب دشمن و مُردار خوار مے بینم

نظر کردم به چشم راے و تدبیر   ندیدم به ز خاموشی خصالے
نگویم لب به بند و دیده بردوز   ولیکن هر مقامے را مقالے
زمانے بحث علم و درس و تنزیل   که باشد نفس انسان را کمالے
زمانے شعر و شطرنج و حکایت   که خاطر را بود دفع ملالے
خدا یست آنکه ذاتِ بے مثالش   نگردد هرگز از حالے بحالے

راحت بعد از مشقت
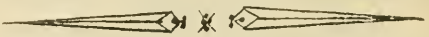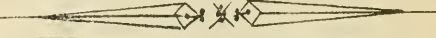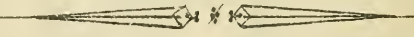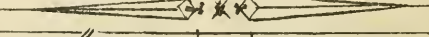
رحم الله معشر الماضین   که بمردی قدم سپردندے
راحتِ نفس بندگان خداے   راحتِ جان خود شمردندے
آن عزیزان چو زنده می نشوند   کاش این ناکسان بمردندے

بمردنی نجات نوع

انجام ظالمان

بس دست دعا بر آسمان بود	تا پای برآمدست به سنگی
ای گرگ نه گفتمت که روزی	ناگه به سر افتدست پلنگی

حقوق پیران

ای طفل که دفعِ مگس از خود نتوانی	هر چند که بالغ شدی آخر نه همانی
شکرانهٔ زور آوری روز جوانی	آنست که قدر پدر پیر بدانی

ضمان ارزاق

صانع نقش بند بے مانند	که همه نقش او نکو آید
رزقِ طائر نہاد در پر و بال	که بهر طعمهٔ فرو آید
روزیِ عنکبوت را به مگس	پر دهد تا به نزد او آید

ولی خائن

الحق امنای مال ایتام	همچون تو حلال زاده یابند
هرگز زن و مردِ کفر و اسلام	نفس از تو پلید تر نه زایند
طفلانِ ترا پدر بمیراد	تا جور و جفا بیاز مایند
اطفالِ عزیز ناز پرورد	از دست تو دست بر خدایند

ظالم محتاط در حق خو[illegible]

امیر با عسل از دستِ خلق می نخورد	که زهر در قدحِ انگبین تواند بود
عجب که در عسل از زهر میکند پرهیز	حذر نمیکند از تیر آه زهر آلود

شنیدم که بیوه زنی دردمند
همی گفت و رخ بر زمین می نهاد

هرآن کدخدا را که بر بیوه زن
ترحم نباشد زنش بیوه باد

***

هر بد که بخود نمی پسندی
با کس مکن ای برادرِ من

گر مادرِ خویشتن دوست داری
دشنام مده به مادرِ من

***

مقابلت نکند با مجسمه به پیشانی
اگر کسی که تهوّر کند بنادانی

کس این خطا نه پسندد که دفع دشمن خود
توانی و نکنی یا کنی و نتوانی

***

شنیده ام که فقیهی به دشتبانی گفت
که هیچ خربزه داری رسید و گفت آری

ازین طرف دو به دانگی - گر اختیار کنی
وزآن - چهار به دانگی قیاس کن باری

سوال کرد که چندین تفاوت از پی چیست
که فرق نیست میان دو نوع بسیاری

بگفت ازانچه تو بینی حلال و ملکِ من است
نیامده ست بدستم بوجه آزاری

وزان دگر پسرانم بغارت آوردند
حرام را بنود نزد شرع مقداری

فقیه گفت - حکایت دراز خواهی کرد
ازین حرارت است صد به دیناری

***

تا سگان را وجوه پیدا نیست
مشفق و مهربانِ یک دگراند

لقمہ در میان شان انداز	گہ تہی گاہ یکدگر بدرند

رباعیات

شب نیست کہ چشم آرزومند تو نیست	وین جان بلب رسیدہ دربند تو نیست
گر تو دگرے بجائے من بگزینی	من عہد تو نشکنم کہ مانند تو نیست
ہاہی امید عمرم از شست برفت	بے فائدہ روزم چو شب مست برفت
عمرے کہ از دو مے بجانے ارزد	افسوس کہ رائگانم از دست برفت
از بس کہ بیازرد دل دشمن و دوست	گوئی بگناہ مسخ گردندش پوست
وقتے غم او بر دلہا بودے	اکنون ہمہ غم ہائے جہان بر دل اوست
گویند ہوائے فصل آواز خوش است	بوئے گل و بانگ مرغ گلزار خوش است
ابریشم زیر و نالہ زار خوش است	اے بے خبران این ہمہ با یار خوش است
گویند مرد در پے آن سر و بلند	انگشت نمائے خلق بودن تا چند
بے فائدہ پندم مدہ اے دانشمند	من چون نزدم کہ مے برندم بکمند
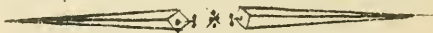
ترس دل

آهو بره را که شیر در پئے باشد ‏— بیچاره چه اعتماد بروے باشد
این ملح در آب چند بتواند بود ‏— وین برف در آفتاب تا کے باشد

⁂

تحیر

آنرا که نظر بروئے هر کس باشد ‏— در دیدهٔ صاحب نظران خس باشد
قاضی به دو شاهد بدهد فتوی شرع ‏— در مذهب عشق شاهدے بس باشد

⁂
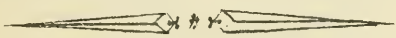
ابا صفت کنان

مردان همه عمر پاره بر دوخته اند ‏— قوتے هزار حیله اندوخته اند
فرداے قیامت بگناه ایشان را ‏— باشد نه سوزند که خود سوخته اند

⁂

مطائبه

با دوست بگرمابه درم خلوت بود ‏— وان روے گلینش گل حمام آلود
گفتا دگر این روے کسے دارد دوست ‏— گفتم بگل آفتاب نتوان اندود

⁂

عجز حسن
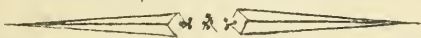
چون صورت خویشتن در آئینه بدید ‏— وان کام و دهان و لب و دندان بگزید
میگفت چنانکه میتوانست شنید ‏— بس جان بلب آمد که بدین لب نرسید
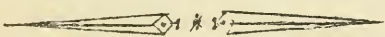
⁂

انتظار

امشب نه بیاض روز بر مے آید ‏— نه نالهٔ مرغان سحر مے آید
بیدار نشسته ام نظر بر سر کوه ‏— تا صبح که از سنگ بدر مے آید

وقتست که چشم فتنه خوابش ببرد
گل وقت رسیدن آب عطار ببرد
باد از رخِ گل حُسن شبابش ببرد
عطار بوقتِ رفتن آبش ببرد

وقتِ گل و روز شادمانی آمد
آن شد که بسر ما ناتوانی آمد
هنگامِ نشاط و کامرانی آمد
سر ما شد و وقتِ مهربانی آمد

ما چاکر آنیم که دل برباید
آنکس که نه عاشق و نه معشوق کسست
یا دل بکسی دهد که جان آساید
در ملک خدا اگر نباشد شاید
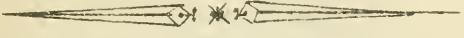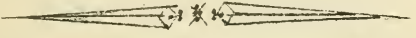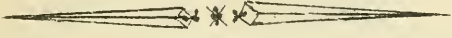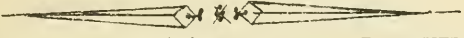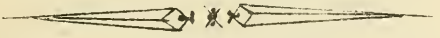
آن گل که هنوز نو بدست آمده بود
بیچاره بسی امید در خاطر داشت
نشگفته تمام - باد مهرش بربود
اُمید دراز و عمر کوتاه چه سود

من دوش قضا یار و قدر پشتم بود
دیدم که همی گزم لب شیرینت
تاریخ زنخدان تو در مشتم بود
بیدار چه گشتم سر انگشتم بود

چون خیل تو صد باشد و خصم تو هزار
تا بتوانی برآور از خصم دمار
خود را به هلاک میسپاری زنهار
چون جنگ ندانی آشتی عیب مدار

ناگزیر بودن معشوق

نامردم اگر زنم سر از مهر تو باز — خواهی بکشم بجور و خواهی بنواز
ور بگریزم ز دوستت ای مایهٔ ناز — هر جا که روم پیش تو می آیم باز

صدق طلب

تا سر نه کنم در سرت ای مایهٔ ناز — کوته نه کنم ز دامنت دست نیاز
هر چند که راه تو دور است و دراز — در راه تو میرم و نگردم ز تو باز

خوبرویان دوست داشتن

گر بی خبران و عیب گویان از پس — منسوب کنندم بهوا و بهوس
آخر نه گناه است که من کردم و بس — منظور ملیح ـ دوست دارد همه کس

حفظ جان از مهالک

چون زهرهٔ شیران ببرد نعرهٔ کوس — بر باد مده جان گرامی به فسوس
با آنکه خصومت نتوان کرد بساز — دستی که بقوت نتوان برد ببوس

معاملت با دوست

یا همچو همای برمن افگن پر خویش — تا بندگیت کنم بجان و سر خویش
ور لایق خدمتم ندانی بر خویش — گو من سر خویش گیرم و کشور خویش

همسایگی نیکان و بدان

همسایه که میل طبع باشد سویش — فردوس برین بود سرا در کویش
وان را که نخواهی که ببینی رویش — دوزخ باشد بهشت در پهلویش

هر سرو قدے کہ بگذرد در نظرم
در هیبت او خیره بماند بصرم
چون من نتوانم کہ جوان گردم باز
آخر کم از آنکہ در جوانان نگرم

خود را بمقام شیر مے دانستم
چون خصم آمد بہ روبہے مانستم
گفتم - من و صبر - اگر بود روز فراق
چون واقعہ افتاد نتوانستم

شبہا ز ہمہ خلق نہان مے گریم
چشم از غم دل بر آسمان می گریم
طفل از غم مرغ رفتہ چون گریہ کند
بر عمر گذشتہ ہمچنان مے گریم

چون ما و شما اقارب یکدگریم
بزان نبود کہ پردۂ ہم ندریم
اے خواجہ تو عیب من مکن تا من نیز
عیب تو نگویم کہ یک از یک تریم

گر بر رگ جان ز شست آید تیرم
چہ خوشتر از آنکہ پیش دستت میرم
دل با تو خصومت آرزو میکندم
تا صلح کنی و در کنارت گیرم

می آئی و لطف و کرمت مے بینم
وآسایش جان در قدمت مے بینم
وان وقت کہ غائبی ہمت مے بینم
ہر جا نگہ مے کنمت مے بینم

گفتم که دگر چشم به دلبر نه کنم
صوفی شوم و گوش به منکر نه کنم
دیدم که خلاف طبع موزون من است
توبه کردم که توبه دیگر نه کنم

مه را ز فلک بطرف بام آوردن
وز روم کلیسیا بشام آوردن
در وقت سحر نماز شام آوردن
بتوان نتوان ترا بدام آوردن

نه سرو توان گفت نه خورشید و نه ماه
آه از تو که در وصف نمی آئی آه
هر کس بر سبب میرزد اندر طلبت
گر ره بتو بودے نه بدے اینهمه راه

اے راه روان رهگذر از کوے تو نه
ما بیخبر از عشق و گذر سوے تو نه
هر تشنه که از دست تو لبتاند آب
از دست تو سیر گردد از روے تو نه

اے یار کجائی که در آغوشش نهٔ
وامشب بر ما نشسته چون دوش نهٔ
اے سرو بلند و راحت جسم و روان
هر چند که غائبی فراموشش نهٔ

اے کاج نکردے نگاه از دیده
بر دل نه زدے عشق تو راه از دیده
تقصیر ز دل بود و گناه از دیده
آه از دل و صد هزار آه از دیده

روزے دو سه شد که بنده نواخته — و اندیشه به ذکر ما نه پرداخته
زان مے ترسم که دشمنان اندیشند — کز چشم عنایتم بینداخته

گفتم که کنم توبه ز صاحب نظری — باشد که بلاے عشق گردد سپری
چندانکه نگه مے کنم اے رشکِ پری — بار دو بین زاولین خوب تری

گویند که دوش شحنگان تتری — دزدے بگرفتند بعید حیله گری
امروز به آویختنش مے بردند — میگفت رها کن که گریبان بدری

گیرم که به فتواے خردمندی و راے — از دائره شرع برون ننهم پاے
با میل که طبع مے کند چه توان کرد — سبب ست که در من آفریده خداے

مفردات

دانی چه گفته اند بنی عوف در عرب	نسل بریده به که موالید بے ادب
تو آتش به نے در زن و در گزر	که نه خشک در بیشه ماند نه تر
مروّت نباشد بر افتاده زور	برد مرغ دون دانه از پیش مور
خواهی که به طبعت همه کس دارد دوست	با هر که در او فتی چنان باش که اوست
گر راه نمائی همه عالم راه است	در دست نگیری همه عالم چاه است
نهالے که سی سال گردد درخت	ز بیخش برآرد یکے باد سخت
اگر نواب و سرهنگان هم از درگه برانندت	ازان بهتر که در پهلوے مجهولے نشانندت
سلطان چو به منزلِ گدایان آید	گر بر سر بوریا نشیند شاید
گر ز هفت آسمان گزند آید	همه بر عضو دردمند آید
اگر دندان نباشد نان توان خورد	مصیبت آن بود کت نان نباشد
منعم که نظر بحالِ درویش کند	چندانکه کرم کند طمع بیش کند
تواضع گرچه محموداست و فضل بیکران دارد	نشاید کرد بیش از حد که هیبت را زیان دارد
گفتم که برآید آبے از چاه امید	افسوس که دلو نیز در چاه افتاد
بشکر آنکه تو در خانه و اهلت پیش	نظر دریغ مدار از مسافر درویش

کوته نظران را نبود جز غم خویش — صاحب نظران را غم بیگانه و خویش

گر بلندت کسے دہد دشنام — بہ کہ ساکن وہی جواب سلام

بشنو کہ من نصیحت پیران شنودہ ام — بیش از تو خلق دیدہ و بیش از تو بودہ ام

از بہر دل کسے بدست آورون — مطبوع نباشد دگرے آزردن

جو بد گفتی مباش ایمن ز بد گو — کہ بد را کس نخواہد گفت نیکو

صاحبدل و نیک سیرت و علامہ — گو کفش دریدہ باش و خلقان جامہ

کرم بجائے فروماندگان چو بتوانی — مروت است نہ چندانکہ خود فرومانی

مردی نہ بقوت است و شمشیر زنی — آنست کہ ظلمے کہ توانی نہ کنی

تو با ما روز و شب در باغ انسی — خلاف است اینکہ طول العہد نیسی

پائے ملخے نزد سلیمان بردن — عیب است ولیکن ہنر است از مورے

من سخن راست نوشتم تو اگر راست نخوانی — جرم لجلاج نباشد چو تو شطرنج ندانی

کتبت لیبقی الذکر فی ام لبعدی
فیا ذا الجلال اغفر لکاتبہ السعدی

مطائبات وہزلیات ومضحکات

شیخ کی کلیات کا سب سے اخیر حصہ مجموعۂ ہزلیات ہے جو تیس بتیس صفحے سے
زیادہ نہ ہوگا - یہ مجموعہ فی الحقیقت شیخ کے عارض کمال پر ایک نہایت بدنما مسّہ ہے جو
شیخ کی شان سے نہایت بعید اور اوس کے فضل وکمال وبزرگی کے بالکل منافی ہے -
اِس مین زیادہ تر نظم اور کسیقدر نثر ہے اور کہین کہین عربی عبارت بھی ہے - حضرت نے
اِس حصہ مین اپنی شیخوخت اور تقدس کو بالائے طاق رکھکر خوب آزادی اور بیباکی سے
دل کھول کر فحش اور ہزل کی داد دی ہے جسپر ہرگز یہ گمان نہین ہوسکتا کہ یہ لوچ اور لغو اور
بیہودہ کلام اُس شخص کا ہے جس کے نتائج افکار سے گلستان اور بوستان جیسی بے بہا
کتابین موجود ہین - آدمی کا خطادار اور ناقص ہونا ہی اُس کے انسان ہونے کی علامت
ہے اور اوس کے اقوال وافعال کا تفاوت اور اختلاف اور اُن کا ہمیشہ ایک ضابطہ
اور ایک قانون کے موافق سرزد نہ ہونا ہی وہ چیز ہے جو اُس کو دیگر حیوانات سے
تمیز دیتی ہے - انسان کے خیالات کو ایک نادان بچہ کی حرکتون سے تشبیہ دیجاسکتی
ہے جسکی ایک حرکت پر بے اختیار پیار کرنے کو جی چاہتا ہے اور دوسری حرکت پر حد سے
زیادہ غصہ آتا ہے - اِس مین شک نہین کہ شیخ کی طبیعت پر ظرافت اور مزاح غالب تھا اور
جب یہ صفت حد سے گزر جاتی ہے تو اِس سے فحش اور ہزل پیدا ہوتا ہے - مگر شیخ نے

اس مجموعہ کے شروع مین چند سطرین معذرت آمیز عربی عبارت مین لکھی ہین جو قابل لحاظ ہین وہ لکھتا ہے کہ اَلزَمَنِیْ بَعْضُ اَبْنَاءِ الْمُلُوْكِ اَنْ اُصَنِّفَ لَهٗ كِتَابًا فِی الْھَزْلِ عَلٰی طَرِیْقِ السُّوْزَنِیْ فَلَمْ اُجِبْهُ فَھَدَّدَنِیْ بِالْقَتْلِ فَلِاَجْلِ ذٰلِكَ اَجَبْتُ اَمْرَهٗ وَاَنْشَدْتُ ھٰذِهِ الْاَبْیَاتِ وَاَنَا اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِیْمَ ۵ یعنی ایک بادشاہزادہ نے مجھکو اسبات پر مجبور کیا کہ مین اُس کے لیے ایک کتاب حکیم سوزنی کی روش پر ہزل مین لکھون - مین نے نہ مانا اسپر اُس نے مجھکو قتل کی دہمکی دی - اِس لیے ماننا پڑا اور یہ اشعار لکھے - اور مین خداے بزرگ سے توبہ و استغفار کرتا ہون -

شیخ کا عذر جہانتک ہماری راے ناقص مین آتا ہے بہت قرین قیاس معلوم ہوتا ہے - شیخ جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے ہمیشہ سیر و سفر مین رہتا تھا - تاتار سے لیکر روم و مصر و حبش تک اُس کی جولان گاہ تہی اُسکی شاعری اور نکتہ سنجی کا شہرہ اُس کی زندگی ہی مین دور دور پہنچ گیا تھا - مسلمان امیرزادون اور بادشاہون کی صحبتون مین لہو و لعب اور تمسخر و استہزا کی بنیاد پڑ چکی تہی - پس اگر کسی نالائق بادشاہ زادے نے شیخ کی ظرافت اور بذلہ سنجی کا شہرہ سنکر اس خیال سے کہ ہمیشہ گرمی صحبت کے لیئے ایک مجموعۂ ہزل و فحش موجود رہے شیخ کو اِن ہفوات کے لکھنے پر مجبور کیا ہو تو کچھ تعجب کی بات نہین ہے - اور چونکہ اِس مجموعہ مین صریح فحش اور علانیہ پھکڑ کے سوا بامزا اور لطیف خیالات جیسے کہ شیخ کے کلام کی عام خاصیت ہے بہت کم پاے جاتے ہین اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ غالبًا یہ تمام ہزلیات دل کی اُپج اور طبیعت کی اُمنگ سے نہین بلکہ محض نفرت و

کراہت کے ساتھہ لکھی گئی ہین۔

ایران مین ہزل وفحش کی شاعری دورۂ غزنویہ کے شعرا سے برابر چلی آتی تھی اور یہ طریقہ اسقدر عام اور بے عیب ہوگیا تھا کہ افاضل شعرا کی عظمت اور بزرگی مین اس سے کچھہ فرق نہ آتا تھا۔ اکثر ہاجی اور ہزال حکیم کے لقب سے ملقب ہوتے تھے اور ابتک جیسے حکیم انوری۔ حکیم خاقانی۔ حکیم شفائی۔ حکیم قاآنی وغیرہ وغیرہ۔ سوزنی بھی جو چھٹی صدی کا شاعر ہے اور جس کا ذکر شیخ کی مذکورہ بالا عبارت مین ہے حکیم سوزنی کہلاتا تھا۔ اس کا ہزل اور فحش انتہا درجہ کو پہنچ گیا تھا۔ اس نے حکیم سنائی کی بہت سی ہجوین لکھی ہین اور حکیم صاحب نے بھی باانہمہ مشیخت وتقدس تنگ آکر اُسکے جواب مین ایسی جامع و مانع گالی تصنیف فرمائی ہے جو سوزنی کی عمر بھر کی گالیون اور پھکڑ کا جواب ہوسکتی ہے۔ حکیم ابوالعلائی گنجوی جو منوچہر شروان شاہ کے عہد مین پایۂ تخت کا ملک الشعرا تھا۔ باوجودیکہ وہ حکیم خاقانی کا مربّی اور خسر تھا اُس کے اور خاقانی کے باہم ایسی رکیک اور نالائق ہجوبازی ہوتی تھی جسکی تصریح کرنے سے شرم آتی ہے۔ ظاہر ہے کہ جو بُرائی سوسائٹی مین اسقدر عام اور بے عیب ہوجائے اُس سے بالکل پاک اور مبرّا رہنا بشر کی معمولی طاقت سے باہر ہے اور اُس کے ارتکاب پر ایسا سخت مواخذہ نہین کیا جاسکتا۔ جس کا وہ عیب فی نفسہ مستحق ہے۔

ظاہرا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شیخ نے عنفوان شباب مین جو شوخی اور بیباکی کا زمانہ ہے کسی موقع پر یہ خرافات بھی لکھدی ہوگی۔ اور ایسا کم وبیش ہر شخص سے ظہور مین

آتا ہے - مگر کوئی شخص ایسے بیہودہ اور لغو کلام کو اپنی تصنیفات مین شامل کر کے اپنی طرف منسوب اور اپنے نام سے شائع نہین کرنا چاہتا - شیخ نے بھی یقینًا ایسا ہرگز نہ چاہا ہوگا مگر چونکہ وہ زمرۂ مشائخ و عرفا مین سے گنا جاتا تھا اور معتقدین کے نزدیک اُس کا ہزل بھی انوار و برکات سے خالی نہ تھا اسلئے کسی بزرگوار نے اُسکی وفات کے بعد اِس ناشدنی مجموعہ کو بھی تبرکًا و تیمنًا کلیات مین داخل کردیا - معلوم ہوتا ہے کہ یہ حصہ گلستان کے مرتب ہونے سے پہلے لکھا جاچکا تھا کیونکہ اِس کے چند اشعار جن مین زیادہ ہزل نہین ہے شیخ نے گلستان مین اپنے اپنے موقع پر نقل کیے ہین -

ہمکو بہت تجسس سے چند رباعیان اور قطعے اِس مجموعہ مین ایسے ملے ہین جو فحش سے پاک ہین سو وہ یہان نقل کیے جاتے ہین -

رباعیات

آن عہد بیاد داری و دولت و داد
انگہ بگر یختی کہ کس چون تو مباد

گر عاشق بیچارہ نمے کردی یاد
امروز بیا مدی کہ کس چون تو مباد

آن ماہ کہ گفتی ملک رحمان ست
روے کہ چو آتش بزمستان خوش بود

این بار اگرش نگہ کنی شیطان ست
امروز چو پوستین بہ تابستان ست

قطعات

چو خویشتن نتواند کہ مے خورد قاضی ۔۔۔ ضرورت است کہ بر دیگران بگیرد سخت

کہ گفت پیرہ زن از میوہ میکند پرہیز ۔۔۔ دروغ گفت ۔ کہ دستش نمیرسد بہ درخت

مردکے غرفہ بود در جیحون ۔۔۔ اگر بسم قند بود پندارم

بانگ می کرد و زار مے نالید ۔۔۔ کاے دریغا کلاہ و دستارم

حریف عمر بسر بردہ در فسوق و فجور ۔۔۔ بوقت مرگ پشیمان ہمی خورد سوگند

کہ توبہ کردم و دیگر گنہ نخواہم کرد ۔۔۔ تو خود دگر نتوانی بریش خویش مخند

عربی قصائد اور قطعات

کلیات شیخ مین بیس صفحہ کے قریب قصیدے اور قطعے بہی شامل ہین اور اِن کے سوا اُسکے ملمّعات مین عربی اشعار اور مصرعے کثرت سے موجود ہین ۔ گلستان مین بہی جیسا کہ اُس نے خاتمہ مین تصریح کی ہے تقریبًا تمام عربی اشعار اُسی کے ہین ۔ قطع نظر اس سے کہ اُس کی عمر کا ایک بڑا حصہ دیار عرب مین بسر ہوا تھا اور عربی زبان بمنزلہ مادری زبان کے ہو گئی تہی اُسکے تمام فارسی اور عربی کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ تحصیل

علم کے بعد اُس نے زیادہ تر انہی توجہ دینیات اور تصوف اور علم ادب مین مصروف کی تھی - گو اُس کا عربی کلام بہت تھوڑا ہے مگر جسقدر ہے وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ ایک مشاق اور ماہر ادیب کا ہونا چاہیئے باینہمہ وہ عربی شعر مین شاعری کا ادعا نہین کرتا چنانچہ بغداد کے مرثیہ مین لکھتا ہے ؎

وَبِالشِّعْرِ اَيْمُ اللّٰهِ لَسْتُ بِمُدَّعٍ وَلَوْ كَانَ عِنْدِیْ مَا بِبَابِلَ مِنْ سِحْرٍ	بخدا کہ مین شاعری کا دعوٰی نہین کرتا - اگرچہ میرے کلام مین وہ جادو موجود ہے جو بابل مین موجود تھا -
هُنَالِكَ نَقَّادُوْنَ عِلْمًا وَّخُبْرَةً وَمُنْتَخِبُوْا الْقَوْلِ الْجَمِيْلِ مِنَ الْهُجْرِ	یہان علم اور واقفیت کی رو سے پرکھنے والے اور عمدہ کلام کو بُرے کلام مین سے چھانٹنے والے موجود ہین -
جَرَتْ عَبَرَاتِیْ فَوْقَ خَدِّیْ كَآبَةً فَاَنْشَأْتُ هٰذَا فِیْ قَضِيَّةِ مَا يَجْرِیْ	سوز دل کے سبب میرے آنسو چہرہ پر ٹپک پڑے - سو مینے یہ قصیدہ اِس سرگذشت کے بیان مین لکھ لیا -
وَلَوْ سَبَقَتْنِیْ مَسَادَةٌ جَلَّ قَدْرُهُمْ لَمَا حَسُنَتْ مِنِّیْ مُجَاوَزَةُ الْقَدْرِ	اگر ذی رتبہ لوگ اِس مضمون مین مجھہ سے سبقت کرتے تو البتہ مجھکو اپنے رتبہ سے تجاوز کرنا زیبا نہ تھا -

بہرحال اُس کا عربی کلام جسقدر ہے اور جیسا ہے غنیمت ہے اور اس سے شیخ کی

شاعری کا رتبہ سوایا بلکہ ڈیوڑھا ہوگیا ہے اب ہم اُسکے ایک طولانی قصیدہ مین سے جو کہ اُسنے خرابی بغداد پر لکھا ہے کچھہ اشعار بطور نمونہ کے اِس مقام پر نقل کرتے ہین۔

حَبَسْتُ بِجَفْنِی الْمَدَامِعَ لَا تَجْرِی
فَلَمَّا طَغَی الْمَاءُ اسْتَطَالَ عَلَی السَّکْرِ

مینے اپنی پلکون مین آنسوؤن کو روکا تھا کہ بہنے نہ پائین پر جب پانی نے طغیانی کی تو اُس بند کو توڑ ڈالا۔

نَسِیْمُ صَبَا بَغْدَادَ بَعْدَ خَرَابِهَا
تَمَنَّیْتُ لَوْ کَانَتْ تَمُرُّ عَلٰی قَبْرِی

کاش ایسا ہوتا کہ بغداد کی تباہی کے بعد اُس کی ہوا کا جھوکا میری قبر پر گزرتا۔

لِاَنَّ هَلَاکَ النَّفْسِ عِنْدَ اُولِی النُّهٰی
اَحَبُّ لَهُمْ مِنْ عَیْشِ مُنْقَبِضِ الصَّدْرِ

کیونکہ عقلمندون کے نزدیک مرجانا تنگدل جینے سے بہتر ہے۔

زَجَرْتُ طَبِیْبًا جَسَّ نَبْضِی مُدَاوِیًا
اِلَیْکَ فَمَا شَکْوَایَ مِنْ مَرَضٍ یَبْرِی

مینے طبیب کو جبکہ اُسنے علاج کے لیے میری نبض کو چھوا جھڑک دیا کہ جا اپنا کام کر مجھکو ایسے مرض کی شکایت نہین جو اچھا ہو سکے۔

لَزِمْتُ اصْطِبَارًا حَیْثُ کُنْتُ مُفَارِقًا
وَهٰذَا فِرَاقٌ لَا یُعَالَجُ بِالصَّبْرِ

مینے ہمیشہ احباب کی جدائی مین صبر اختیار کیا ہے مگر یہہ ایسی جدائی ہے جسکا علاج صبر سے ممکن نہین۔

وَلَا تَسْأَلَنْ عَمَّا جَرٰی یَوْمَ حَصْرِهِمْ

نپوچھو جو حال بنی عباس کی قید کے دن

وَذَالِكَ مِمَّا لَيْسَ يَدْخُلُ فِي حَصْرِ

گزرا یہ وہ حال ہے جو قید بیان مین نہین آسکتا۔

أُدِيرَتْ كُؤُوسُ الْمَوْتِ حَتّٰى كَأَنَّهُ
رُءُوسُ الْاَسَارٰى تَحَرَّكْنَ مِنَ السُّكْرِ

شراب مرگ کے جام گردش مین لائے گیے یہان تک کہ قیدی کشتون کے سر تڑاپتے ہوئے) ایسے معلوم ہوتے تے گویا نشے مین جنبش کر رہے ہین۔

بَكَتْ جُدْرُ الْمُسْتَنْصِرِيَّةِ نُهْبَةً
عَلَى الْعُلَمَاءِ الرَّاسِخِيْنَ ذَوِي الْحُجْرِ

علماے راسخین پر جو کہ اصحاب عقل و دانش تھے مدرسہ مستنصریہ کی دیوارین زار زار رو رہی ہین۔

مَحَابِرُ تَبْكِي بَعْدَهُمْ بِسَوَادِهَا
وَبَعْضُ قُلُوبِ النَّاسِ اَمْلَكُ مِنْ حَبْرِ

اُن کے بعد دواتین اپنی سیاہی کے آنسوؤن سے روتی ہین مگر بعض لوگون کے دل دوات سے زیادہ سیاہ ہین۔

نَوَائِبُ دَهْرٍ لَيْتَنِي مِتُّ قَبْلَهَا
وَلَمْ اَرَ عُدْوَانَ السَّفِيْهِ عَلَى الْحَبْرِ

یہ زمانہ کے سخت حادثے ہین کاش مین ان سے پہلے مرجاتا اور جاہلون کا ظلم دانشمندون پر نہ دیکھتا۔

وَقَفْتُ بِبَغْدَادَ اَرْقُبُ دِجْلَةً
كَمِثْلِ دَمٍ قَانٍ تَسِيْلُ اِلَى الْبَحْرِ

مینے شہر عبادان مین ٹھیر کر دجلہ کے پانی کو دیکھا کہ نکتّر خون کی مانند سمندر

کی طرف بہتا تھا۔

وَفَائِضُ دَمْعِي فِي مُصِيبَةِ وَاسِطٍ
يَزِيدُ عَلَى مَدِّ الْبُحَيْرَةِ وَالْجَزْرِ

میرے آنسو جو شہر واسطہ کی مصیبت مین جاری ہین خلیج فارس کے مد و جزر کو اور بڑھا دیتے ہین۔

وَهَبْ أَنَّ دَارَ الْمُلْكِ تَرْجِعُ عَامِرًا
وَيُغْسَلُ وَجْهُ الْعَارِفِينَ عَنِ الْعَفْرِ

فرض کرو کہ دار الخلافہ پھر آباد ہو اور علماء کے چہرے غبار ذلت سے پاک کیے جائین۔

فَأَيْنَ بَنُو الْعَبَّاسِ مُفْتَخَرُ الْوَرَى
ذَوُو الْخُلُقِ الْمَرْضِيِّ وَالْغُرَرِ الزُّهْرِ

لیکن بنی عباس جنسے عالم کو فخر تھا جن کے اخلاق برگزیدہ پیشانیان نورانی تھین کہان سے آئین گے۔

غَدَا سَمَرًا بَيْنَ الْأَنَامِ حَدِيثُهُمْ
وَذَا سَمَرٌ يُدْمِي الْمَسَامِعَ كَالسُّمْرِ

ان کا ذکر دنیا مین ایک فسانہ ہو گیا اور یہ وہ افسانہ ہے جو کانون کو برچھیون کی نوک کی طرح خون آلودہ کرتا ہے۔

وَفِي الْخَبَرِ الْمَرْوِيِّ دِينُ مُحَمَّدٍ
يَعُودُ غَرِيبًا مِثْلَ مُبْتَدَإِ الْأَمْرِ

حدیث مین آیا ہے کہ دین محمدی پھر غریب ہونے والا ہے جیسا کہ ابتدا سے حال مین وہ غریب تھا۔

فَمَا أَغْرَبُ مِنْ هٰذَا يَعُودُ كَمَا بَدَا

کیا وہ اس حالت سے بھی زیادہ غریب

وَسُبِّیَ دَارُ السِّلْمِ فِیْ بَدْءِ الْکُفْرِ	ہونیوالا ہے کہ تمام دارالاسلام کفر کے آستے ہی غریب ہوگیا۔
اَتَذْکُرُ فِیْ اَعْلَی الْمَنَابِرِ خُطْبَۃً وَمُسْتَعْصِمُ بِاللّٰہِ لَمْ یَکُ فِی الذِّکْرِ	کیا منبرون پر خطبہ پڑھا جائیگا اور مستعصم باللہ کا اُسمین ذکر نہو گا۔
ضَفَادِعُ حَوْلَ الْمَاءِ تَلْعَبُ فَرْحَۃً اَصَبْرٌ عَلٰی ھٰذَا وَیُوْنُسُ فِی الْقَعْرِ	کیا اسپر صبر ہو سکتا ہے کہ مینڈک پانی کے ادھر ادھر خوشی سے کھیلتے پھرین اور یونس پانی کی تہ مین ہو۔
تَحِیَّۃُ مُشْتَاقٍ وَّ اَلْفُ تَرَحُّمٍ عَلَی الشُّھَدَاءِ الطَّاھِرِیْنَ مِنَ الْوِزْرِ	مشتاق کا سلام اور ہزارون رحمتین اُن شہیدون پر جو گناہون سے پاک تھے۔
ھَنِیْئًا لَّھُمْ کَاسُ الْمَنِیَّۃِ مُتْرَعًا وَمَا فِیْہِ عِنْدَ اللّٰہِ مِنْ عِظَمِ الْاَجْرِ	موت کا لبالب پیالہ اور جو کچھ کہ اُس مین خدا کی طرف سے اجر عظیم ہے اُن کو گوارا ہوجیو۔
عَلَیْھِمْ سَلَامُ اللّٰہِ فِیْ کُلِّ لَیْلَۃٍ بِمَقْتَلِ زَوْرَاءَ اِلٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ	ہمیشہ اُنپر شام سے صبح تک زورا کی قتل گاہ مین خدا کی رحمت نازل رہیو۔
وَلَیْتَ صِمَاخِیْ صُمَّ قَبْلَ اسْتِمَاعِہٖ بِھَتْکِ اَسَاتِیْرِ الْمَحَارِمِ فِی الْاَسْرِ	کاش ایسا ہوتا کہ قید مین محارم کے بے پردہ ہونے کی خبر سننے سے پہلے میرے

کان بہرے ہوجاتے۔

كَأَنَّ صَبَاحَ الْأَسْرِ يَوْمُ قِيَامَةٍ
عَلَى أُمَمٍ شُعْثٍ تُسَاقُ إِلَى الْحَشْرِ

قید کی صبح گویا قیامت کا دن تھا کہ اُمتین سر مین خاک ڈالے ہوئے میدان حشر کی طرف ہنکائی جاتی تہین۔

وَمُسْتَصْرِخٍ يَا لِلْمُرُوَّةِ فَانْصُرُوا
وَمَنْ يُصْرِخُ الْعُصْفُورَ بَيْنَ يَدَيْ صَقْرِ

بہت لوگ فریاد کرتے تھے کہ دہائی ہے مروت کی کوئی مدد کرو۔ مگر باز کے پنجے مین چڑیا کی فریاد کو کون پہنچتا ہے۔

يُسَاقُونَ سَوْقَ الْمَعْزِ فِي كَبِدِ الْفَلَا
عَزَائِزُ قَوْمٍ لَا يَعُودُونَ بِالزَّجْرِ

جو لوگ زجر اور دھمکی سننے کے عادی نہ تھے اُن کے حرم محترم صحرا مین بکریون کی طرح ہنکائے جاتے تھے۔

جَلَبْنَ سَبَايَا سَافِرَاتٍ وُجُوهُهَا
كَوَاعِبُ لَا تَبْرُزْنَ مِنْ حُلَلِ الْخِدْرِ

جو لڑکیان پردہ مین چادرون سے چہرے باہر نہ نکالتی تھین اُن کو کھلے مُنہ اسیر کرکے لے گیے۔

تَقُومُ وَتُخْفُوا فِي الْمَحَاجِرِ وَاللِّوَى
وَهَلْ تَخْتَفِي مَشْيُ النَّوَاعِمِ فِي الْوَعْرِ

وہ کھڑی ہوتی ہین اور چادرون اور ٹیلون کے ڈھلانون مین منہ چھپاتی ہین مگر اُن کٹھن رستون مین نازنینون کی چال کب چھپ سکتی ہے۔

لَقَدْ كَانَ فِكْرِيْ قَبْلَ ذٰلِكَ مَاتَرٰى
فَاُحْدِثَ اَمْرٌ لَّا يُحِيْطُ بِهٖ فِكْرِيْ

اِس سے پہلے میری فکر جیسی تھی تو جانتا ہے مگر ایک ایسا امر عظیم حادث ہوا جو میرے فکر کے احاطہ سے باہر ہے -

وَبَيْنَ يَدَيْ صَرْفِ الزَّمَانِ وَحُكْمِهٖ
مُغَلَّلَةٌ اَيْدِي الْقَيَاصِرِ وَالْحَبْرِ

زمانہ کی گردش اور حکومت کے سامنے شہنشاہون اور داناؤن کے ہاتھ بندھے ہوئے ہین -

نَعُوْذُ بِعَفْوِ اللّٰهِ مِنْ نَّارِ فِتْنَةٍ
تَاَجَّجَ مِنْ قُطْرِ الْبِلَادِ اِلَى الْقُطْرِ

خدا کی پناہ ہے فتنہ کی اُس آگ سے جو دنیا کی ایک جانب سے دوسری جانب تک بھڑکتی چلی گئی -

بَدَا وَتَعَالٰى مِنْ خُرَاسَانَ قَسْطَلٌ
فَعَادَ رُكَامًا لَّا يَزُوْلُ عَنِ الْبَدْرِ

خراسان سے ایک غبار نمودار ہوکر بلند ہوا اور ایک گھنگھور گھٹا بن گئی جو چاند پر سے ہٹنے والی نہ تھی -

رَعَى اللّٰهُ اِنْسَانًا تَيَقَّظَ بَعْدَهُمْ
لِاَنَّ مُصَابَ الزَّيْدِ مُزْجِرَةُ الْعُمَرِ

خدا حمایت کرے اُس شخص کی جو دولت بنی عباس کے بعد خواب غفلت سے بیدار ہوگیا کیونکہ زید کی مصیبت عمرو کے لئے تازیانہ ہے -

وَسَائِرُ مُلْكٍ يَقْتَفِيْهِ زَوَالُهٗ

خدائے بے نیاز و یگانہ کے ملک کے

سِوَى مَلَكُوتِ الْقَائِمِ الصَّمَدِ الْوِتْرِ

سوا ہر ملک اور سلطنت کے پیچھے پس کا زوال لگا ہوا ہے۔

إِذَا كَانَ بَعْدَ الْمَوْتِ لَا فَرْقَ بَيْنَنَا
فَلَا تَنْظُرَنَّ النَّاسَ بِالنَّظَرِ الشَّزْرِ

جبکہ مرنیکے بعد ہم سب مین کچھ فرق نرہیگا تو لوگون کو تکبر کی نگاہ سے مت دیکھ۔

وَجَارِيَةُ الدُّنْيَا نَعُومَةٌ كَفُّهَا
مُحَسَّنَةٌ لٰكِنَّمَا الْكَلْبُ ذُو الظُّفْرِ

کتے کی طرح معشوقہ دنیا کی ہتیلیان تو نرم نرم اچھی معلوم ہوتی ہین لیکن اُس کے ناخن تیز ہین۔

وَلَوْ أَنَّ ذَا مَالٍ مِنَ الْمَوْتِ خَالِيًا
لَكَانَ جَدِيرًا بِالتَّعَاظُمِ وَالْكِبْرِ

اگر مال ودولت والا موت سے خالی ہوتا تو البتہ بڑائی اور تکبر کرنے کا مستحق تھا۔

رَبِحْتَ الْهُدَى إِنْ كُنْتَ عَامِلَ صَالِحٍ
وَإِنْ لَّمْ تَكُنْ وَالْعَصْرِ إِنَّكَ لَفِي خُسْرٍ

اگر تونے نیک عمل کیے تو ہدایت کا نفع اُٹھالیا ورنہ کچھ شک نہین کہ تو ٹوٹے مین رہا۔

عَلَى الْمَرْءِ عَارٌ كَثْرَةُ الْمَالِ بَعْدَهُ
وَإِنَّكَ يَا مَغْرُورُ تَجْمَعُ لِلْفَخْرِ

مرنے کے بعد بہت سا مال چھوڑ جانا آدمی کے لیے ننگ کی بات ہے مگر اے غافل تو اُلٹا فخر کے لیے مال جمع کرتا ہے

عَفَا اللّٰهُ عَنَّا مَا مَضٰى مِنْ جَرِيمَةٍ
وَمَنَّ عَلَيْنَا بِالْجَمِيلِ مِنَ السَّتْرِ

خداتعالے ہماری گزشتہ خطائین معاف فرمائے اور ہمارے عیب بالکل چھپا کر ہم پر احسان کرے۔

خاتمہ

شیخ کے عام حالات اور اُسکی عام شاعری پر اجمالی نظر

شیخ ایک نہایت صحیح المزاج قوی اور جفاکش آدمی تھا - اُسکے قویٰ کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اُس نے دس بار حج پیادہ پا کیے تھے اور اپنی عمر کا بہت بڑا حصہ صحرا نوردی اور بادیہ پیمائی مین بسر کیا اور ایک سو بیس برس کے قریب عمر پائی -

اُس نے صرف پیادہ پا ہی سفر نہین کیے بلکہ بعض اوقات ننگے پاؤن چلنے کا بھی اتفاق ہوتا تھا - جس طرح اکثر اہل سلوک نفس شکنی کے لیے اپنے مشایخ کے اشارے سے سالہا سال ادنی درجہ کے کام اور محنتین کیا کرتے ہین اُسنے بھی بیت المقدس اور اُس کے گرد و نواح مین ایک مدت تک سقائی کی تھی -

اُس کا مذہب جیسا کہ خود اُسکے کلام سے ظاہر ہے تسنن معلوم ہوتا ہے لیکن جسطرح اکثر صوفیہ کی نسبت تشیع کا گمان کیا گیا ہے اُسکو بھی قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس المومنین مین شیعی لکھا ہے - ہم اُسکے کسی خاص مذہب کا ثبوت دیکر ایک ایسے شخص کو جو مقبول فریقین ہے ایک گروہ کا مقبول اور دوسرے گروہ کا مردود بنانا نہین چاہتے بڑی بات یہ ہے کہ وہ بے تعصب تھا اور یہی اُسکے ناجی ہونے کی دلیل ہے -

اُسکو تذکرہ نویسون نے اہل باطن اور صوفیہ مین سے شمار کیا ہے اُسکے کلام سے
بھی جا بجا یہی مترشح ہوتا ہے کہ وہ اُس رنگ مین ڈوبا ہوا تھا - بے شک وہ صوفی بھی تھا
مگر آج کل کے مشائخ اور واعظین کے برخلاف ایک نہایت سبے تکلف - کہلاڈلا - یارباش
ہنسوڑ - ظریف - ریا اور نمایش سے دور سیدھا سادہ مسلمان تھا - اُسکو آج کل کے حضرات
کی طرح اپنے تئین لوازم بشریت سے بالکل پاک ظاہر کرنا اور بہ تکلّف مقدس فرشتونکی
صورت مین جلوہ گر ہونا ہرگز نہ آتا تھا - وہ شاعری مین اپنا جواب نہ رکھتا تھا مگر مشرق کے
عام شعرا کی طرح حریص اور لالچی نہ تھا - اُس نے مثل ظہیر - رشید - خاقانی - اور انوری
وغیرہم کے بادشاہون کی مدّاحی اور امیرون کو بھٹئی کرنے کو اپنی وجہ معاش نہین بنایا تھا -
باینہمہ وہ امرا اور سلاطین سے ملتا بھی تھا اور اُن کی مدح مین قصیدے بھی لکھتا تھا اور
جو کوئی عقیدت یا محبّت سے اُسکی کچھ نذر کرتا تھا وہ سے بھی لیتا تھا - اُس کے عام مدحیہ
قصائد دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ یہ قصیدے کس غرض سے لکھتا تھا زیادہ تر
اُسکے قصیدے ایسے ہین جنکو قصیدہ گوئی کے مشرقی اصول کے موافق بہت مشکل
سے قصیدہ کہا جا سکتا ہے - امیرون سے وہ اسلیئے بھی زیادہ تر میل جول رکھتا تھا کہ
اکثر اُس کی سفارش سے جیسا کہ گلستان کی بعض حکایتون سے پایا جاتا ہے غریب آدمیون
کے کام نکل جاتے تھے - خودداری اور غیرت اُس مین ایسی تھی کہ نہایت ضرورت اور احتیاج
کے وقت بھی وہ وضع کو ہاتھ سے ندیتا تھا جیسا کہ اسکندریہ کے قحط مین اُس سے ظہور
مین آیا - خلقت کی خیرخواہی اور ہمدردی خدا تعالے نے اُس کی سرشت مین ودیعت کی تھی

اُسکے نصائح اور مواعظ ہرگز اس قدر مقبول نہ ہوتے اگر انسانی ہمدردی کا جوش اُس کے دل مین نہوتا اُس نے اپنی زبان اور قلم کو پند و نصیحت کے لیے وقف کر دیا تھا اور حق بات کہنے سے خطرناک موقعون پر بھی نہ چوکتا تھا کوئی شخص کسی چیز مین کامل نہین ہو سکتا۔ جبتک دو باتین جمع نہون ایک جوہر فطری دوسرے زمانہ کے ایسے اتفاقات جو اُس کے جسلا کا باعث ہون۔ شیخ کی ذات مین جس قسم کی قابلیت تھی اُسی کے موافق اُسکو اتفاقات پیش آئے تھے۔ جس شہر مین وہ پیدا ہوا تھا وہ خود ایک مردم خیز خطہ تھا جہان ہونہار بچون کو خود بخود کسب کمال کی ترغیب ہونی چاہیے۔ یتیمی اور بے پدری اگرچہ اکثر صورتون مین آوارگی اور ابتری کا سبب ہوتی ہے لیکن بسا اوقات ایسی مجبوری اور بیکسی کی حالتین غیرت مند اور جفاکش لڑکون کے حق مین ترقی اور رشد کا باعث ہوئی ہین۔ جس مدرسہ مین وہ حسنِ اتفاق سے تحصیل کے لیے پہنچا۔ وہ تمام مدارسِ اسلامیہ مین ممتاز اور سر برآوردہ تھا اور جس دار الخلافہ مین وہ مدرسہ واقع تھا وہان کی سوسائٹی اُسوقت تقریبًا تمام دنیا کی سوسائٹیون کی نسبت زیادہ شایستہ اور مہذب تھی۔ اُس نے صرف درس و کتاب ہی سے استفادہ حاصل نہین کیا تھا بلکہ زمانہ نے بھی اُس کی تادیب خاطر خواہ کی تھی۔ اُسکی عمر کا ایک بہت بڑا اور مفید حصہ نہایت کٹھن اور دور دراز سفر کرنے اور دنیا کی عجائبات اور قدرت کی نیرنگیان دیکھنے مین بسر ہوا تھا۔ سلطنتون کے پے در پے انقلابات اور ملکون کے متواتر تغیرات۔ ظالم بادشاہون اور بیرحم عاملون کے ظلم و ستم دیکھتے دیکھتے بنی نوع کی دلسوزی اور ہمدردی اُسکی طبیعت مین راسخ ہو گئی تھی۔ بیسیون خاندان اُس کی

آنکھون کے سامنے بنے اور بیسیون بگڑ گیے ایکبار جیسا کہ گلستان مین مذکور ہے شام مین اُس کے روبرو ایسا انقلاب ہوا کہ زیرون کی اولاد بھیک مانگنے لگی اور روستائی زادے وزارت کے درجہ کو پہونچ گیے - ساتوین صدی مین جسمین کامل عقل وہوش کے ساتھ اُس نے اکیانوے برس بسر کیے تہے عجیب وغریب تماشے اسکی نظر سے گزر گیے - سلاطین کردیہ کا خاندان جن کی سعادت وجلالت - ایشیا - افریقہ اور یورپ مین یکسان مانی جاتی تہی اسی صدی مین تمام ہوا - سلاجقہ - تونیہ - اور خوارزم شاہیون کی نہایت سخت لڑائی جس نے دونون سلسلون کو مضمحل کر دیا - اسی صدی مین ہوئی - پہر خوارزمیون کی سلطنت بحیرہ خزر اور جہیل یورال سے دریاے سندھ اور خلیج فارس تک پہیلی ہوئی تہی اسی صدی مین تاتاریون[1] کے ہاتھ سے برباد ہوئی - بنی عباس کی خلافت سوا پانسو برس بعد اسی صدی مین ہمیشہ کے لیے نیست ونابود ہوئی اور بقول بعض مورخین کے آٹھ لاکھ مسلمانون کا خون مغلون کی تلوار سے دجلہ کی ریتی مین بہ گیا - دمشق اور اسکندریہ کا قحط جس کا ذکر گلستان اور بوستان مین ہے اور مصر کا قحط جس مین حسب تصریح صاحب

[1] اس معرکہ مین جیسا کہ شیخ نجم الدین دایہ نے مرصاد العباد کے دیباچہ مین لکھا ہے تاتاریون نے صرف رَے اور اُسکے گرد نواح مین تقریبًا سات لاکھ مسلمان قتل اور اسیر کیے تہے اور خراسان کے چار شہر - بلخ - مرو - ہرات اور نیشاپور بالکل تاراج اور نابود ہو گیے اور اُن کے دائین بائین اکثر بستیان قتل وغارت کا نشانہ ہوئین -
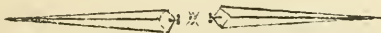
وہان ایک ایک روٹی ہزار ہزار دینار کو بک گئی اور فارس کا قحط جس مین ایک لاکھ آدمی بھوکا مرگیا - اسی صدی مین واقع ہوئے - اتابکان فارس کے خاندان پر اسی صدی مین زوال آیا دارالملک شیراز جو شیخ کا مولد و مسکن تھا اسی صدی مین کئی بار قتل و غارت کیا گیا - فرقۂ اسمعیلیہ جو دو سو برس مشرق مین نہایت زور و شور کے ساتھ حکمران رہا ان کا خاتمہ تاتاریون نے ایران مین اور کردون نے شام مین ہمیشہ کے لیے اسی صدی مین کیا - یہ تمام حوادث اور وقایع شیخ کے سامنے ظہور مین آئے تھے جنسے ایک صاحب بصیرت آدمی بے انتہا عبرت اور نصیحت حاصل کرسکتا ہے - چنانچہ بغداد کا مرثیہ جو اُس نے ۶۰ ب ی مین لکھا ہے اُسمین کہتا ہے ؎

دَعَی اللّٰہُ اِنسَاناً تَیَقَّظَ بَعدَہُم	لِاَنَّ مُصَابَ الزَّیدِ مِن جَرَّۃِ العَمرِو

یعنی - خدا حمایت کرے اس شخص کی جو خلافت عباسیہ کے زوال کے بعد متنبہ ہو گیا کیونکہ زید کی مصیبت عمرو کے لیے تازیانہ ہے - یوروپ کے مشہور مصنف ہگ ملر صاحب کا قول ہے کہ مینے عمدہ تعلیم صرف ایک اسکول یعنی مدرسۂ روزگار مین پائی ہے جسمین محنت اور مصیبت دو بڑے گرمجوش اور دلسوز اُستاد تھے -

اسکے سوا جیسی عمدہ صحبتین شیخ کو میسر آئی تھین ویسی بہت کم آدمیون کو میسر آتی ہین شیخ کی عادت جیساکہ ایک رسالہ مین[۱] اُسکے فحوائے بیان سے معلوم ہوتا ہے یہ تھی کہ عالم سفر مین وہ جہان جاتا تھا وہان کے علما - صلحا - مشائخ - اور کاملین سے ضرور

[۱] یہ رسالہ شیخ کی کلیات مین شامل ہے -

ملتا تھا - صاحب نفحات الانس نے لکھا ہے کہ شیخ نے کثرت سے دانشمندون اور اورعالمون کو دیکھا تھا - وہ خود بھی بوستان مین لکھتا ہے ؎

تمتع زہر گوشہ یافتم		زہر خرمنے خوشہ یافتم

اگرچہ ساتوین صدی ہجری مین جسمین کہ شیخ کی جوانی اور بڑھاپا گزرا تھا مسلمانون کی علمی ترقیات اور فضائل وکمالات سابق کی نسبت بہت محدود ہو گیے تھے - لیکن پھر بھی بلاد اسلام مین ایک جم غفیر اعلی درجہ کے مشائخ اور علماء و حکماء کا نظر آتا تھا - خصوصًا جن ملکون مین شیخ کی زیادہ آمدورفت رہی ہے جیسے ایران - روم - شام - عراق - عرب اور مصر وغیرہ وہ اب بھی دینی اور دنیوی علوم کے مرکز تھے ہمارے تذکرون سے ثابت ہوتا ہے کہ ان ملکون مین جن لوگون نے ساتوین صدی ہجری کے آغاز سے آٹھوین صدی کے شروع تک وفات پائی ہے اور جن سے شیخ کا ملنا ممکن تھا اُن مین کم سے کم چار سو جلیل القدر عالم اور محقق ایسے موجود تھے جو تمام بلاد اسلام مین مانے گیے ہین اور جن کی تصنیفات ابتک مسلمانون مین نہایت عظمت کے ساتھ تسلیم کیجاتی ہین - جیسے شیخ محی الدین ابن العربی - خواجہ نصیر الدین طوسی - شیخ صدر الدین قونوی - مولانا جلال الدین رومی - ابن تیمیہ حرانی - امام یافعی - شیخ ابوالحسن شاذلی - شیخ تاج الدین تسطلانی شیخ شہاب الدین سہروردی - شیخ ابن فارض - شیخ اوحد الدین کرمانی - قاضی ابن خلکان - شیخ الاسلام تقی الدین ابن الصلاح - خواجہ علاء الدین سمنانی - علامہ قطب الدین شیرازی - امام محی الدین نووی - قاضی ناصر الدین بیضاوی - ابن عساکر

فقیہ شافعی وغیرہ وغیرہ ایسے ایسے سینکڑون جلیل القدر علماء اور مشائخ شیخ کی نظر سے گذرے تھے اور اِن کے علاوہ جیسا کہ گلستان اور بوستان سے ثابت ہوتا ہے وہ ہر فرقہ اور ہر گروہ کے آدمیون سے ملتا اور اُن کی صحبت سے فائدہ حاصل کرتا تھا جس طرح وہ فقرا اور مشائخ کے حلقون مین بیٹھتا تھا۔ اُسیطرح امرا کی مجلسون اور بادشاہون کے دربار مین شریک ہوتا تھا اور کبھی وہ احرار اور ابرار کی صحبت سے مستفیض ہوتا تھا اور کبھی اوباش والواط کے جلسون کا تماشائی تھا۔ نہ اُس کو شراب خانے مین جانے سے عار تھا نہ بتخانہ مین رہنے سے ننگ تھا۔ اسی نے جامع بعلبک مین مدتون واعظ کہا تھا اور وہی بتخانہ سومنات مین ایک مدت تک پوجاری رہا۔ کبھی وہ بصرہ کے نخلستان مین یارون کے ساتھ کھجورین توڑتا نظر آتا تھا اور کبھی فلسطین کی بستیون مین پیاسون کو پانی پلاتا پھرتا تھا۔ غرضکہ اُسکی تمام عمر فضائل انسانی اور نیرنگی روزگار کے مطالعہ مین بسر ہوئی تھی۔ اسی سبب سے یورپ کے بعض مصنفون نے اسکو گریٹ مورلسٹ کہا ہے اور اسی وجہ سے اخلاق بشری کی تصویر جس عمدگی کے ساتھ اس نے اپنے کلام مین کھینچی ہے ویسی آجتک ایران کے کسی شاعر سے نہین کھچ سکی۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ شعرائے ایران مین جسقدر عمر شیخ نے پائی ہے ظاہرا اور کسی کو نصیب نہین ہوئی۔ جہانتک ہماری تحقیق سے ثابت ہوتا ہے۔ اس نے ایکسو بیس برس اس قفس عنصری مین بسر کیے ہین۔ اگرچہ ہر علم وفن مین کمال کا درجہ حاصل کرنے کے لیے زیادہ عمر پانی ضرور ہے۔ مگر شاعر کے لیے سب سے زیادہ اس بات کی ضرورت ہے۔ شاعر جسقدر بڈھا ہوتا جاتا ہے شاعری جوان ہوتی جاتی

ہے اگرچہ شیخوخت کے مرتبہ کو پہنچکر شاعر کے فکر مین بلند پروازی نہین رہتی - لیکن بلاغت جو شاعری کا رکن اعظم ہے کمال کو پہنچتی جاتی ہے یہی سبب ہے کہ جن شاعرون نے تہوڑی عمر پائی ہے گو کہ اُن کی قابلیت و استعداد اعلیٰ درجہ کی تھی مگر اُن کی شاعری مین ضرور کچھہ نہ کچھہ نقصان رہ گیا - جیسا کہ عرفی شیرازی کی نسبت شیخ ابو الفضل نے لکھا ہے کہ "وو غنچہ استعدادش ناشگفتہ ماند" ایک نوجوان شاعر جس کی طبیعت مین کمال جودت اور بلند پروازی ہو بالکل ایسا ہی ہے جیسے ایک شوخ چالاک اٹھر بچھیرا جسکی بھاگ دوڑ اور جست و خیز اکثر بے اصول اور خلافِ قاعدہ ہوتی ہے اور ایک معمر سن رسیدہ شاعر گو اُس کی فکر کیسی ہی پست اور محدود ہو اُس شائستہ اور سدہ منی گھوڑے کے مانند ہے جو کبھی بے اصول قدم نہین اُٹھاتا الغرض شاعری کے لیے جتنی ضروری شرائط درکار ہین وہ سب خداے تعالیٰ نے شیخ کی ذات مین جمع کر دی تھین -

شاعری کی بنیاد زیادہ تر چار چیزون پر ہے - ایک[1] یہ کہ شاعر کے خیالات کم و بیش کسی حقیقت واقعیہ پر نہ کہ محض اختراع ذہن پر مبنی ہونے چاہئین ورنہ شعر مین کچھہ تاثیر نہ ہوگی دوسرے[2] وہ ایسے خیالات ہون جن مین عام خیالات کی نسبت ایک قسم کی ندرت اور نرالا پن اور تعجب پایا جاسئے ورنہ معمولی بات چیت مین اور شعر مین کچھہ فرق نہ ہوگا تیسرے[3] یہ کہ خیالات عمدہ لباس مین ظاہر کیے جائین - کیونکہ خیال کیسا ہی عمدہ ہو اگر مناسب لفظون مین ادا نہ کیا جائے تو دائرہ شاعری سے خارج ہوگا - چوتھے[4] شاعر کے دل مین ہمیشہ نہ کسی مضمون پر شعر لکھہ رہا ہے کم و بیش اُس مضمون کا جوش اور ولولہ موجود

ہونا چاہیئے - ورنہ شعر نہایت کمزور ہوگا یہ چارون باتین جیسی شیخ کی شاعری
مین پوری پوری پائی جاتی ہین ویسی ایران کے کسی اور شاعر مین مشکل سے پائی جائینگی
اگرچہ بعض کے کلام مین یہ تمام خاصیتین موجود ہین لیکن اُن کا کلام چونکہ نہایت
محدود اور ایک خاص صنف مین منحصر ہے جیسے خواجہ حافظ شیراز کی غزل - اسلیئے
ہم انکو شیخ کا ہم پلہ نہین سمجھتے -

شیخ کو اور شعرا پر اس سبب سے بہت بڑی فوقیت ہے کہ اس کی نظم و نثر دونون
مسلّم الثبوت ہین - یہ بات بظاہر عجیب معلوم ہوگی کہ ایرانمین جتنے مسلم الثبوت شعرا گذرے ہین
اُن مین شیخ کے سوا ایک بھی ایسا نہین ہے جسکی نثر کو مثل نظم کے جمہور نے تسلیم کیا ہو -
اگرچہ ہندوستان مین نورالدین ظہوری کو بھی نظم و نثر کا جامع مانتے ہین لیکن اہل ایران اُس
کی نظم و نثر دونون کو ناپسند کرتے ہین - بیشک اُسکی سہ نثر کے اکثر فقرے بادی النظر
مین نہایت دلفریب ہین جیسے ؎

سُنبل حرفش از آہ ناشکیبان		بنفشہ نقطہ اش از خالِ دلفریبان	

از ورق شیخ طراوت کلماتش نہر سطر مالال آب حیات خضر تشنہ لب سیرابی ادا مسیحا مردہ جان بخشی
ہوا نکتہ ہاسے برجستہ غنچہ ہاسے سربستہ - نثرش نثرہ رفعت - شعرش شعری مرتبت
ہر صفحہ سینئہ و ہر سطرے نخلے برگش لفظ دلکش و بارش معنی بے غش ہر حرفش فصلے
و ہر فرعش اصلے ،، اسی طرح سے نثر کے اور بہت سے فقرے الفاظ پرستون کو نہایت
خوشنما معلوم ہوتے ہین لیکن ان مین الفاظ کے سوا اور کچھ بھی نہین ؎

خوب اند و خوش اند و بوند ار ند

بخلاف اِسکے شیخ نے گلستان مین اِس سے بہت زیادہ دلاویز و دلکش الفاظ مین حقائق واقعیہ کو بیان کیا ہے یہ بات گلستان کے سوا کسی فارسی نثر مین آجتک نہین دیکھی گئی مثلاً

"در ایّام جوانی چنانکہ افتد و دانی - نظرے داشتم بروے و گذرے داشتم بکوے - ۲ - اے برادر حرم در پیش و حرامیان از پس اگر رفتی بردی و اگر خفتی مردی ۳ - آزردن دل دوستان جہل ست و کفارۂ یمین سہل ۴ تو کہ چراغ نہ بینی بچراغ چہ بینی - ۵ طریق درویشان ذکرست و شکر و خدمت و طاعت و ایثار و قناعت و توحید و توکل و تسلیم و تحمل - ہر کہ بدین صفتہا موصوف است بحقیقت درویش ست - اگرچہ در قباست - امّا ہرزہ گردے بے نمازے ہوا پرستے ہوس بازے کہ روزہا بہ شب آرد در بند شہوت و شبہا روز کند در خواب غفلت و بخورد ہرچہ در میان آید و بگوید انچہ بر زبان آید زندیق ست اگرچہ در عباست ۶ پدر را عسل بسیار است اما پسر گرمی دار ست ۷ صیّاد بے روزی در دجلہ ماہی نگیرد و ماہی بے اجل بر خشکی نمیرد ۸ گوئی خردۂ مینا بر خاکش ریختہ و عقد ثریا از تاکش در آویختہ ۹ عصارۂ تاکے بقدرتش شہد فائق شدہ و تخم خرما بہ یمن تربیتش نخل باسق گشتہ"

نظم و نثر کے جامع فارسی زبان ہی مین نادر الوجود نہین ہین بلکہ ہر زبان مین یہی حال ہے انگریزی مین باوجودیکہ لٹریچر کی ترقی انتہا کے درجہ کو پہنچ گئی ہے صرف گنتی کے آدمی ایسے ہین جن کو نظم اور نثر دونون مین تمام اہل فن کے نزدیک قبولیت حاصل ہوئی ہے بعضے

ملٹن کو اور بعضے سکاٹ کو اور بعضے اور ایک آدھ آدمی کو نظم و نثر کا جامع خیال کرتے ہین پس - شیخ کے لیے یہ کچھہ کم فخر کی بات نہین ہے کہ ایران مین صرف اُسی کی نظم و نثر ایسی مین جنکو تمام اہل زبان نے تسلیم کیا ہے -

شیخ نے بھی تغزل یعنی عاشقانہ اشعار کی بنیاد تمام شعراے ایران کی طرح امردون اور سادہ رخون کے عشق ہی پر رکھی ہے - لیکن یہ بات جیسی کہ بادی النظر مین مذموم اور قبیح معلوم ہوتی ہے حقیقت مین ایسی نہین ہے اور صرف اسی بنا پر شیخ یا ایران کے اور شعرا پر امرد پرستی کا الزام لگانا بیجا ہے - فارسی زبان مین اور اُس کی پیروی سے اُردو زبان مین بھی ہمیشہ سے شاعری کا یہ طریقہ رہا ہے کہ شاعر مرد ہو یا عورت - رند ہو یا صوفی خدا کا عاشق ہو یا مخلوق کا - مرد کا عاشق ہو یا عورت کا بلکہ سرے سے عاشق ہو یا نہو ہمیشہ غزل ایسے عنوان سے لکھتا ہے جس سے معلوم ہو کہ شاعر کسی پر عاشق ہے اور وہ اور اُس کا معشوق دونون مرد ہین - اسی طرح ہندی مین شاعر مرد ہو یا عورت - دنیادار ہو یا تارک دنیا - عشق حقیقی رکھتا ہو یا عشق مجازی - مرد کا عاشق ہو یا عورت کا ہمیشہ عاشقانہ نظم ایسے طور پر لکھتا ہے - جس سے ثابت ہو کہ شاعر عورت ہے اور اُس کا معشوق مرد ہے - اسی طرح عربی مین شاعر اپنے تئین مرد اور معشوق کو عورت فرض کر لیتا ہے - اگر بالفرض کوئی شخص تینون زبانون مین شعر کہنے پر قادر ہو تو اُس غریب کو ہر زبان کے دستور کے موافق کہین آپ کو مرد اور معشوق کو عورت اور کہین آپ کو عورت اور معشوق کو مرد کہین آپ اور معشوق دونون کو مرد قرار دینا پڑے گا - حضرت امیر خسرو دہلوی کی فارسی کی

غزلون سے صاف پایا جاتا ہے کہ وہ کسی سادہ رخ لڑکے پر مفتون ہین اور اُن کے ہندی دوہرون سے صاف ظاہر ہے کہ کوئی عورت اپنے پیارے خاوند یا دوست کے عشق یا جدائی مین بیتاب ہے اور عربی قصائد کی تشبیہون سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی مرد اپنی زوجہ یا محبوبہ کی یاد مین مضطرو بیقرار ہے - اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ تمام فرضی اور اصطلاحی عنوان بیان ہین جنکو حقیقت واقعی سے کچھ علاقہ نہین ہے جس طرح ہزارون پارسا اور پرہیزگار شاعر جنھون نے نہ کبھی شراب کا مزا چکھا نہ اُس کی صورت دیکھی نہ اُس کی بو سونگھی صدہا شعر شراب و کباب کے مضمون کے لکھتے ہین - اسی طرح ہزارون پاکباز اور صاحب عفت شعر لکھتے وقت تھوڑی دیر کو امرد پرست اور شاہد باز بنجاتے ہین - البتہ اس سے مشرقی شاعری کی حد سے زیادہ بے اعتباری پائی جاتی ہے جس کے اصول اور فروع سب تصنیع اور بناوٹ اور ادعائے محض پر مبنی ہین - لیکن شیخ سعدی اور مولینا روم اور امیر خسرو اور خواجہ حافظ اور تمام شعرائے متصوفین اس سے مستثنیٰ ہین کیونکہ یہ لوگ اکثر عشق مجازی کے پیرایہ مین اپنے واردات اور حالات اور حقائق واقعیہ بیان کرتے ہین بعض اشخاص یہ خیال کرتے ہین کہ ان لوگون کے کلام کو جس مین بظاہر تمام خال وخط اور شراب و شاہد کے مضامین درج ہین حقیقی معنون پر محمول کرنا اور اس سے شاہد حقیقی کے شیون و صفات مراد لینی صرف ایک ملّایانہ گھڑت ہے جس مین سراسر تکلّف اور بناوٹ پائی جاتی ہے - مگر ایسا خیال وہی لوگ کرسکتے ہین جو کوچہ شاعری سے نابلد ہین - کنایہ ہمیشہ صراحت سے زیادہ بلیغ ہوتا ہے اور دوست کا ذکر ہمیشہ اغیار سے چھپایا جاتا ہے چنانچہ حضرت مولانا

مولانا روم مثنوی مین صاف صاف فرماتے ہین ؎

گفتہ آید در حدیث دیگران	خوشتر آن باشد کہ سر دلبران

شعرائے متصوفین کے اشعار اگر حقیقی معنون پر محمول نہ کیے جائین تو اُن مین وہ کرشمہ جس نے ایک عالم کے دل کو تسخیر کیا ہے باقی نہین رہتا۔ نفحات الانس مین لکھا ہے کہ مولانا محمد شیرین جو کہ مولانا مغربی کے نام سے مشہور ہین اور جن کا دیوان غزلیات متصوفانہ اشعار مین مشہور ہے اُن کے سامنے کسی نے اُن کے معاصر شیخ کمال اسمعیل خجندی کا یہ مطلع پڑھا ؎

الوداع ای زہد و تقویٰ الفراق ای عقل و دین	چشم اگر این است و ابرو این و ناز و عشوہ این

مولانا نے سنکر کہا ایسا شعر کہنا کیا ضرور ہے جو معنی مجازی کے سوا کوئی اور محل نہ رکھتا ہو۔ شیخ نے بھی یہ بات سنی اور ایک موقع پر مولانا کے سامنے ذکر چھیڑ کر کہا کہ چشم اور عین مرادف لفظ ہین پس عین سے ذات الٰہی مراد لی جا سکتی ہے اور ابرو حاجب کا مرادف ہے پس ممکن ہے کہ حاجب سے صفات الٰہی جو کہ حاجب ذات ہین مراد لیجائین۔ مولانا نے اس توجیہ کو تسلیم کیا اور شیخ کے بیان کی داد دی ،، خواجہ حافظ کی نسبت اُسی کتاب مین لکھا ہے کہ ،، یہ شخص لسان الغیب اور ترجمان اسرار ہے اُس نے اکثر اسرار غیبی اور معانی حقیقی مجاز کے لباس مین ایسی خوبی سے بیان کیے ہین کہ کسی اور سے ایسا بیان نہین ہو سکا ،، پھر اکابر صوفیہ مین سے ایک بزرگ کا قول نقل کیا ہے جو کہ صوفیہ کے حق مین دیوان حافظ کو تمام دیوانون سے بہتر بتاتے تھے۔ لیکن حق یہ ہے کہ تغزل کا یہ طریقہ خواجہ حافظ وغیرہ نے

شیخ سعدی شیرازی کے تتبع سے حاصل کیا ہے۔

البتہ ایران کی شاعری مین یہ بات قابل غور ہے کہ اُنھون نے تغزل کی بنیاد امرد پرستی پر کیون رکھی ہے۔ عرب کی شاعری مین شاعر اپنے تئین مرد اور معشوق کو عورت اور ہندی مین اپنے کو عورت اور معشوق کو مرد باندھتے ہین اور یہ دونون طریقے نیچر کے مطابق ہین۔ مگر مرد کا مرد پر عاشق و فریفتہ ہونا اور اُس سے وصل کا طالب اور کامجو ہونا اگرچہ محض زبانی جمع خرچ کیون نہو ایک ایسا طریقہ ہے جس سے فطرت انسانی بالکل اباکرتی ہے ہمارے نزدیک اِسکا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ فارسی زبان مین عربی اور ہندی زبان کی طرح تذکیر و تانیث کا تفرقہ نہین ہے۔ اسمین ضمیرین اور افعال اور صفات مرد اور عورت دونون کے لیے یکسان لائی جاتی ہین۔ پس ممکن ہے کہ قدیم فارسی مین بھی ہندی کی طرح شعرا اپنے تئین عورت اور معشوق کو مرد باندھتے ہون لیکن اِس سبب سے کہ شاعر عموماً مرد ہوتے تھے اور ضمائر یا افعال وغیرہ سے ثابت نہ ہوتا تھا کہ شاعر نے اپنے تئین مرد فرض کیا ہے یا عورت رفتہ رفتہ یہ خیال پیدا ہوگیا ہو کہ فارسی مین عاشق و معشوق دونون مرد فرض کیے جاتے ہین۔ مین یہ خیال کرتا ہون کہ اگر کامل غور اور توجہ سے دیکھا جائے تو یہ ایک ایسی توجیہ ہے جس کے صحیح ہونے مین کچھہ تھوڑا ہی سا شبہ باقی رہجاتا ہے۔ اسکے سوا دوسری وجہ یہ بھی خیال مین آتی ہے کہ جب مسلمان عرب سے نکلکر اطراف و جوانب مین پھیلے تو بسبب اِسکے کہ ان کے ہان عورتون کا مردون سے چھپانا مذہبی فرائض مین سے تھا غیر قومون کے میل جول سے عورتون کے باب مین اُنکی

غیرت حد سے زیادہ بڑھ گئی تھی - خصوصاً مسلمان بادشاہون مین اس غیرت کا ظہور سب
طبقون سے زیادہ تھا - ڈاکٹر برنیر فرانسیسی جو ہندوستان مین پندرہ سولہ برس عالمگیر کے
ساتھہ رہا اپنے وقائع مین لکھتا ہے "ہندوستان مین جب بادشاہ سفر کرتا تھا تو بیگمات کی
سواری کے نزدیک کوئی متنفس اگرچہ کیسا ہی ذی رتبہ اور صاحب اعتبار ہو نہین جانے پاتا
تھا ورنہ بالضرور خواجہ سراؤن اور خواصون کے ہاتھہ سے نہایت بیرحمی کے ساتھہ پٹتا تھا
اور ایران مین سنا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص بیگمات کی سواری سے آدھے فرسنگ کے فاصلہ
پر نظر پڑ جاتا تھا تو اُس کی سزا موت کے سوا کچھہ نہ تھی اور جب شہر یا گانون مین سے بیگمات کی
سواری نکلتی تھی وہان کے تمام مرد اور عورت اپنے اپنے مقام اور مسکن چھوڑ کر چلے جاتے
تھے" شاید اس بیان مین کچھہ مبالغہ ہو مگر اس سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ عورتون کے
باب مین مسلمان بادشاہون کی غیرت حد سے زیادہ بڑھی ہوئی تھی - چونکہ شعرا اکثر بادشاہون
کے مداح اور مصاحب ہوتے تھے اسلیئے وہ کوئی بات سلاطین کے مقتضائے
مزاج کے خلاف شعر مین درج نہ کر سکتے تھے - پس نہایت قوی گمان ہے کہ شعرا نے
غزل اور تشبیب مین عورتون کے حسن و جمال کا ذکر اور جو جو معاملات عشق کے زمانہ مین عاشق
و معشوق کے درمیان واقع ہوتے ہین اُن کو صاف صاف بیان کرنا سلاطین کی حمیّت
اور غیرت کے برخلاف سمجھا ہو اور اس لیے تمام عشقیہ مضامین امردون اور سادہ رخون پر
ڈھالے گیے ہون - سلاطین مغلیہ مین سے جہانگیر کے عہد مین جو ایک واقعہ گزرا ہے وہ
اس خیال کی تائید کرتا ہے - ایک موقع پر جہانگیر کے روبرو قوال امیر خسرو علیہ الرحمۃ کی غزل

گا رہا تھا اور بادشاہ اُس کو سنکر بہت محظوظ ہو رہا تھا ۔ جب قوال نے یہ شعر گایا ؎

تُو شبانہ می نمائی بہ بر کہ بودی امشب	کہ ہنوز چشم مستت اثر خمار دارد

بادشاہ دفعتہً بگڑ گیا اور قوال کو فوراً پٹوا کر نکلوا دیا اور اسقدر برہم ہوا کہ تمام ندیم اور خواص خوف سے لرزنے لگے اور فوراً ملّا نقشی مہرکن کو جن کا بادشاہ بہت لحاظ کرتا تھا بلا کر لائے تاکہ وہ کسی تدبیر سے بادشاہ کے مزاج کو دھیما کرین ۔ جب وہ سامنے آئے تو بادشاہ کو نہایت غیظ و غضب مین بھرا پایا ۔ عرض کیا حضور خیر باشد ۔ بادشاہ نے کہا دیکھو امیر خسرو نے کیسی بے عزتی کا مضمون شعر مین باندھا ہے ۔ بھلا کوئی غیرت مند آدمی اپنی محبوبہ یا منکوحہ سے ایسی بے غیرتی کی بات کہہ سکتا ہے ؟ ملّا نقشی نے ایک نہایت عمدہ توجیہ سے اُسی وقت بادشاہ کا غصہ فرو کر دیا ۔ اُنہون نے کہا کہ امیر خسرو نے چونکہ ہندوستان مین نشو و نما پایا تھا اسلیئے وہ اکثر ہندوستان کے اصول کے موافق اشعار کہتے تھے یہ شعر بھی اونھون نے اُسی طریقہ پر کہا ہے ۔ گویا عورت اپنے شوہر سے کہتی ہے کہ تو رات کو کسی غیر عورت کے ہان رہا ہے کیونکہ اب تک تیری آنکھون مین نشہ یا نیند کا خمار پایا جاتا ہے ۔ یہ سنکر بادشاہ کا غیظ و غضب فوراً جاتا رہا ۔ اور پھر گانا بجانا ہونے لگا ۔

اگرچہ شیخ یا اور شعرائے ایران کے عاشقانہ اشعار سے جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہین اُن کی امرد پرستی اور شاہد بازی پر استدلال نہین ہو سکتا ۔ لیکن اس مین شک نہین کہ گلستان کے پانچوین باب کی بعض حکایتون اور نیز شیخ کے اکثر اشعار سے صاف پایا جاتا

ہے کہ عشق و محبّت اُس کی سرشت مین تھا اور کسی نہ کبھی وقت مین اُسکو سادہ رخون اور امردون کی طرف میلان خاطر رہا ہے ۔ مگر اس بات کو مین کسی بُری معنی پر محمول نہین کرتا ۔ صوفیہ کے حالات جو نفحات وغیرہ مین لکھے ہین اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے نزدیک عشق مجازی بشرطیکہ پاک اور بے عیب ہو سالک کے لیے ایک بہت بڑا ذریعہ ترقی باطنی کا ہے اور اکثر بڑے بڑے مشائخ اور عرفا مین یہ خصلت پاکدامنی اور عفّت کے ساتھہ دیکھی گئی ہے ۔ شیخ نے جس طرح اپنے عاشق مزاج ہونے کا جابجا اقرار کیا ہے اسی طرح ناپاک عشقبازی اور ہوا و ہوس سے بیسیون جگہہ اپنی برارت بھی کی ہے ۔ چنانچہ ایک جگہہ غزل مین کہتا ہے ؎

گر نظر صدق رانام گنہ مے نہند — حاصل ما ہیچ نیست جز گنہ اندوختن

تمت بالخیر